U 516.

P - 19-1-10

Title - SCIENCE AUR ISLAM.

Creator - Maulana Ashraf Ali (may be).

Publisher -

Date - 1897.

Pages - 296.

Subjects -

سائنس اور اسلام

مصنفہ حسین بن محمد الجسر طرابلسی

التماس مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

آجکل کا زمانہ بھی عجب زمانہ ہے کہنے کو تو کونسی شے ہے جسمیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں متقدمین کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ گذری ہونگی وہ آجکل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جو شاخ لیجیے اُسکی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئے گا ...وہ ایجادیں ہوئیں کہ جنسے عقل دنگ رہجاتی ہے صناعان چین کی صناعیاں جو کسی زمانہ میں ضرب المثل تھیں اب ...علم الافلاک کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذریگا جو قدماء کے خزانہ میں موجود ... ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو جسقدر اور علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اُسی قدر ...ہبی پہلو انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنٹفک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے ...لاقی جرائم کا جس قدر یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اُسکی نظیر مشکل سے ملیگی جسکا اد... کہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کرنے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں ...نے دیجئے شراب خواری کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی برائیوں کی جڑ کہنا کچھ مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو ...القب دیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ نئی تہذیب کا جسقدر زیادہ حصہ کسی ملک نے لیا ہے اُسی قدر اُسمیں اخلاقی برائیاں زیادہ ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنھوں نے تہذیب اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹٹولیں گے تو جنکو عہد عتیق و عہد جدید کے موافق عیسائی کہا جا سکے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ملیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ اُنکے خیالات میں شامل پائینگے سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذاہب میں سے بہتیرے تو ٹھہر ہی نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھہر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہوگا یا وہ مذہب جسمیں اسی کی قریب قریب باتیں مانی جاتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہم پہلو ہو کر چل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا خراب اثر

جتنا کہ دیگر مذاہب پر پڑا اُسقدر شاید اسلام پر نہیں پڑا اور جسقدر کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے اُسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق سائینٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اُسکی صرف یہ وجہ ہوئی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کائنات اور فلسفۂ جدیدہ کو حاصل کیا انمیں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوے جو اپنے مذہب سے بالکل ناواقف تھے یا وہ اسقدر واقفیت نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلو لے چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بلا میں پھنسکر عجب مخمصہ میں گرفتار ہوگئے بعضوں نے تو یہ کہکر اپنا جی سمجھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعضوں نے اپنے سمجے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اسقدر حد سے زیادہ وقعت کی کہ اُنھوں نے اسلام کے وہ مسلم الثبوت مسائل جو بانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آجتک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہو چکے اُنکا انکار کر دیا۔ اور اسکا باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر اُنہیں سائینٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا ورنہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ اُنکو سائینٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو بیدھڑک اُسپر ایمان لے آتے پس اسی وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں کو اسلامی مسائل سائینٹفک لباس میں دکھا سکے چنانچہ خدا تعالےٰ نے اسکا غیب سے سامان کر دیا اور مولانا حسین افندی الجسر طرابلسی کو ایک ایسی عربی کتاب جسکا نام حمیدیہ ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفۂ جدیدہ کے موافق بالکل سائینٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوتے تھے قریب قریب اُن سب کا علوم جدیدہ کے موافق شافی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدانا و مولانا جناب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح دل سے مدنظر تھی آپنے اس عاجز کو اُسکے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ ہیچمدان اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے "الامر فوق الادب" خدا پر بھروسہ کرکے اس پر آمادہ ہوگیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الیٰ آخرہ بنظر تصحیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے نقل بشارات کا اس کتاب میں تھا اُسکو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحم الٰہی صاحب کو بھی عاجز نے سنا دیا اور اُنکی رائے سے اُنکی کتاب براہین رحمیہ سے بعض حواشی مفیدہ بھی چڑہا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کامل دستگاہ حاصل ہے اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب براہین رحمیہ بھی اپنی آپ نظیر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اختتام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی دقت اُٹھائی ہوگی وہ اندازہ کرسکیں گے کہ عاجز کو کس قدر کلفتیں برداشت کرنا پڑی ہونگی خصوصًا جبکہ اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور بامحاورہ رہے اور مصنف کا اصل مطلب بھی فوت نہونے پاے عاجز نے اپنے مقدور بھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصًا مجھ لیسے کم استعداد طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم ناظرین سے اُمید ہے کہ یہ سمجھکر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنےٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرنیکے لیے کوشش کی ہے مسامحات سے قطع نظر کرکے اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصلی مقصود کا لحاظ رکھینگے

اور باوجود اسکے جو بزرگوار ملت انکی بابت کوئی نیک مشورہ دینگے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انشاء اللہ آیندہ اسکا لحاظ رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تعلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا ملتجی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو من اولہ الیٰ آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے اسمیں بہتیری فلسفۂ جدیدہ کی دلچسپ بحثیں نظر سے گذریں گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاش اس کتاب کا ترجمہ کوئی بھی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا مجھ میں تو اسقدر قابلیت نہیں کہ میں اسکا ترجمہ ایسی انگریزی میں کرسکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہوسکے ورنہ میں اردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن امید ہے کہ ہمارے گریجویٹ بھائیوں میں سے کوئی صاحب اس بات پر کمر ہمت باندھیں گے اور موجودہ اور آیندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید اسحٰق علی عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور

ں

پاس نہیں

تھے اور ایشیر

رمان دیکھا تو کہنے لگے

بوجہ اسمیں ہے پورے

انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں

ہارے بادشاہ کی مہر ہے اسمیں کسی طرح کا جعل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی ونقلی حسین بن محمد الجسر طرابلسی مؤلف رسالۂ حمیدیہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونوں امر چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے اسلیے اسکو چھوڑکر اصل مقصود سے ترجمہ شروع کیا گیا ناظرین معاف فرماویں وہو ہذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتدائے پیدائش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف ومشہور ہے۔ نہ کبھی اُسنے کوئی جعلسازی کی نہ کبھی ناحق حیلہ بازی اُس سے دیکھی گئی اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخواندہ محض ہے کچھ لکھا پڑھا نہیں تو پھر بھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کبھی اُسنے شاہی قوانین اور قاعدے ہی بنانے کی مشقت اُٹھائی جنمیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے پس کھڑے ہوکر اُس شخص نے بآواز بلند سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اُسنے کہا کہ اے لوگو اسُن لو کہ میں تمھارے پاس تمھارے بادشاہ کی طرف سے سفیر بنکر آیا ہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اُسکا پیغام تمھیں پہنچا دوں اور اُسکے اُن قوانین کی جنھیں اُسنے تمھارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے بخوبی تشریح کردوں۔ اُسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور اُنکے مضمون کے موافق عملدرآمد کرو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اُسنے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمھارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور اُنھوں نے اُس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمھیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اُن پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہوگئے ہیں اُنھیں چھوڑدو کیونکہ جو زمانہ اُنکے مناسب تھا وہ گذر گیا اب تمھارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اُسنے میرے ساتھ کردیے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ اُن رسموں کو ترک کردو جو تمنے اپنے آبا واجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کرلیں ہیں کیونکہ اُسنے اُنکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور سچ پوچھو تو وہ ہیں ہی بری رسمیں اور قبیح عادتیں جنسے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور نہیں تمھارا سراسر ضرر ہی ہے اور اُنھیں سے بہتیری رسمیں تو ایسی ہیں جنسے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اُسکی ضعیف رعیت پر ظلم خدا کا شکر بلکہ سمجھکر میری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کرلو تاکہ تمھیں بتادوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش کہ عاجز کو کس قدر ارض ہوتا ہے۔ یہ سُنکر سب لوگوں نے اُسے جواب دیا اور اُس سے کہنے لگے کہ اے مقام عظیم اور منصب کا اصل مطلب بھی فوت ہے تُنے تو اپنے اس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جسپر چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم

الانسان مرکب من الخطاء والنسیان

نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد میں تطبیق دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی تحقیق کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ ناظرین سے اُمید ہے کہ یہ سمجھکر کہ مسمو تا بھی نہو سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وجہ تسمیہ تو خود رسالۂ حمیدیہ کے نام ہی سے لیے کوشش کی ہے مسامحات سے قطع ”ازالت ایام دولتہ الباہرہ وسلطنتہ القاہرہ کے اسم مبارک کیطرف منسوب ہے۔ ۱۲ مترجم

ہوتا ہے اور ہماری نفوس اُس سے نفرت کرتی ہیں عقلیں منقبض ہوتی ہیں اور ہماری فکریں اسکے تحمل کے خیال سے مضطرب ہوئی جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات متحقق ہو جائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہمپر بکثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اُسکا حکم کرتا ہے اور اُسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اُسوقت تو سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجایش نہ رہیگی۔ اور تیری بات ماننا تیری سفارت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر متوجہ ہو جانا ہمیں ضروری ہو جائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہمپر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسکی ہمپر زور دار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جسمیں ہماری سراسر ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کہ تیرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی برہان کوئی دلیل بھی ہے؟ جو ہمیں تیرے سامنے پست ہو جانے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کردے تو اُس شخص نے کہا کہ ہاں اے عقلمندو ہے اور بھلا عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کرلے؟ لو دیکھو! بادشاہ کے خط کا۔ بادشاہ کی مہر کا۔ بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے اُسمیں وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یعنے میرے اِس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفات سے آراستہ جو معاینہ کرنے کے وقت اُسمیں ظاہر ہیں جو کچھ میری طرف سے تمھیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمھارے پاس اُسے سفیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ اُن قوانین کی تمھارے لیے تشریح کردے جنھیں میں نے تمھارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اُسکے حکموں کی تعمیل کرو اور اُسکے منہیات سے بچتے رہو۔ تو اُن لوگوں نے کہا اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلجائے اور ہمارا شبہ مٹجائے پس اُسوقت اُسنے وہ فرمان نکالا اور اُسکے سامنے ڈالدیا اور ہر ادنے اور اعلےٰ اُسمیں غور کرنیکے لیے جمع ہو گئے اور سب کے سب نے اُسمیں غور کیا اُسکو پڑھا اُسکے معانی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اُسکے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف بھی فرمان نکلا کہ یہ شخص میرے اِس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آراستہ جو اُسمیں ظاہر ہیں تمھارے پاس میرا سفیر بنکر آتا ہے اور جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمھیں پہنچائے سب میں سچا ہے اُسکے حکموں کو مانو اور اُسکی منہیات سے بچو اور جو قوانین میں نے تمھارے لیے جاری کیے ہیں اُس سے سیکھو اسی طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں کام میرے سپرد کیے ہیں اُسمیں اول سے آخر تک سب کے سب نکلے اور چونکہ وہ سب لوگ قوت ادراک اور طرق استدلال کی شناخت میں متفاوت تھے اسلیے کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا علم شخص واحد کے پاس نہیں مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو کما حقہٗ پہچانتے تھے اور اُسمیں دہوکا نہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی اُنھیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کرسکتا پس جب اُنھوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اسلیے ہو نہ ہو بلاشبہ یہ اُسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے لو ہمنے تو جو کچھ اُسمیں ہے پورے طور سے اُسکا یقین کرلیا اور اِس شخص کے دعوے میں اُسکی تصدیق کرلی۔

اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مہر پورے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی اُنہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں کرسکتا پس جونہیں اُنھوں نے اُس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اُٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ ہی کی مہر ہے اسمیں کسی طرح کا جعل

نہیں ہوسکتا پس ہمنے بھی اس شخص کی بلاچون وچرا تصدیق کرلی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشاپردازی اسکے شاہی طرز تحریر اور سلطانی خطابات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت سے اور لوگ عاجز محض ہیں پس وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو ہمنے اُسے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بارہا دیکھا ہے اسلیے ہمنے بھی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کرلی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے مالداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اُسکے خزانۂ خاص کی فلاں فلاں نادر اشیاء بادشاہ کے پاس سے لاکر حاضر کردے تو اُسنے انھیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انھوں نے مانگا تھا اُسنے لاکر حاضر کردیا اور لوگوں نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر اُن نادر اشیاء کا حاضر کردینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ خزانوں میں محفوظ ہیں پس اسوقت اس فرقہ نے اُس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کرلی۔

اور اُن میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گذشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اُس زمانہ کے مناسب قوانین اُنکے ساتھ کر دیے تھے جو اُس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انھوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے والے دلائل قایم کرکے یہ امر مدلل کر دیا تھا کہ اُنہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجیگا اور ایسے قوانین اُسکے ساتھ کر دے گا جو تمھارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اُسے بھیجیگا اُسکے مناسب اور اُسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اُس میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر دوسرے میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی پس اب ہم جو کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اُسے ملا ہے اُسمیں غور کرتے ہیں اگر یہ سفیران گذشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کی کہی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے کھٹکے اسکے دعوے کا انکار کریں گے پس یہ کہکر جب انھوں نے اُن قوانین میں تامل کیا جنکی نسبت اُسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوے ہیں تو اُسے سفیران گذشتہ کی خبر کے سراسر موافق پایا اور جب اُن سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کھلم کھلا اُسمیں نظر آئیں پس جب انھوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلیا تو اُسوقت وہ بھی اُسکے دعوے کے مصدق ہوگئے اور انھوں نے بھی کامل طور پر اُسکی پیروی اختیار کرلی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اوامر و نواہی میں ہم غور کریں اور اُن کو سوچیں جنکے بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کرے جنکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق

اور ایسی ہی چیزوں سے منع کرے جسکو اُسکی مرضی کے خلاف جانتے ہیں اور اُسکے لائے ہوئے قوانین کو بھی ہم اُنھیں قوانین کی طرح جنکو ہم شاہی قوانین سمجھتے ہیں اصلاح کا متکفل اور لوگوں سے مشقت کی خرابیوں کا دفع کرنے والا دیکھیں خصوصًا جب کہ ہم یہ بات دیکھ لیں کہ کسی ایسی شے کا حکم نہیں کرتا جسکا نفع اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اُسکے مقاصد کا مآل کار تمام فرقوں کے لیے عام طور پر نفع پہنچانا ہو تو ہم جان لیں گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے پس جب یہ کہکر اُنھوں نے اُسکے احکام میں نظر کی تو اُنھیں اُن احکام کے بالکل موافق پایا جنھیں وہ اپنے بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح اُسکے قوانین کو بھی ممالک کی اصلاح اور لوگوں کی کامیابی اور رفع فساد کا پورا متکفل دیکھا اور اُسکے تمام اوامر و نواہی میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جسکا نفع اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا بلکہ اُسکی ساری باتیں ایسی ہی دیکھنے میں آئیں کہ جنسے عام نفع حاصل ہو اور ضرر دفع ہو اور اُسمیں یہ تعلیم بھی تھی کہ وہ اپنے بادشاہ کے انعامات کا شکر ادا کیا کریں اور حقیقت میں اُس شکر کا نفع آخر کار اُنھیں کو ملنے والا ہے پس اسوقت تو اُن لوگوں نے اُس شخص کے صادق ہونے کا یقین کر لیا اور اُسکے سامنے پورے طور سے فروتنی اختیار کر لی۔

اور اُنھیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جن جن باتوں کا یہ دعوے کرتا ہے اور جو جو قوانین یہ شائع کر رہا ہے اور آیندہ شاہی رعایا کے لیے جو کچھ جاری کرنیکا یہ ارادہ کرتا ہے ہمارے بادشاہ کو ضرور اسکی خبر پہنچے گی اور یہ ناممکن ہے کہ اس بات کی اُسے اطلاع نہو کیونکہ یہ بات تو کیا عام اور کیا خاص سب میں شایع ہو چکی ہے اور ایسی بات تو دور دراز مقامات کے لوگوں سے بھی نہیں چھپ سکتی سو اگر اسکا دعوے صحیح ہوگا تو بادشاہ اسکو اسکے کاموں پر بحال رکھیگا اور کسی ایسے کو نہ بھیجیگا جو اسکی بیانی [غلط] ظاہر کر کے اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اسکے ساتھیوں کے گرفتار کر لے اور ان سب کو سخت سزا دے اور اگر یہ جھوٹا ہوگا اور بادشاہ پر اُسکے خط کا۔ اُسکی مہر کا جعل باندھا ہوگا اور اُسکی رعیت کو اپنی خواہشوں کا پابند بنا رکھا ہوگا تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ بادشاہ خبر پاتے ہی بہت جلد کسی ایسے کو بھیجیگا جو اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اسکے ساتھیوں کے گرفتار کر لے اور ان سب کو بڑی عبرتناک سزا دے۔ اسلیے کہ ایسا جعل اور ایسی افترا پردازی ہمارے منصف اور عاقل بادشاہ کے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ وہ بڑی ہی سخت بات ہے ممکن نہیں کہ ایسی بات کو وہ معاف کرے یا تساہل اور چشم پوشی سے کام لے پس یہ سوچکر یہ لوگ ایک کافی زمانہ تک توقف کیے رہے تاکہ بادشاہ کو اُسکی خبر معلوم ہو جاے اور اتنا زمانہ گذر گیا کہ کسی طرح اُتنے زمانہ تک بادشاہ سے اُس خبر کا مخفی رہنا عقل میں نہیں آسکتا اور باوجود اسکے بادشاہ کی جانب سے کوئی نہ آیا جو اُس شخص کی تکذیب کرتا اور اُسکو اُسکے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیتا اور اُنکو سزا دیتا اور لوگوں کو اُسکے شائع کردہ قوانین پر عمل کرنے سے باز رکھتا بلکہ روز بروز اسکے ساتھی بڑھتے ہی گئے اور وقتًا فوقتًا اسکی حالت میں ترقی ہوتی رہی جب اُن لوگوں کا سب طرح سے اطمینان ہو گیا تو اُنھوں نے بھی اس شخص کی تصدیق کر لی اور اُسکے پورے پورے پیرو بن گئے۔

اور اُنھیں سے ایک فرقہ کی سمجھ میں یہ ساری دلیلیں تو آئی نہیں لیکن اُنھوں نے اس شخص کی اور اسکے ساتھیوں کی حالت میں غور کرنا شروع کیا اور اُن دلیلوں کو سوچنے لگے جنکی وجہ سے یہ سارے فرقے اُس شخص کی اطاعت پر کمر بستہ ہو گئے تھے

پس وہ کہنے لگے یہ سب لوگ تو بڑے دانشمند ہیں نہ معلوم انھوں نے محض اس شخص کی تصدیق کے پیچھے اپنی آبائی رسمیں
اور قدیم شاہی قوانین کیوں چھوڑ دیے بیشک یہ بڑا مشکل امر ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر پہلے بادشاہ کے قانون کا
چھوڑنا اسکی مرضی کے خلاف پڑا تو انپر بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی ہو نہو یہی بات ہے کہ اس شخص کی راستی کی دلیلیں
انھیں خاطر خواہ معلوم ہوگئی ہیں جنپر یہ بھروسا کر بیٹھے ہیں ورنہ انھیں کیا ہوا تھا جو اپنی عادتوں کو چھوڑ دیتے اور ایسی جرأت
کرکے ناحق خطرہ میں پڑتے اور انکی عقلیں انھیں اسکی اجازت دیتیں پس بیشک اس شخص کی راستی پر ان سب کا اتفاق کرلینا
اسکی سچائی کی کافی دلیل ہے اور یہ کہنا کہ ساری دلیلوں کا جمع ہو جانا اور ان سب کا اتفاق کرلینا اتفاقی بات ہے عقل میں
کسی طرح نہیں آتا اور اسکا کوئی سمجھدار قائل نہیں ہو سکتا اسلیے ہمارے نزدیک تو اس شخص کی راست بازی پورے طور سے
ثابت ہوگئی اور ہمنے اسکی تصدیق کرلی اور بلاتردد اسکی سفارت کا اقرار کرکے اسکے مطیع بنگئے اور انہیں سے ایک فرقہ اپنے
دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہوا تھا اور لذتوں میں ایسا مستغرق تھا کہ انھیں اسکی خبر ہی نہتھی کہ لوگوں کا کوئی بادشاہ بھی ہے
اور اسکو پورا غلبہ حاصل ہے اور انصاف کو مدنظر رکھکر انکے ساتھ جو معاملہ چاہے کرسکتا ہے اور چونکہ اسکے لوگ دل وجان
سے مطیع ہوتے ہیں اسلیے اگر وہ چاہے تو بہت کچھ مال بھی جمع کرسکتا ہے اور انکی قوتوں کو یکجائی طور پر کام میں لاسکتا ہے
پس اسوجہ سے اسکی کوئی برابری نہیں کرسکتا اور اپنی غفلت سے وہ یہی سمجھتے تھے کہ لوگوں کے کاروبار یونہیں چل رہے
ہیں اور سارے قانون اور قاعدے انکے ہاتھوں میں ہیں کسی بادشاہ یا حاکم کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ انکا یہانتک گمان
تھا کہ یہ سب معاملات بطور عادت کے زمانہ کی گردش کے موافق جاری ہیں گویا کہ یہ ایک قدرتی قانون بنگیا ہے جسکے خلاف
ہو ہی نہیں سکتا پس وہ اسی قابل تھے کہ انھیں شاہی سفیروں اور سلطانی قوانین اور اختیارات کی اطلاع ہو لیکن جب ا
نے اس شخص کا علی الاعلان دعوے سنا اور لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو اسے جھٹلاتے تھے پھر اس سے گفتگو کرکے اسکے
بنگئے تب تو یہ لوگ چونکے اور انکے کان کھڑے ہوے اور کہنے لگے کہ اس بات کا تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے اگر
لوگوں کا کوئی بادشاہ ہو جو انپر حاکم ہے اور اسی نے اس شخص کو بھیجا ہے تاکہ ہم اسکا کہا مانیں اور پھر بھی ہم غفلت
پڑے رہیں اور اسکی بات نہ سنیں تو بیشک ہمارا برا انجام ہوگا کیونکہ یہ شخص ضرور ہماری بے پروائی کی خبر پہنچا دیگا اور پھر وہ
ہماری ایک نہ سنے گا اور بڑی سخت سزا دیگا اسلیے ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسکے دعوے اور ان لوگوں کی
میں غور کریں جو پہلے اسکے مخالف تھے اور پھر اسکے ساتھی بنگئے کیا عجب ہے کہ ہمیں حقیقت حال کا پتہ چلجاوے پھر اگر د
ہوگا تو مان لینگے ورنہ اسکی کھلم کھلا تکذیب کرینگے یہ کہکر وہ سوچنے لگے اور بڑی غور وفکر کے بعد انھوں نے نتیجہ نکالا جسکا
خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم بادشاہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمکو اسکے خط یا مہر یا اسکی طرز تحریر کی خبر ہے اور نہ اسکے قانون سے
ہیں جن سے اس شخص کے قانون کا مقابلہ کریں اور نہ پہلے سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں ہی ہمیں معلوم ہیں تو کیا ہم
سے بھی گذر گئے کہ ان تمام لوگوں کی شہادت پر اعتبار کرلیں جنھوں نے کہ ان سب باتوں کی تحقیق کرکے اسکی پیروی اختیار
کرلی ہے لہذا ہمارے لیے اس شخص کی راستی پر اتنے دانشمندوں کا اتفاق کرلینا اور بلاتردد تمام دلیلوں کا یقین کرلینا
اپنی آبائی رسموں کو چھوڑ بیٹھنا کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب باتیں اتفاقی نہیں ہوسکتیں اور نہ یہ کاہلی یا اور کسی غرض سے

ف — ان فرقہ جسکو دنیا میں مستغرق ہونیکی سبب سے بادشاہ اور اسکے قوانین کی خبر نہ تھی تمام سابق الذکر فرقوں کے اجتماعی طرز تصدیق کرنیسے متنبہ ہوکر اسکی سفارت کی تحقیق کرنا ۱۲

ظہور میں آسکتی ہیں اور اچھا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور اتنے لوگوں کی شہادت بھی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے
لائے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال نہ کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ
اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پائے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے چاہے
تصرف کرسکے اُسکے پاس ہو سکتے ہیں پس اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص
ضرور ہے جسمیں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ بادشاہ بتلاتا ہے اور یہ شخص وہی ہے جسنے اُسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس
بھیجا ہے پس ان سب باتوں پر اعتماد کرکے ہمنے تو یقین کرلیا کہ لوگوں کا ضرور کوئی بادشاہ ہے جسنے اس شخص کو ہمارے
پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اُسکے پورے پورے پیرو بنگئے اب اور سنیئے ان سب فرقوں میں چند متکبر اور اپنی آبائی رسموں پر جان
دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر ہمنے اس شخص کے دعوے کو مان لیا
تو اس سے دبکر رہنا پڑے گا اور یہ ہمپر حکومت کریگا یہ سوچکر بظاہر تکذیب ہی کرتے رہے اگرچہ اُنکے دل اسکی تصدیق کے مضمون
سے پُر تھے اور اُنکی خواہشوں نے اُنکی عقلوں سے بازی جیت لی اور اُنکو شاہی انتقام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہو
ایسے بہتیرے احمق ملیں گے جو تکبر یا تعصب کی وجہ سے یا غصہ اور غیرت کے مارے حق سے آنکھیں بند کرکے ناحق باتوں
کی حمایت کرنے لگجاتے ہیں پھر آخر کار انہیں پشیمان ہونا پڑتا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے عناد
کے مارے اُن دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی مہمل اور ساقط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی
کبھی دہوکے بازیوں سے کام نکالنا چاہا اور وہ ایسی ایسی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عامی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے
اسی کو لیجیے کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل اُنکی خاطر سے مان بھی لیجاوے تو عقل سلیم اور آزاد طبیعت اسے کیوں ماننے لگی
کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہوگئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو کیسے صحیح دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اتنے لوگوں کو دہوکا
دیکر اپنی راستبازی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلا سکا اور طرہ تو یہ ہے کہ بہتیری دلیلیں اُسکے اختیار سے باہر تھیں نہ اُسنے انھیں
قایم کیا نہ اُنکے جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور و فکر کرنے سے خود ہی معلوم ہوگئیں انہیں علامتوں کو دیکھیے جو پہلے سفیر بیان کر گئے
تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے میں کیونکر پیدا کرلیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کی سب ٹھیک اُتر تیں خوبی تو یہ ہے
کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہوجاتی ہیں تو اُنکا کچھ اور ہی اثر ہوجاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہوتی
اجتماعی قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور معقولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کثیر کی شہادت سے جو بات
ہوتی ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی دعوے پر بہت سی دلیلیں قائم ہوجائیں تو اُسمیں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا اور ایک دو دلیلوں
سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی لیں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کرلی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں
کیسے آنے لگیں کہ سلطانی مہر کی نقل بھی اُتارنا اُسے آسان ہوگیا شاہی طرز تحریر بھی اُسنے سیکھ لیا اُسکے قوانین بھی شاہی قوانین
کے موافق ہوگئے اور اُسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی
ہوئی علامتیں بھی اُسمیں سب آپ سے آپ جمع ہوگئیں اور اسکا حال گو زمانہ بھر میں شایع ہوگیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی
مدت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اُسکو سزا دینے اور اُسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا اسلیے حق تو یہ ہے کہ ان

واہی تباہی نادلیلوں کا وہی قائل ہوگا جو اپنی بڑائی مارنے پر تُلا بیٹھا ہو۔ اور ان سب باتوں کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا وہی اعتقاد کرے گا جسے تعصب نے اندھا بنا دیا ہو ایسا آدمی گفتگو کے لائق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور اُن لوگوں میں ایک ایسا بیفکر اگر وہ بھی تھا جسنے اس شخص کے صدق و کذب کے بارہ میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا بڑی بات اُنھوں نے یہ کی کہ وہ اپنی آبائی رسموں پر اندھوں کی طرح جمے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو ان رسموں کو نچھوڑیں گے اور جب اُن سے کوئی یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اُسکی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تمسے انتقام نہ لے ذرا اس سے تو ڈرو تو اُنکا یہ جاہلانہ جواب ہوتا تھا کہ اجی وہ تو جھوٹا ہے ہم اُسکی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر اُنکی بے عقلی اور نافہمی نہیں تھی تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے پر بھی کہا بادشاہ ظالم قرار دیا جاسکتا ہے ؟ تم جو چاہو کہو ہم تو شبیہ کہہ سکتے ہیں کہ جب بادشاہ انہیں سزا دینے لگے اور اُس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بیچارے تو اس سفیر کے ماننے میں معذور ہیں کیا کریں اُنکو اُسکی راستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملی تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارہ میں بے شعور ہوتے اور اُسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور انکی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں انہیں اپنی حاجتوں اور ارادوں میں کامیاب ہونے کے لیے بڑی کافی عقل ہے پھر انھوں نے اپنی انھیں قوتوں کو جنسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اُس شخص کے صدق اور کذب دریافت کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جیسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اغراض ثابت کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی ان قوتوں کو اس شخص کے بارہ میں برتنا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور نہیں ٹھیر سکتے بلکہ اُنھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کاہلی کی اور اسی وجہ سے اُنکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور اُنھوں نے اسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اُنسے ضرور انتقام لوں گا پھر اس سفیر کے اتنے آدمی مطیع ہوگئے تب بھی وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگا رہا اور سعی بلیغ کرتا رہا کہ کسی طرح ان ضدی متکبر واہی تباہی باتیں بکنے والے اور جاہلانہ فرقوں کا بھی اطمینان کر دیا جاوے اور خیر خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں اُنکے سامنے پیش کرتا رہا اُنکی بھلائی کی باتیں اُنھیں سمجھا کر متنبہ کرتا رہا اور وہ تھے کہ اُنکی ضد اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہانتک نوبت پہنچی کہ وہ سفیر اُنکو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا اور اُسکو اُنکے اصلاح پذیر ہونے سے مایوسی ہوگئی اور بیقین ہوگیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلیگا اور وہ لوگ اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی عداوت پر کمر باندھ چکے اور اُنکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہوگیا اور اُسنے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اُسکے راہ لگے کے لیے مار پیٹ سے کام لینا پڑتا ہے پس اُس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اُنمیں بڑی گرما گرمی سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں یونہی ہوتا رہا کہ کبھی میدان اِنکے ہاتھ رہا اور کبھی اُنکے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے آخرکار اُسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہو پرہیزگاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اُسنے سوائے قتل کے اُنکی ایذا رسانی مسدود کرنیکا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اُسنے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتویٰ ہے کہ مفسد اور موذی قتل کیے جائیں تاکہ لکھ سکے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں اسلیے کہ بیمار عضو کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اُس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اُسنے بعضوں کو

اپنی تعصب ورزی میں اندھا ہو جانا اور باطل [illegible] ۱۲

بہتر حسنہ یہاں

ف مثال اہل توحید و جزیہ ۱۲

گرفتار کرکے غلام بنالیا کہ پھر نہ اُٹھا سکیں اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی اچھی طرح سزا پائیں اور بعضوں کو اپنا مطیع بنالیا تاکہ اسی طرح اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ اور اِس خیال سے کہ کہیں اُسکے ساتھی دیکھا دیکھی گڑ بڑ نہ مچائیں اور اُسکی شان و شوکت میں فرق نہ آنے پائے اُسنے کھلم کھلا تکذیب کرنے سے منع کردیا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کمائی کا بہت تھوڑا حصہ دیتے رہیں تاکہ اُس سے کچھ مددملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی روبکاری تک اُسنے اُنکی یہی سزا مقرر کی۔ اور بعض اُس ملک سے نکلکر قلعوں اور پہاڑوں میں جاکر پناہ گزین ہوئے وہ اُسنے اِس اُمید پر کہ کہیں اب بھی اُسکی تصدیق کرنے لگیں اور اِس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پاکر اُسپر چڑھائی نکر بیٹھیں لڑنا رہا اور ڈرانا رہا کہ سمجھ لو کہ اگر تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھسے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب آموجود ہوگا اور چڑھائی کریگا تو اُس سے ہرگز نہیں بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دیے نہیں رہیگا اور انہیں سے بعض خوف یا لالچ کے اُسنے محض اوپر کے دل سے تصدیق کرنے لگے اور جی میں اُسے جھوٹا سمجھتے رہتے۔ اُسنے انہیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کرلیا اور وہی برتاؤ اُنکے ساتھ بھی برتا کیونکہ اُسکا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی بظاہر اطاعت کرلے بادشاہ کا حکم ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھیوں میں داخل کرلو اسلیئے کہ تفتیش کرنے سے بہتیرے سچے لوگ بھی کھٹک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اسی اپنے ساتھیوں پر اطمینان نہیں اُنکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ پر جب حال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر مطیع بنے ہوئے تھے اور اُنکا دلی ارادہ یہ تھا کہ موقع پاکر اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود اُنکو خوب سزا دے لیگا اور اُنکو اُنکے بغض و عداوت کا مزہ اچھی طرح چکھا دیگا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں بڑھی چڑھے ہوئے اور گھر کے بھیدی تھے اور ہر وقت اُنسے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گو دل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اُس مال کی طمع سے جو وہ

ف مثال منافقین ۱۲

شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا بظاہر اُسکے مطیع بن گئے اور اِس طرح انہیں اُسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اُسکے معاملات اور قوانین کو راستی پر مبنی پایا اور دیکھا کہ وہ بھلی باتیں بتلاتا ہے اور بُرائی سے منع کرتا ہے تو اُنکے جی کو یہ سب باتیں لگتیں اور دل کھول کے ظاہر و باطن سے اُسکی تصدیق کرنے لگے اور اِس طرح اُسکی خیر خواہ اور مددگار بنگئے پھر جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ طرفداری اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزاد عقل ایسے شخص کی سفارت میں ذرا بھی شک نہ کریگی اور اُسکے سفیر ہونے کا بلاتردد یقین کریگی کیونکہ دانا اور بیدار مغز کے نزدیک یہ سب دلیلیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہوسکتیں تو اب سُنیئے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر ہمکو تواتر سے معلوم ہوئی تواتر تو ایک اصطلاحی لفظ ہے اُسکے معنے سمجھ لیجیے یعنے آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہوجانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر مکہ یا لندن موجود نہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اُسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلے آتے پس اِسی طرح اُسکو بھی سمجھ لیجیے کہ آپ کے احوال کے بھی بیشمار لوگ ہر زمانہ میں یہ اُسنے اور وہ اُسنے سنتے کہ آخر میں اُن لوگوں سے خبر دیتے چلے آئے جنھوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی اُنکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف فرقوں کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اُس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہر حال ہمکو یقینی طور پر یہ خبر پہنچی کہ آپ اُن لوگوں میں جاہلیں

ف مثال سابق کو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت اور اُن حالات پر منطبق کرنا جو آپ کے ساتھ پیش آئے

ف دعوی رسالت وقت آپ کی عمر

برس کے ہوگئے تھے اور برابر راستبازی اور امانت داری کے ساتھ شہرۂ آفاق رہے یہانتک کہ امانت داری کی وجہ سے لوگ آپ کو محمد امین کہا کرتے تھے اور اس مدت میں آپ کو کبھی کسی سے لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی نہ کبھی لکھے پڑھے لوگوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ آپ اُن سے لکھ پڑھ لیتے یا مختلف اقوام کے احوال دریافت کر لیتے یا گذشتہ اُمتوں کی شریعت پر مطلع ہوتے یا مختلف ملکوں کے قوانین سیکھتے باوجود ان سب باتوں کے آپ سارے عرب اور عجم کے لوگوں میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ نہ آپ کو کچھ ذاتی ثروت حاصل تھی اور نہ کچھ بہت لوگ آپ کے مددگار تھے اور نہ آپ کے خاندان سے سلطنت زائل ہوگئی تھی ورنہ شاید لوگ شبہ کرتے کہ اسی حیلہ سے آپ کو اپنی آبائی سلطنت کا پھر اپنے قبضہ میں لانا مقصود ہے اس حالت سے کھڑے ہو کر آپ نے یہ دعوے ظاہر کیا کہ سارے عالم کے معبود اللہ نے مجھے تمام لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں اُنکو خدا کی ایسی شریعت پہنچا دوں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کی ذمہ دار ہے اور یہ شریعت وہ قانون ہے کہ اس زمانہ سے قیامت تک کے لیے بخوبی مناسب اور موزوں ہے اور سارے واقعات کے لیے کفایت کرے گا اور پہلے رسولوں کی شریعت کے بہتیرے احکام کو منسوخ کر دے گا کیونکہ جس زمانہ کی مناسبت کا لحاظ کرکے وہ قواعد اُتارے گئے تھے اب وہ زمانہ نہیں رہا اور ہمکو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ بُری رسموں اور عادتوں سے بھی منع فرماتے تھے جو لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سیکھی تھیں یا شیطان نے اُنکی خوبی اُنکے ذہن نشین کر دی تھی سب سے قبیح تر آپ نے یہ بات قرار دی تھی کہ بتوں کی پرستش کیجائے یا آگ اور پتھروں اور درختوں کو معبود بنایا جائے اور آپ کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کو ایک سمجھو۔ اُسکو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف مانو سارے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرا جانو اور علاوہ اسکے بھی اُنکو اپنے پیدا کرنیوالے کی نعمتوں کے شکر کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا تھا گو حقیقت میں اس شکر کا نفع اُنھیں کو ملنے والا تھا اسکے سوا اور بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں جنمیں اُنکا نفع اور نقصان سے بچاؤ تھا پس جب وہاں کے ادنے اور اعلے لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا دعوے سُنا تو آپکی بات ماننے سے نفرت ظاہر کرنے لگے اور سب کے سب درپے عداوت ہوگئے یہانتک کہ آپ کے بھائی بندوں نے بھی آپکا ساتھ نہ دیا اور سارے دوست دشمن نظر آنے لگے اور آپ کی تکذیب کے لیے ہر شیخ و شاب نے زبان درازی اور آپ سے لڑنے پر آمادہ ہوگئے اور ہر ایک آپ سے طالب دلیل ہوا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دے اور آپ کا یہ حال تھا کہ اُنکے لیے دلیل پر دلیل بیان کرتے تھے اور ہر سوال کا معقول جواب دیتے تھے اور ہر طرح سے اُنکو اطمینان دلانے کی سعی بلیغ فرماتے تھے اور آپنے اپنے دعوے کے اثبات میں سب سے بڑی نہایت مستند اور قابل اعتماد جو دلیل پیش کی وہ عربی کلام کا ایک مجموعہ تھا جسکو آپ قرآن شریف کے مبارک لقب سے یاد فرماتے تھے اُسکی نسبت آپ کا یہ دعوے تھا کہ یہ کلام خدا نے مجھے بطور سند کے دیکر بھیجا ہے اور اسمیں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام لوگوں کی جانب بھیجے گئے ہیں اور سب کے رسول ہیں اور جن باتوں کی آپ خبر دیں وہ سب سچ ہیں، اور قرآن میں اُن قوانین کا بیان ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔ قرآن شریف کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو جسے آپ سورت کہتے تھے مقابلہ کے لیے پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کلام کی حقانیت اور منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم لوگ اگرچہ عربی زبان کے بڑے ماہر اور فصاحت و بلاغت میں یگانۂ روزگار ہو لیکن کوئی ایسا کلام ہرگز نہیں لاسکتے جو قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے

ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کہا سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا گو عربی زبان کے ایسے کاملین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت جنکے قبضۂ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ اُنہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں دستگاہ کامل حاصل تھی اور تمام لوگ اُنکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اُس سے بڑھکر کوئی مرتبہ حاصل کرنا ممکن نہ تھا تاہم کسی کو یہ جرأت نہوئی کہ قرآن کی بہت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا لیتے پھر اس حیص بیص کے بعد تمام لوگ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہوکر اُنھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے گروہ آپ کے پیرو بنکر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنھیں خدا نے نہ چاہا جن قوموں کا معاملہ آپ کے ساتھ پڑا - چونکہ ہمکو اُنکے حالات کی جہانتک کہ اخبار صحیحہ سے معلوم ہوسکا یا عقل نے تجویز کیا تمثیل دینا مقصود تھی اسلیے ہمنے آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور سے دیکھے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم فہمی کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے اُنہیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت میں طاق نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچھ رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے اور جنکو اُنھوں نے اپنا مایۂ ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہانتک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے جسقدر کہ انسانی طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہوتے تھے بہر حال یہ سب کچھ تھا لیکن اُسوقت اُنسے کچھ بھی نہ بن پڑا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کرکے اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوےٰ کیا اور عام طور سے خصوصًا اُنکے جلسوں میں اُسکی تشہیر شروع کی کہ تم سب ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نکرو لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہو گے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی بُری رسموں کی قباحت دکھا دکھا کر اُنھیں بیوقوف بنایا اُنکے باطل خداؤں کی خوب ہجو کی اُنکی پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے اُنھیں غیرت دلائی کہ کسیطرح قرآن کے مثل لانے کی سعی کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زباندانی کے اصول کے موافق اُسکی خوب جانچ و پڑتال کی اور اُسے خوب اُلٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہانتک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر اُنھوں نے یہ رائے قایم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے عالی مرتبہ پر پہنچگیا ہے کہ وہانتک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود اُنہیں لوگوں نے اُسکی ہزلیات سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کیسی ہی عالی کیوں نہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز سے مقابلہ کیا جائیگا جو اس سے بدرجہا بڑھی چڑھی ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ مخواہ وہ نظروں سے گرجائے گی اور عقل اُسے دنی اور خسیس سمجھنے لگے گی پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُنکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہوگیا کہ وہ فصاحت بلاغت میں فرد ہے اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں بنا سکتے

ف
لوگونکا اپنی اپنی عقل طرائقہ استدلال کے اعتبار سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مختلف فرقوں منقسم ہوجانا ۱۲

ف
فصحاء و بلغاء عرب کا قرآن کے معارضہ سے رہنا اور اُسکی حقانیت تسلیم کرلینا ۱۲

اور اُن لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم کیا بلکہ سارے آدمی بھی ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتے اور یہ اِس بات کی کھلی دلیل ہے کہ قرآن خدا کے پاس سے آیا ہے پھر اِن سب نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور آپ کا حکم ماننے کے لیے گردن جھکا دی اور اُنہیں سے ایک گروہ ایسا تھا جو بات کو خوب پرکھتا تھا اور کلام کے بُرے اور بھلے مضمون کی اُسے خوب شناخت تھی اور اُسکے عجیب اور عمدہ اسلوب سے خوب واقف تھا پس جب اُن لوگوں نے قرآن میں انصاف کی نظر سے تامل شروع کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ اُسمیں اعلےٰ درجہ کی خصوصیتیں موجود ہیں جو عقل کے نزدیک کسی کلام میں ہرگز نہیں پائی جا سکتیں گو اُسکا بنانے والا نہایت کامل اور بڑا تاریخ داں اور تمام علوم و فنون کا پورا ماہر اور حکیم اور سیاسیات پر پورے طور سے حاوی ہی کیوں نہو اور اسنے اِس بات کا اہتمام بھی کیا ہو کہ اُسکے مضامین میں کہیں مخالفت اور مناقضت نہونے پائے اور عرب کے سارے اسلوب سے اُسکا طرز نرالا اور انوکھا ہو ہاں البتہ جب اِسکا قائل خدا کو مانا جاوے جو اِن سب باتوں کو جس کلام میں چاہے جمع کر دینے پر بخوبی قادر ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اُنکے اِس خیال کی یہ وجہ ہوئی کہ اُنھوں نے دیکھا کہ قرآن آئندہ کے واقعات کی من وعن خبر دیتا ہے جیسا کہ اُسمیں یہ خبر دی گئی کہ کسی نہ کسی دن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی مکہ میں امن و امان جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پہلے لوگوں کے حالات اور متقدمین کے واقعات اِس طرح بیان کرتا ہے گویا کوئی اُس موقع پر موجود تھا اور آنکھوں دیکھی باتیں سُنا رہا ہے اور وہ لوگوں کے دل کی بات صاف صاف بتا دیتا ہے جیسا کہ اُن واقعات سے ظاہر ہے جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں اور آپ کے دشمنوں کو پیش آئے چنانچہ اُنکا حال حدیث و تفسیر کی کتابوں میں مشرح طور پر موجود ہے اور وہ اتنے بیشمار مضامین پر مشتمل ہے کہ اُسکی نسبت یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ اُسنے متقدمین اور متاخرین کے علوم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا کہیں نہ کہیں یا تو صراحتاً اُسکا ذکر آ گیا یا کسی عجیب و غریب اسلوب سے جو بالکل بے لوث ہو اُسکی طرف اشارہ کر دیا ہے اُسکے مضامین کی بہت مختصر فہرست سے آپ کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائیگا لیجیئے سُنیئے اُسمیں گذشتہ اور آیندہ لوگوں کی خبریں ہیں طرح طرح کے احکام ہیں نصیحتیں ہیں لوگوں کے سمجھانے کے لیئے مثلیں بیان کی گئی ہیں اخلاق اور آداب کا ذکر کیا گیا ہے نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے بُری باتوں سے خوف دلایا ہے نیکوں کی تعریف کی ہے نافرمانوں کی مذمت بیان کی ہے بُری خصلتوں اور کمینگی سے بچایا چاہا ہے انتظام ملکی کی تدبیر سکھائی ہے دوستوں کی رعایات کرنے اور دشمنوں کو دفع کرنے اور اُنسے گفتگو کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہدایت کی ہے خدا کا وجود اُسکی وحدانیت اور حشر و نشر کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور سارے شکوک اور شبہات کا معقول جواب دیا ہے اور جنت اور اُسکے ساکنین کا حال کہہ سنایا ہے جہنم اور اُسکی ہولوں سے مطلع کر دیا ہے اُس میں عالم سماوات اور اُسکے سوا جو کچھ عالم علوی میں آثار قدرت اور عجائبات مثل ستاروں بارش بادل رعد اور برق وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اُسکا تذکرہ ہے اِسی طرح زمین اور عالم سفلی کی چیزیں خواہ وہ میدان پہاڑ دریا چشموں اور نہروں کے قبیل سے ہوں یا نباتات حیوانات پھل پھول درخت چرند پرند تاریکی اور روشنی ہیں اُنکا شمار ہو اُس میں مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اُسمیں سبھی کچھ ہے اور پھر اُسکا طرز بیان ایسا انوکھا ہے کہ کوئی شبہہ کر ہی نہیں سکتا کہ کسی دوسرے کی پیروی کی گئی ہے کیونکہ نہ اُسمیں عربی قصیدوں کا خاکہ اُتارنے کی کوشش کی ہے نہ اُنکے بلیغ خطبوں کا طرز

ف
ایک فرد کا قرآن کے غیبات پر مشتمل ہونے اور مختلف آداب و اخلاق پر حاوی ہونے سے اسکی حقانیت پر استدلال

ف
مضامین قرآن کی مختصر فہرست ۱۲

اختیار کیا ہے اور اُسپر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ دلکش شیریں اور پیارا کلام ہے اور کانوں کو تو اُسکے ساتھ کچھ ایسی اُلفت معلوم ہوتی ہے کہ جوں جوں سُنیئے قند مکرر کا مزہ آتا ہے اور اُسے کوئی کیوں نہ پڑہے لیکن اُسکی قدر و قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجاوے اور ہاں خدا اگر سمجھ دے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہوگئی ہونگی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا اتفاقیہ جمع ہوجانا ہرگز نہیں آتا پس جب اُن لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو بول اُٹھے کہ سارے آدمی مل کیوں نہ جائیں لیکن یہ کلام بنانا اُنکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عادۃً محال ہے کہ ایسا کلام کوئی بڑا بھاری عالم نہایت ہی ماہر فلسفی بڑا ایاز[?] داں اور امور مملکت میں اعلٰے درجہ کا مدبر بھی بنا سکے اور جب یہ ٹھہری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ان پڑھے لکھے شخص کا ایسے کلام کو لانا اس بات کی کھلی کھلی دلیل ہے کہ خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس ہمنے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بنگئے۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ وہ فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اُس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کرکے سمجھتا کہ اتنی صفات آدمی کے کئے نہیں جمع ہوسکتیں اسلئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن اُن لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ محمد علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعوےٰ کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے بتلایا اور اُسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کرکے کھلے خزانہ یہ ظاہر کردیا کہ اِسکی مثل کوئی نہیں لاسکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کرکے اُنکے بر سر بازار لتے لیے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت میں اُنکا نمبر بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اُسکے مقابلہ سے اُنھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کرلیا اور اپنے آبائی مذہب اور قدیم رسموں کو چھوڑ بیٹھے اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے پیچھے ایسی راہ اختیار کرلی کہ اگر اُنھیں آپ کی رسالت کا یقین کامل نہوتا تو اُنھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گذار نظر آتا اور نیز اُنھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کھرے کی اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ اُنھوں نے اس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا کے پاس سے نہوتا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر اسکا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اِس بنا پر اُنھوں نے محمد صلعم کی تصدیق کی اور اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہوگئے۔ اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ گو وہ فصحا و بلغا کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے مسلم الثبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے اُنکی ہمت پست ہوگئی اور اُسکے مقابلہ سے اُنھیں جان چرانے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کرکے اُنکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جلسہ خاص کیا مجمع عام دونوں میں پکار پکار کر غیرت دلاتے رہے کہ کسی طرح ایسا کلام لے آؤ اُسنے یہ تو نہو سکا ضد کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہوگئے اور یہ گوارا کرلیا کہ اُنکی خونریزی کیجائے اُنکا مال لوٹ لیا جائے اُنکے بال بچے قید کرلیے جائیں اُنکے گھر بار اُجاڑے جائیں اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھو تو سہی کہ اگر اُنکی وسعت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا سکتے تو بنا نہ لاتے اور اِس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے بٹھلائے اپنے کو مصیبت میں پھنساتے یہ تو بڑی آسان بات تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہدیتے کہ لیجیے صاحب ہمنے آپ کے قرآن کا مقابلہ کرلیا اور آپ کی دلیل باطل کردی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لاسکتے دیکھو کیسے

ف

تیسرا فرقہ جسنے فصحا و بلغا اور مضمون شناس فرقہ کی شہادت کا اعتبار کرکے آپ کی تصدیق کی اور نیز اُسکو اسنے دلیل ٹھہرایا کہ بہتیرے فصحا و بلغا باوجود مصیبت میں پڑنے کے قرآن کا مثل نہ لاسکے۔

بنا لائے اور یہ بات کھل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُنسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا ایسا تو کیا اُسکے قریب قریب بھی اگر کوئی کلام کبھی لائے ہوتے تو بھلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنے طرفداروں کے ہونے پر بھی ہم تک خبر نہ پہنچتی لوگ اُسے ضرور نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی ہجو کی آپ پر اتہام باندھا آپ کے ساتھ سفاہت اور درشتی سے پیش آئے آپ کے متبع شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی بڑی مصیبت میں کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرۂ عظیم میں ڈالتے کچھ نا سمجھ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پھر بھلا اُنکی عقلیں ایسے آسان رستے کو چھوڑ کر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کرنے کی کیوں اجازت دیتیں علاوہ بریں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا بس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان و مال اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو پسند کریگا ہاں جب اور کچھ بن ہی نہ پڑے تو بیشک ایسا ہی کرے گا بقول شخصے ؎ وقت ضرورت چو نماند گریز ٭ دست بگیرد سر شمشیر تیز ٭ پس یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ تھے تو اپنے کو آفت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہوگئے بس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور اُنکی ہٹ دھرمی نے جس سے وہ بدبخت ہو رہے تھے اس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔

پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھکر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو بڑا فصیح و بلیغ تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کاہلی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے آخر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی صفات کمالیہ موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہوسکتیں اور یہ کہکر سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچھ بھی کلام نہ تھا اُسنے اپنے کو عاجز پاکر قرآن کے معارضہ سے تو کنارہ کشی کی اور تعصب نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی آخر کو مجبور ہوکر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہو نہ ہو محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور اُن تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے اب میں کچھ کہتا ہوں اُسے بھی سُن لیجیے اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جاحظ رحمہ اللہ نے جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے اُسی طرز پر اس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا۔ چونکہ اُنکا کلام جی کو لگتا ہوا ہے اور اُس سے سارے شبہے دفع ہو جاتے ہیں تو اس موقع پر اُسکا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس زمانہ میں بھیجا جبکہ عرب کی شاعری اور خطبہ گوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچھ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساز و سامان سے درست تھے پس آپ نے تشریف لاکر اُنکے ادنےٰ اور اعلےٰ کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور دلیلیں قائم کر کے اپنا دعوےٰ ثابت کر دیا اور سارے شبہے دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقفی کے عذر کرنے کا کوئی موقع نہ چھوڑا اب اُنکا اعراض کرنا محض ہوا و ہوس یا ناحق طرفداری کی وجہ سے رہگیا اور پھر آپس میں لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے عالم اور فاضل اور کنبے والوں کو قتل کیا اور آپ اُنسے رات دن یہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اس قرآن کی سی ایک سورۃ یا چند آیتوں ہی کی مثل کیوں نہیں لے آتے اور آپ جب کبھی اس طرح انہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُنسے بیان

قرآن کی حقانیت پر جاحظ کا استدلال

نہیں کیجاتی تھی یہ حیلہ کیا کرتے تھے کہ صاحب آپ کو تو امتوں کے حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے نہیں پھر اگر آپ نے ایسا کلام بنا لیا
اور ہم نہ بنا سکے تو کمال کیا ہوا تو آپنے فرمایا اچھا اپنے جی سے کچھ بنا کر لے آؤ اسپر بھی نہ کسی خطیب نے ارادہ کیا نہ کسی شاعر نے ہمت باندھی
اگر کوئی ہمت کرتا تو کچھ تو دکھلائی دیتا اور پھر اسکی طرف داری کرنے والے بہتیرے کھڑے ہو جاتے اور ضرور شور مچ جاتا کہ لیجیئے قرآن
کا مقابلہ کر لیا اور ویسا کلام بنگیا پس اس دانشمند نے ان سب باتوں سے قوم عرب کا عجز سمجھ لیا اور یہی انکے عاجز ہونے کی دلیل ٹھہرائی
کیونکہ جب انہیں سے بہتیرے آپ کے ساتھیوں کی ہجو کرتے تھے مسلمان شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انہیں
ذرا بھی دقت نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر یہ کیا مشکل امر تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ لکھ لاتے ایک چھوٹی سی سورت یا چند آیتوں میں
تو قصہ پاک ہونا تھا اتنے ہی میں تو آپ کا دعوے باطل ہوتا تھا اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑتا تھا آپ کی جمعیت منتشر کرنے کے لیے
اس سے سریع الاثر تو کوئی نسخہ ہی نہ تھا اسکی کیا ضرورت تھی کہ اپنی جان و مال کو معرض ہلاکت میں ڈالیں اور گھر بار چھوڑ کر
مارے مارے پھریں قریش تو قریش وہ تو بڑے فصیح و بلیغ تھے انکے چھوٹے چھوٹے قبیلوں پر بھی یہ امر دشوار نہ تھا اگر انکے
اختیار میں ہوتا تو یہ کونسی بڑی بات تھی آخر بڑے عجیب و غریب قصیدے نہایت طویل و عریض خطبے خلاصہ یہ کہ انکا ہر طرح کا نظم و نثر
کلام مشہور ہی تھا پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایسی ظاہر بات کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتی اور قرآن کے مقابلہ سے انکا عجز بیان کر کے لعن
وطعن کرنے پر بھی انھیں غیرت نہ معلوم ہوتی اور وہ چپ چاپ بیٹھے سنا کرتے اور پھر انکا حال یہ کہ اپنی آن بان میں بڑے کڑے
تھے اور دنیا بھر سے زیادہ فخر کرتے تھے خصوصاً کلام کی فصاحت و بلاغت پر تو انکو ناز تھا اور بجا تھا پس جس طرح کہ یہ بات محال
ہے کہ تیئیس۲۳ برس تک انھیں ایسے ظاہر اور کثیر المنفعت امر کی خبر نہوئی اور غلطی میں پڑے رہے اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جان
بوجھ کر اس سے پہلو تہی کرتے اور قرآن کے مثل بنانے پر قادر ہونے کی صورت میں بھی کچھ نہ بنا لاتے حالانکہ اس سے کہیں زیادہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوشش کیا کرتے تھے اور انہیں سے ایک اور گروہ تھا جس میں اکثر ایسے ہی لوگ تھے
جو نہ فصاحت و بلاغت میں بصیرت رکھتے تھے اور نہ قرآن کے عمدہ صفات کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں
جمع کر سکتا اور نہ انھوں نے اسکا خیال کیا تھا کہ یہ دونوں فرقے قرآن کے مقابلہ سے اپنے عجز کا اقرار کر چکے ہیں اور بعضے عجز کیوجہ
سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں انکی بڑی توجہ عالم طبیعات اور قوانین قدرت کی جانب مصروف تھی جن کے موافق عالم کا
کارخانہ چل رہا ہے اور وہ جانتے تھے کہ ان قوانین کے خلاف عمل درآمد کرنے پر کوئی آدمی قادر نہیں ہے پس وہ کہنے لگے کہ آؤ محمد
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم ایسی باتیں طلب کریں جن سے قوانین قدرت ٹوٹ جائیں یعنے اس عالم میں جو خدا کی عام طور پر عادت جاری
ہے اسکے خلاف لازم آئے پس یہ اگر ایسا کریں گے تو بیشک سچے ہوں گے کیونکہ جب ہماری طلب کے موافق کوئی امر خارق عادت
ان سے ظاہر ہو گا تو ہم سمجھ لینگے کہ اللہ تعالے نے آپکے دعوے رسالت کی تصدیق کے لیئے عادت کے خلاف کر دیا اور یہ امر
خدا کے اس قول کے قایم مقام ہو جائے گا کہ جو بات محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں انھیں سچا سمجھو آپ اسے اسطرح سمجھیے کہ اگر
کوئی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر حاضرین سے یہ کہنے لگے کہ یہ بادشاہ تمھیں میری اطاعت کا حکم دیتا ہے اور لوگ کہیں کہ ہم تو جب
جانیں کہ بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھکر فلاں جگہ جا بیٹھے اور فرض کیجیے کہ بادشاہ یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھکر اسجگہ جا بیٹھے پھر اسی طرح
انھوں نے کسی دوسری بات کی اس شخص کی تصدیق کے لیے درخواست کی مثلاً وہ یہ کہ بادشاہ اپنے سر کا تاج ذرا دیر کے لیے کسی

ف چوتھا فرقہ جسنے معجزات طلب کیے اور امور خارق عادت سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا ۱۲

دوسرے شخص کو پہنا دے یا چھ سات قدم چلکر پھر اپنی جگہ بیٹھ جاوے اور بادشاہ نے یہ بھی کر دیا اب اس صورت میں کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ اُن لوگوں کے کلام کو سُنتے ہی بادشاہ کا ایسے افعال کر دکھانا ہرگز اتفاقی نہیں ہے بلکہ اُسکے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میں تم سب کو اس شخص کی اطاعت کا حکم کرتا ہوں اور جو کوئی اس بات کے اتفاقی ہونے کا قائل ہوگا تو لوگ ضرور اُسے احمق خیال کرینگے پس وہ لوگ یہ منصوبہ باندھ کر کہنے لگے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طلب کے موافق خلاف عادت باتیں ظاہر نہ کریں گے تو یہ اُنکی کذب کی دلیل ہوگی اور ہم سمجھیں گے کہ خدا نے اُنھیں جھوٹا کر دیا پس وہ ایسی باتیں آپ سے طلب کرنے لگے جو اس عالم میں عادت مستمرہ کے خلاف تھیں پس بعضوں نے آپ سے چاہا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں چنانچہ آپنے اُنکے کہنے کے موافق اُسے بھی کر دکھایا اور فقط حاضرین ہی نے نہیں بلکہ اُن سب لوگوں نے بھی جو کہیں دور سے آرہے تھے اور اُنکا افق وہاں کے لوگوں کے موافق تھا اپنی کھلی آنکھوں سے اُسے دیکھ لیا اور اگر اس بات کی خبر دی کہ تم لوگوں کی طرح ہمنے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ایسا ہی سمجھیے جس طرح زلزلہ کے وقت اکثر بڑے بڑے پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور وہ خطہ کا خطہ تہ و بالا ہو جاتا ہے یا جس طرح بعض حال کے سائنس جاننے والوں کا خیال ہے کہ زمین اور اسی طرح اور ستارے آفتاب سے جدا ہوئے ہیں اور پھر ایک نہ ایک دن آفتاب سے جا ملیں گے اور یہ سب کچھ عقل کے نزدیک خواہ اُسکے لیے کوئی ظاہری سبب ٹھہرائے یا نہ ٹھہرائے ممکن اور خدا کی قدرت میں داخل ہے اگرچہ ہوتا نہیں ہے اور عادت کے خلاف ہے اور طرح طرح کے کام کرنے کے لیے جو طول زمانہ کو زیادتی قوت کے عوض بننے کے لیے لازم قرار دیا ہے وہ صرف قوت ناقصہ یعنے مخلوقات کی قوت کے لیے شرط ہے خدا کی کامل قوت کے واسطے شرط نہیں اور خدا نے اپنے عجیب و غریب کاموں میں یہ زمانہ اور اسباب اسلیے مقرر کیے ہیں کہ ذرا عقلمندوں کی آزمایش کرے اور بہکنے والے بہک جائیں اور دوسروں کی امر واقعی تک رسائی ہو جاوے اور بعضوں نے یہ طلب کیا کہ آپ کی طرف درخت دوڑنے لگے آپسے باتیں کرے اور آپ کی رسالت کی شہادت دے آپنے اُسے بھی کر دیا اور بعضوں نے سوسمار کے بولنے کی درخواست کی اور کہا کہ یہ بھی آپ کی رسالت کی شہادت دے تو ہم جانیں آپنے اُنکی یہ درخواست بھی پوری کر دی ان چیزوں کا بول اُٹھنا محال نہ سمجھیے کیونکہ اگر حیات ادراک اور آلات نطق وغیرہ کو بولنے کے لیے شروط عادیہ میں سے شمار کیا جائے یعنے بغیر اُنکے کبھی بولنا ممکن ہے تب تو ظاہر ہے کہ خدا نے کلام پیدا کر دیا ہو اور اُسے صادر ہوگیا ہو اور اگر ان چیزوں کو بالفرض لازمی شرط بھی قرار دیا جائے جیسا کہ بعض کا گمان ہے تب بھی کچھ مشکل نہیں اسلیے کہ خدا اُن شرطوں کو بھی پیدا کر سکتا ہے اور اُسکی قدرت سے باہر نہیں ہیں اور بعضوں نے یہ دیکھا کہ جب آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہوگیا اور اُنھوں نے آپ سے پانی کی درخواست کی تو آپ نے تھوڑے سے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالدیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے یعنے گھائیوں سے کثیر پانی جوش مار کر نکلنا شروع ہوا یہانتک کہ جماعت کثیر اُس سے سیراب ہوگئی اور اُن سب کے لیے پانی کافی ہوگیا۔ اور یہ بات بھی کچھ ممتنع نہیں اسطرح ہوسکتی ہے کہ خدا نے پانی کی ایک مقدار پیدا کر دی ہو جو اُس تھوڑے پانی سے ملگئی ہو اور لوگوں کو نظر آیا ہو کہ انگلیوں کے بیچ سے پانی نکل رہا ہے اسلیے کہ خدا نے وہیں اتنا پانی پیدا کر دیا اور پیدا کرنیوالا تو خدا ہے وہی سب کچھ پیدا کرتا ہے اسمیں تعجب کی کونسی بات ہے اور علاوہ اسکے جب ہوا کو پانی سے منقلب کر دینا

ف معجزہ شق القمر

ف آپکی رسالت پر درخت کا شہادت دینا ۱۲

ف سوسمار کا شہادت دینا ۱۲

ف آپکی انگلیوں کی گھائیوں سے پانی کا جوش مارنا ۱۲

عہ چنانچہ آلہ فونوگراف میں سے بعینہ انسان کی آواز نکلتی ہے حالانکہ اُسکے زبان وغیرہ آلات نہیں ہیں ۱۲ مترجم

علم کیمیا دیعنے کیمسٹری جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیمیا اور کیمیا داں سبھی
کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور اِسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہمکو معتبر ذریعہ
سے خبر پہنچی ہے اگرچہ اُنمیں ایسی خبریں بھی ہیں کہ تنہا حد تواتر کو نہیں پہنچیں لیکن اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ سب مِل ملاکر تواتر کے
مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خوارق عادات کا صادر
ہونا اجمالاً متواتر ہی ہے اور ایسے تواتر کو تواتر معنوی کہتے ہیں جسکے معتبر ہونے پر محققین عقلاء کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی
کرسکتا ہے جسکو بدیہی باتوں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی وقعت ثابت کرنے کی غرض سے بیدھڑک
بدیہیات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اِس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادات اور اُن قوانین کے خلاف
کر دکھایا جنکے خلاف کرنے پر سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں ہے تو اُنھیں یقین ہو گیا کہ ہو نہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے
آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرادی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کرلی اور آپ کی رسالت کے معتقد ہو گئے آپ اسکو
خوب سمجھ لیجئے کہ ایسے معجزات صرف اُنھیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جنکے افہام معجزات ادبیہ کے سمجھنے سے قاصر
ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سمجھ داروں کے لیے تو معجزات ادبیہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اُنکا کچھ
تو ذکر ہو بھی چکا ہے اور آیندہ بھی اُنکا بیان آئیگا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور ظاہر کیا ہے
کہ خدا کے پاس سے ہونے کی اسمیں فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور جہاں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متقدمین کی کتابوں میں
جو علامتیں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور ہمیں اُن لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادبیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ اُمید ہے
اِس خیال سے کہ یہ اُنکے اُن علوم کے مخالف ہیں جنکو اُنھوں نے اپنے اسکولوں میں حاصل کیا ہے اور اُنکی عقلیں اُنھیں قبول
نہیں کرتیں دھوکے میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ اُنکی شان کے لحاظ سے حق اور
اور اُنکی حزم واحتیاط کے مناسب تو یہ امر ہے کہ ان خوارق کو اُنھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنھیں معجزات ادبیہ کے
ادراک کا سلیقہ نہیں اور خود ایسی اشیاء اختیار کریں جنھیں اُنکی عقلیں قبول کرتی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو اُنکی عقلوں
میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل اور عقل کا جامع ہو اور تاویل کرکے دونوں کو موافق بنائیں
جیسا کہ آیندہ ذکر ہوگا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز اُنکے یہاں منقول ہو اور بظاہر یقینی دلیل کے خلاف ہو
تو اسمیں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو اُنکی حالت اُس شخص کی مثل ہو جائے گی جو دن دوپہر آفتاب کو دیکھ رہا ہے
اور گمان کرے کہ اِسوقت رات موجود ہے اسلیے کہ اُسکو یہ خیال بندھ گیا ہے کہ کسی نکلے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے
پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو یعنے آفتاب جو صاف نظر آرہا ہے چھوڑ دے اور اِس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں پتہ
بھی نہیں لے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اُسکو موجود سمجھنے میں بسا اوقات
غلطی کرسکتا ہے ایسی حالت میں چاہیے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اُسکو یقین بھی ہوتا ہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور
کرے اور اِس آفتاب درخشاں کو جو دن کے وجود کی کھلی دلیل ہے مہمل نہ جانے دے اصل یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے
اُسی کو راہ راست دکھاتا ہے اور اُنھیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالے نے گذشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا

اور انکی شریعت اُنکے زمانہ کے مناسب اور ہماری اصلاح کی پوری پوری ذمہ دار تھی وہ خود بھی کہتے تھے اور انکی باتوں سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالے کچھ زمانہ کے بعد تمام لوگوں کی طرف ایک رسول بھیجیگا اُسکی شریعت بھی اُسکے زمانہ کے مناسب اور مضامینِ اصلاح پر کافی طور سے حاوی ہوگی اور اُس رسول میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی جنمیں سے بہت سی علامتیں ابتک بھی اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو اُن رسولوں کی جانب منسوب ہیں پس آؤ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور کریں اگر اُنکی شریعت اُن رسولوں کے کہنے کے موافق ہوگی اور اُنمیں اُنکی بتلائی ہوئی علامتیں بھی موجود ہوں گی تو ہم یقیناً سمجھ لینگے کہ یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اگر یہ بات نہ نکلی تو اُنکے دعوے کو الگ کرینگے اور اُنکی بات بھی نہ سنیں گے اِسکے بعد جب اُن لوگوں نے آپ کے سارے احوال میں غور کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ آپ کی شریعت جیسا کہ چاہیئے اُسی طرح لوگوں کی اصلاح کی کفیل ہے (جیسا کہ آپ کو اِسکے بعد والے فرقہ کے بیان میں معلوم ہوگا) اور اُن لوگوں نے ایمیں اُن رسولوں کی بتلائی ہوئی علامتیں بالکل صاف طور پر دیکھیں جنکے پائے جانے میں اُس شخص کو تو ذرا بھی شک نہیں رہ سکتا جو اپنے تعصب کو چھوڑ دے اور واہی تباہی تاویلوں کے درپے نہو اور وہ چاہتا ہو کہ حق بات واضح ہوجائے اور انجام بد سے اُسے نجات ملے اور اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اِس مقصد میں اپنی قوم کی ملامت اور لعن وطعن کی ذرا بھی پروا نہ رکھتا ہو اور یہ علامتیں اُن کتابوں میں آجتک برابر ملتی چلی آئی ہیں اب لیجئے اُنکی تفصیل سنیئے اوّل تو یہ کہ اشعیا علیہ السلام نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کنایہ کیا تھا آپ پر منطبق ہوگیا اشعیاؑ کا قول یہ ہے (۱) بیشک رب فاران کے پہاڑوں سے ظاہر ہوا اور ہزاروں پاک لوگ اُسکے ہمراہ ہیں اور اُسکی آنکھ میں آتشی طرز ہے اور یہ کنایہ ایسا ہی ہے جس طرح اشعیا کے کلام میں سینا (طور سینین) سے رب کی آمد" موسےٰ علیہ السلام سے کنایہ ہے اور رب کا ساعیر میں روشن ہونا" عیسے علیہ السلام سے کنایہ ہے اب آپ کے اوپر اشعیاؑ کے قول کا انطباق دیکھیئے کیسا صاف ہے کیونکہ فاران کے پہاڑ سے مراد مکہ ہے جیسا کہ سفر تکوین میں حالات اسمٰعیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ وہ فاران میں رہتے تھے (۲) اور اُنکا (اشعیا کا) یہ قول کہ ہزاروں پاک لوگ اُسکے ساتھ ہیں" آپ کے ساتھ والوں سے کنایہ ہے جو تمام عیبوں سے پاک تھے جیسا کہ لوگوں نے اُنھیں مشاہدہ کیا ہے (۳) اور اُنکا یہ قول کہ اُسکی آنکھ میں آتشی طرز ہے" آپ کی شریعت میں جہاد کے مشروع ہونے سے کنایہ ہے اور آپ پر جو کچھ تنبیہ میں ہے وہ بھی صادق آتا ہے یعنے (۴) رب اُسکو اُنکے (یعنے بنی اسرائیل) بھائیوں میں سے نبی بنا کر اُٹھا کھڑا کریگا" اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی

عــہ یہاں یہ شبہ نکرنا چاہیئے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل کے مثل بنی عیص اور بنی ابنائے ابراہیم بھی ٹھیر سکتے ہیں پس اُس نبی کی تخصیص بنی اسمٰعیل ہی میں پیدا ہونے کی کیا دلیل ہے کیونکہ تخصیص دوسری آیات سے ہوگئی ہے بنو عیص اِس عموم سے بوجہ مبغوضیت اور منافی بغض و حب کے خارج ہوے اور سند مبغوضیت کے پولس کا قول ہے رومیوں کا نواں خط درس ۱۳ جیسا لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیص سے عداوت اور نیز اسوجہ سے کہ عیص نے اپنے حصہ ہونے کو جو بوجہ بڑائی کے اُنکو حاصل تھا یعقوبؑ کے ہاتھ بیچ ڈالا سند اِسکی کتاب پیدایش باب ۲۵ درس ۳۱ تب یعقوب نے کہا آج ہی اپنے پہلوٹھے ہونیکا حق میرے ہاتھ بیچ درس ۳۲ عیسو (عیص) نے کہا دیکھ میں تو مرنے جاتا ہوں پہلوٹھا ہونا میرے کس کام آئیگا. درس ۳۳ تب یعقوب نے کہا آج ہی مجھ پاس قسم کھا اُسنے اُس پاس قسم کھائی اور اُسنے اپنے پہلوٹھے ہونیکا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا اور نیز اسلیے کہ یعقوب علیہ السلام نے عیص علیہ السلام سے عیص علیہ السلام کا مابقی حق بھی اسحٰق علیہ السلام سے لے لیا اور سند اِسکی وہ قصہ ہے جو کتاب پیدایش باب ۲۷ میں پہلے درس سے لیکر ۴۰ درس تک مذکور ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیص علیہ السلام سے کہا کہ تو میرے لیے شکار کرلا اور مجھے لذیذ کھانے کھلا تاکہ میں تجھے برکت بخشوں

بنی اسمٰعیل ہی ہیں (۵) اور یہ کہ آپ موسٰے علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنے شریعت اور مشروعیت احکام اور جہاد کے اعتبار سے اُنکی طرح ہیں
(۶) اور یہ کہ خدا کا کلام اُنکے مُنہ میں رکھا گیا ہے" اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں اِسکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ
پر صادق آتا ہے یعنے (۷) آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف
کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے متبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۸) اور یہ کہ آپ عیسٰے علیہ السلام کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائینگے" اور وہ
باتیں توحید اور ایمان اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم اور آخرت کی ترغیب دینا ہیں (۹) اور یہ کہ آپ عیسٰے علیہ السلام کے لیے شہادت
دینگے یعنے اُنکی نبوت و رسالت اور لوگوں کے افترا سے اُنکی برات کے شاہد بنینگے (۱۰) اور یہ کہ آپ جبتک کہ عیسٰے تشریف نہ
لیجائینگے تشریف فرما نہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۱۱) اور یہ کہ گناہوں پر لوگوں کو سرزنش کرینگے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہر خطا
کار اور گناہ کرنیوالے کو سرزنش کرتے ہیں اور جو کچھ مزامیر میں (در زبور) ہے وہ بھی آپ پر منطبق ہے (۱۲) اور یہ کہ آپ خوبرو ہوں گے چنانچہ
آپ اعلےٰ درجہ کا حسن رکھتے تھے (۱۳) اور یہ کہ حکمت آپ کے لبوں سے ٹپکتی ہوگی" اور یہ بات آپ کے قرآن جسکی آپ تلاوت
فرماتے تھے اور آپ کی معارف و حکم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے (۱۴) اور یہ کہ آپ تلوار لٹکائے ہوں گے" چنانچہ آپ اعداء دین
کے ساتھ لڑائی میں برابر لگے رہے (۱۵) اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے" پس ظاہر ہے کہ آپ قوت دلیل انتظام ملکی اور قوت جسمانی
ہر اعتبار سے قوی تھے یہانتک کہ آپ نے اپنی جسمی قوت سے بڑے بڑے پہلوانان عرب کو گرا دیا اور یہ کہ آپ (۱۶) حق کے پیرو (۱۷)
طبیعت کو قابو میں رکھنے والے (۱۸) اور راستباز ہوں گے چنانچہ یہ تینوں باتیں آپ میں واضح طور پر موجود تھیں (۱۹) اور یہ کہ تیراندازی
آپ کا طریق ہوگا چنانچہ دشمنوں کے لیے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا سامان تیراندازی سے طیار رہنا مشہور بات ہے اور آپ کی شریعت
میں لوگوں کو حکم ہے کہ تیراندازی سیکھیں اور اگر کوئی سیکھ کر بھولجائے تو وہ گنہگار سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ (۲۰) زمین کا بہت بڑا حصہ آپکے
تحت تصرف میں ہوگا چنانچہ آپ قریب قریب تمام ملک عرب پر قابض تھے (۲۱) اور یہ کہ آپ خیر دوست (۲۲) اور گناہ سے بیزار ہونیوالے
ہوں گے چنانچہ یہ دونوں باتیں بھی آپ میں ایسے کھلے طور پر ثابت ہیں جنکا آپ کے دشمن بھی اقرار کرتے ہیں (۲۳) اور یہ کہ شہزادیاں آپکی
خدمت کرینگی پس یہ بھی ہولیا کیونکہ سرداران عرب کی لڑکیاں جو آپ کے پاس مقید کر کے لائی جاتی تھیں شہزادیوں سے کچھ کم نہ تھیں علاوہ
بریں صفیہ بنت اخطب جو ایک یہودی بادشاہ کی صاحبزادی تھیں آپ کی زوجہ ہی تھیں (۲۴) اور یہ کہ بادشاہوں کے یہاں سے آپکے
پاس ہدیے آئینگے" چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور مقوقس شاہ مصر وغیرہ نے آپ کے پاس ہدیے بھیجے (۲۵) اور یہ کہ مالدار بھی آپ کی
اطاعت کرینگے اور اِسکے مصداق اُمت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں
(۲۶) اشعیا میں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی" شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ
اِس نماز کے مشابہ شرایع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۷) آپ اِس نماز کو علے العموم بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پر بھی واجب
کرینگے حتےٰ کہ جزائر اور بیابانوں میں بسنے والے بھی اِس سے مستثنےٰ نہوں گے" پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز ہی
کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنےٰ نہیں (۲۸) اور یہ کہ بیابان یعنے وہ مقامات جنمیں قیدار سکونت پذیر تھے آپ کے ذکر سے گونج
اُٹھے گا" اور قیدار اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی یعنے محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلۂ نسب اسمٰعیل
علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جنکی ہر ہر کوچہ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۲۹) اِسی

یہ کہ سلع[ع] کے بسنے والے آپ کا گیت گائینگے پس یہ لوگ آپکے اُمتی ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلند مقامات میں ہر وقت باواز بلند نماز یا اذان میں آپ کا ذکر کیا کرتے ہیں (۳۰) اور یہ کہ وہ[س] سلع کے بسنے والے آپ کی ثنا خوانی کرینگے اور یہ رات و دن میں پانچ وقت کی اذان ہے جسمیں آپ کا نام مبارک لیا جاتا ہے اور آپ کی رسالت کی شہادت دیجاتی ہے (۳۱) اور یہ کہ رب بہادر کی طرح نکلے گا اور یہ جہاد سے کنایہ ہے جو آپ کی شریعت میں مشروع ہے اور چونکہ جہاد میں نیت کے خالص رکھنے کی بڑی سخت تاکید ہے یہانتک کہ جہاد کی تعریف میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ جہاد محض اعزاز دین کے لیے دشمن سے لڑنیکا نام ہے تو اب اگر "رب کے بہادر کی طرح نکلنے" سے جہاد سے کنایہ کیا جائے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے (۳۲) اور یہ کہ اندھوں کو آپ ایسی راہ میں لے چلیں گے جس سے وہ محض ناواقف ہوں گے اور یہ دین کے بارے میں زمانہ بھر سے جاہل تر عرب کی قوم تھی جسکو آپ دین کی ایسی راہ پر لیچلے ہیں جسکی اسے خبر بھی نہ تھی (۳۳) اور یہ کہ آپ بتوں اور تراشی ہوئی ہیکلوں کے پوجنے والوں کی بیعزتی کرینگے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایسوں پر آپ خدا کی ساری مخلوق سے زیادہ تر سخت ہیں اور آپ کا سارا قرآن انکی عقلوں کی سفاہت کے اظہار اور انکے بتوں کی طعن و تشنیع سے بھرا ہوا ہے اور اِس قسم کے بیشمار مضامین اسمیں موجود ہیں (۳۴) اور یہ کہ آپ بڑے لڑنیوالے ہوں گے جو مشرکوں کے ہلاک کرنیکے لیے پیدا کیے گئے اور آپ پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو متی میں ہے (۳۵) اور یہ کہ آپ کی مثال اُس پتھر کی سی ہے جسے معماروں نے رد کیا اور وہ کونے کا سرا ہو گیا یعنے آپ محافظ قصر نبوت ہیں

ع[ع] سلع مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور اُسی پہاڑ کی جانب غزوۂ خندق میں جسکا ذکر بشارات بیل سے بیان غزوات میں انشاء اللہ آئیگا خندق کہدی تھی اور یہ پہاڑ مدینہ میں مشہور ہے مگر بنکیت خصم کے لیے سند بھی ضرور ہے قاموس کے باب العین فصل السین میں ہے وسلع جبل فی المدینۃ یعنے سلع ایک پہاڑ ہے مدینہ منورہ میں اور بخاری شریف کے باب الاستسقاء میں یہ حدیث منقول ہے عن انس بن مالک ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعۃ من باب کان نحو دار القضاء ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم یخطب فاستقبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قائما ثم قال یا رسول اللہ ہلکت الاموال وانقطع السبل فادع اللہ یغیثنا فرفع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدیہ ثم قال اللہم اغثنا اللہم اغثنا اللہم اغثنا قال انس لا واللہ ما نری فی السماء من سحاب ولا قزعۃ وما بیننا وبین سلع من بیت ولا دار الخ مجمع البحار میں اِس جملۂ ما بیننا وبین سلع پر لکھا ہے ہو بفتح السین وسکون اللام جبل بالمدینۃ ۱۲ براہین رحمیہ

ع[س] جناب مولوی رحم آلٰہی صاحب شاگرد جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اپنی کتاب براہین رحمیہ میں لکھا ہے کہ گیت سے مراد کلام الٰہی ہے اور یہ انکا محاورہ ہے کہ کلام الٰہی کو گیت کہتے ہیں چنانچہ اب بھی زبور کے ترجمہ کو بیبل میں گیت لکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی کلام الٰہی آپ پہ نازل ہوگا اور وہاں آپ ہجرت کرکے جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسکا تفصیلی بیان براہین رحمیہ میں دیکھیے ۱۲ مترجم

س[ه] براہین رحمیہ میں یہ بشارت اِس طرح ہے "سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے اور دیگری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کرینگے" ۱۲ مترجم

للعہ اِسکے تفصیلی بیان کا اگر شوق ہو تو براہین رحمیہ کو دیکھیے وہ بشارات کتب سابقہ کے باب میں نہایت عمدہ اور کافی کتاب ہے انصاف تو یہ ہے کہ شاید ایسی کتاب اِس بحث خاص میں اِس سے پیشتر اُردو میں نہیں لکھی گئی مولوی[له] صاحب موصوف نے خوب حق ادا کیا اور حجت ختم کردی ۱۲ مہتمم

له جناب مولوی رحم آلٰہی صاحب ساکن قصبہ منگلور
ضلع سہارنپور (یہی پتہ ہے)

اگرچہ اُنکو جنکی اولاد میں آپ ہیں بنی اسرائیل حقیر سمجھتے تھے اسلیئے کہ آپ ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور اُنکی اولاد میں اسمٰعیل کو بنی اسرائیل حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ کنیزک زادے ہیں اور خدا نے اُنھیں میں سے آپ کو نبی بنا دیا اور جو کچھ مشاہدات انجیل میں ہے وہ بھی آپ پر بخوبی صادق آتا ہے (۳۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرقوں پر ہوگی اور آپ لوہے کی چھڑی سے اُنکی نگہبانی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی ایسی حکومت ہو چکی ہے بڑی سے بڑی متکبر قومیں آپکے سامنے گردن جھکاتی تھیں اور لوہے کی چھڑی یہی آپ کی تلوار ہے جس سے آپ سرکشی کرنے والوں کو ڈانٹتے ڈپٹتے تھے (۳۷) اور جب ہم آپ کے لائے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہیں بتلاتا ہے اسلیئے اُسکو وہی صبح کا ستارہ سمجھنا چاہیئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور مزامیر میں یہ جو ہے کہ حبشہ آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا وہ بھی آپ پہ صادق ہے کیونکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین بن قربانیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے (۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرلی تھیں (۴۱) اور یہ کہ آپ مظلوم بیچاروں کو قوی لوگوں سے چھڑا دینے والے ہونگے کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظلم کرنے سے ہر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی یار و یاور نہ ہو (ظلم وغیرہ سے) چھڑا دینگے چنانچہ سب جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہوں گے جیسا کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو اُنسے نہایت محبت تھی یہانتک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنائے رکھ اور مرتے دم بھی مجھے مسکین ہی رکھیو اور قیامت میں بھی مجھے مسکینوں ہی کے زمرہ میں اُٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجتمندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جنکو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور دولتمندوں کو اس بات پر برانگیختہ کرنا مقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو قرض دے دلا کر اُنکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے بعض خطبوں میں یہانتک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پامال ہیں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سبا کا سونا جو یمن کے اطراف میں کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اُسکا خراج آیا کرتا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے لیے روزمرہ برکت کی دعا کیجائے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نمازوں میں مرتبے سے بھی کچھ زیادہ یہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنے اے نبی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازش اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے بھی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علے محمد وعلے آل محمد یعنے اے خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے کنبے والوں پر برکت نازل کر (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپنے نبوت کا دعوے کیا ہے اُس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سبزہ کی طرح روے زمین پر بڑھتے چلے جاتے ہیں جو مضمون اشعیا میں آپ کی نسبت واقع ہے وہ بھی بخوبی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ مؤید اور پسندیدہ ہوں گے اور اسکا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ دن بدن آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دین کو آپ خدا کا دین کہیں گے اُسکے اظہار میں نہ گھبرائینگے نہ اُکتائینگے اور اشعیا میں جو آپ کی نسبت جسمانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں بخوبی ظاہر تھیں (۵۰) یعنے کبوتر کے بیضہ کے برابر

آپ کے شانہ پہ شاہی مہر ہوگی اور آپ اُسکو مہر نبوت سے تعبیر فرماتے تھے (۵۱) اور یہ کہ آپ نئے نام سے پکارے جائیں گے چنانچہ آپ کا اسم مبارک محمد تہا کہ یہ نام آپ کے اجداد میں کسی کا بہی نہ ہوا تھا اسکے علاوہ آپ کا نام احمد بہی تہا اسکے ساتھ بہی آپ سے پہلے کوئی موسوم نہیں ہوا تہا (۵۲) اور یہ کہ خدا سے مشورہ کرینگے اسلیے کہ آپ دعوے سے کہتے تہے کہ میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی کے موافق نہیں کہا کرتا ہوں جو کچہ میں تم لوگوں کو تعلیم کرتا ہوں وہ خدا کے پاس سے وحی ہی آیا کرتی ہے (۵۳) اور یہ کہ تمام عالم کے آپ باپ ہوں گے اور یہ بات بھی کچہ جھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے متبعین آپ کی اطاعت کے اعتبار سے بیٹوں ہی کی طرح ہیں اور آپ بھی شفقت اور تربیت کے لحاظ سے گویا بالکل باپ ہی ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ امن قایم کرنے والے سردار ہوں گے چنانچہ آپ نے جاہلیت کی لڑائیوں کو جو عرب میں ہوا کرتی تھیں اور جن کا نتیجہ سوائے لوگوں کے ہلاک کرنے کے اور کچہ بھی نہ تھا بالکل مسدود کر دیا رہا آپ کا دشمنوں سے لڑنا وہ محض اس غرض سے تہا کہ وہ دین جسکی نسبت آپ دعوے سے کہتے تھے کہ یہ خدا کا دین ہے محکم ہو جاوے اور عالم میں امن قائم ہو پس یہ تو اسی عربی مثل کے موافق ہو گیا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ قتل کرنا ہی قتل کرنے کو خوب روکتا ہے یعنے فسادیوں کو قتل کرنے سے اور لوگ محفوظ رہتے ہیں (۵۵) اور یہ کہ آپ کی حکومت کو دن بدن عروج ہوتا رہیگا چنانچہ یہ کہلی آنکھوں نظر آتا ہے (۵۶) اور یہ کہ آپ کی وجہ سے بہت کچہ امن قایم ہوجائیگا چنانچہ جیوں جیوں آپ کے مطیعین ٹرہتے گئے لوگوں کی حالتیں درست ہوتی گئیں اور جاہلیت کے فتنے مٹتے گئے (۵۷) اور یہ کہ آپ شتر سوار ہوں گے اسلیے کہ آپ اہل عرب سے ہیں جو لوگ ٹبے شتر سوار مشہور رہیں جس طرح کہ عیسے علیہ السلام دراز گوش پر سوار ہونیوالے ہیں (۵۸) اور یہ کہ آپ کے تسلط کے بعد بُت ٹوٹ جائینگے اور زمین پر پھینک دئے جائینگے جیسا کہ آپ نے اُس وقت کیا جبکہ مکہ فتح ہوا اور آپ کعبہ میں داخل ہوئے پس آپ بتوں کو کعبہ پر سے گراتے جاتے تہے اور بُت شکست ہو رہے تھے اور جو کچہ یوحنا کے خواب کے بیان میں ہے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے (۵۹) کہ آپ امین کے لقب سے مشہور ہوں گے چنانچہ آپ اِس نام سے دعوے رسالت کے قبل ہی مشہور ہو چکے تھے اور آپ کو لوگ محمد امین کہا کرتے تہے (۶۰) اور یہ کہ آپکا حکم کرنا اور جنگ کرنا عدل پر مبنی ہوگا چنانچہ آپ کو ہمنے ایسا ہی پایا حتے کہ آپ نے اپنی اُمت پر یہ بات فرض کردی کہ اپنے پر یا اپنی اولاد ہی پر کیوں نہ حکم کرتا ہو لیکن کسی طرح اُسکے ہاتھ سے عدل نہ جانے پاوے علے ہذا القیاس آپ کا جنگ کرنا بھی محض عدل کے موافق تہا کیونکہ عہد کرنے کے بعد بدعہدی جانتے ہی نہ تھے اور نہ جہاد میں کسی عورت اور لڑکے کو قتل کرنے تہے اور نہ کسی ایسے کو مارتے تھے جو لڑائی لڑنے اور تدبیر تباہیسے عاجز ہو اور نہ اُس شخص کو مارتے تھے جو اپنے زعم کے موافق گوشۂ عبادت میں بیٹھا ہو (۶۱) اور یہ کہ آپکے لشکر کا لباس سفید اور پاکیزہ ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو سفید لباس اور سب لباسوں سے زیادہ پسند تہا اور آپ کی اُمت نے بھی اُسے اختیار کیا ہے اور جمعہ کے روز جو گویا مسلمانوں کی ہفتہ وار عید ہے آپ کی شریعت میں سفید لباس پہننا بہت مناسب خیال کیا گیا ہے (۶۲) اور یہ کہ آپ کے مُنہ سے ایک تیغ رواں نکلے گی تاکہ آپ لوگوں کو اُس سے ماریں یہ آپ کے لائے ہوئے قرآن پر پورے طور سے منطبق ہے کیونکہ آپ نے عرب کے لوگوں کو اُسکے مقابلہ کرنے سے عاجز کیا بلکہ سچ مچ اُس سے اُنھیں تو مار ہی دیا (۶۳) اور یہ کہ پرندے اُن بادشاہوں کا گوشت کھائیں گے جو آپ سے لڑکر مقتول ہوں گے یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ آپنے کتنے ہی میدانوں کو بادشاہوں کی لاشوں سے بھر دیا اور اُنھیں پرندوں کی خوراک بنا دیا (۶۴) اور یہ کہ شاہان روے زمین مع اپنے خدم و حشم کے اتفاق کرکے آپسے جنگ کرینگے پس شاہان خیبر اور عرب کی دیگر قوموں کا متفق ہوکر آپ سے مقابلہ کرنا اسکی کافی شہادت

ہے اور آپ کے مطیعین پر وہ مضمون بھی جو مزامیر میں ہے صادق آتا ہے (۶۵) کہ اُنکے پاس دو دھاری تلوار ہوگی اور بڑے بڑے جابروں سے انتقام لیں گے (۶۶) اور یہ کہ بادشاہوں کو طوق اور زنجیروں میں کھینچینگے پس بلاشک یہ دونوں باتیں بھی وہ لوگ کر چکے ہیں (۶۷) اور یہ کہ وہ لوگ اپنی خوابگاہوں میں خوش خوش آرام کریں گے چنانچہ اُنکا طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت وہ یاد خدا سے اپنا جی خوش کیا کرتے ہیں یہانتک کہ سو جاتے ہیں (۶۸) اور یہ کہ ہر وقت خدا کی عظمت بیان کرینگے پس اسکی مصداق اُنکی نماز ہے کہ اُس سے پہلے بھی اذان میں تکبیر کہتے ہیں اور بغیر تکبیر کے تو اُنکی نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی اِسکے علاوہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت بھی وہ تکبیر کہتے ہیں اور عید الضحےٰ کی تکبیرات تو مشہور ہی ہیں بہرحال اُنکی نماز کے ہر ہر فعل سے خدا کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اُن پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو تثنیہ میں ہے (۶۹) کہ خدا بنی اسرائیل کو اُنسے غیرت دلائیگا اور ایک جاہل فرقہ سے اُن کو غیرت دلا کر غضبناک کریگا اِسلیے کہ قوم عرب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے پہلے نہایت ہی جاہل تھی سوائے بت پرستی کے اُسے کسی دین کی خبر ہی نہ تھی اور اُسوقت سے یہود کا حسد مسلمانوں کے ساتھ مشہور ہے (۷۰) اور یہ کہ وہی لوگ ایسے ہوں گے جنہیں بے مانگے مراد ملیگی اِسلیئے کہ اُنھوں نے کسی شریعت کی درخواست نہیں کی تھی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر مکہ پر وہ مضمون جو اشعیا میں ہے صادق آتا ہے (۷۱) کہ وہ بانجھ ہوگا کیونکہ بعد اسمٰعیل علیہ السلام کے اُسمیں کوئی نبی نہیں ظاہر ہوا تھا (۷۲) اور وہ وحشی (یعنے خانماں برباد) عورت کے بیٹے یہی عرب کے لوگ ہیں کیونکہ یہ ہاجرہ علیہا السلام کی اولاد میں ہیں جو بمنزلہ مطلقہ کے ہو رہی تھیں اور دوسرا قرینہ اِسکا یہ ہے کہ اسمٰعیل عؑ کے حق میں یہ واقع ہوا ہے کہ وہ وحشی عـــہ آدمی ہوں گے جیسا کہ سفر تکوین میں مذکور ہے اور شوہر والی عورت کے بیٹوں سے سارا علیہا السلام کی اولاد مراد ہے پس مکہ کو جو بانجھ عورت کے لقب سے پکارا گیا ہے اِس خطاب کرنیکا راز ظاہر ہوگیا کہ تو خدا کی پاکی اور وحدانیت بیان کریگا اور شکر کا اظہار کریگا" کیونکہ خانماں برباد ہاجرہؑ کی اولاد سے جو بمنزلہ مطلقہ کے ہو رہی تھیں بہتیرے سارہؑ کی اولاد سے افضل نکلے جو شوہر دار کے مبارک لقب سے یاد کی جاتی تھیں (۷۳) اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مکہ کو جو وسعت حاصل ہوئی ہے وہ عبادت گاہوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہوئی ہوگی (۷۴) اور ہر سال قربانیاں لیجانے کی وجہ سے جو مکہ کی توقیر بڑہی ہے وہ شاید ہی کسی عبادت گاہ کو نصیب ہوئی ہو۔

پس یہ فرقہ رسل ماضیہ کی تبلائی ہوئی علامتوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مطیعین کے حالات سے مقابلہ کریگا اور بلا استغنا تمام

عـــہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آجکل جو اس موقع پہ انجیل میں لفظ وحشی پایا جاتا ہے وہ تحریف ہے بجائے اِسکے شاید کوئی اور لفظ ہوگا۔ چنانچہ مولوی رحمت اللہ صاحب نے ایک دوسری بشارت کے ذیل میں بساہین رحمیہ میں اِسکی تصریح کر دی ہے ہم اُنکی عبارت نقل کرتے ہیں اُس سے ایک اور بشارت بھی معلوم ہو جائیگی صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام باب ۲۸۔ درس ۱۱۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کریگا اور پیدائیش کے سولہویں باب کے درس ۱۲ میں بنسبت اسمٰعیل علیہ السلام کے مذکور ہے وہ وحشی آدمی ہوگا اُسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اُسکے برخلاف ہوں گے اور وہ وحشی نعوذ باللہ من التحریف یعنے اسمٰعیل علیہ السلام عربی اللسان تھے اور کلام اللہ اور کلام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہے نہ انجیل مسیحی اور نہ زبان مسیح علیہ السلام انتہےٰ مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ درس ۱۲ میں وحشی تحریف ہے لیکن خیر ہمارا اصل مطلب اب بھی ثابت ہو جائیگا۔ کیونکہ جب وحشی اسمٰعیل علیہ السلام کا وصف ٹھہرا تو درس ۱۱ میں وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان الخ سے مراد اسمٰعیلؑ کی زبان ہوگی اور اُنکی زبان عربی تھی پس اسکے بولنے والے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ عیسےٰ علیہ السلام اور یہی زبان ہے جو کتاب آلہی نازل ہوئی وہ قرآن شریف ہے نہ کہ انجیل کیونکہ وہ عبری تھی ۱۲ منہ جسم

علامتیں آپ کے حالات پر منطبق پائیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں نشتر سے بھی کچھ زیادہ اور پھر شتر کا عدد بھی کثرت کے اظہار میں بہت کچھ بڑھا ہوا ہے یہانتک کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے تب تو اُن میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب سے کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اُس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گذرا کہ جسمیں آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہوتیں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی بھی گئیں لیکن اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہوا ہے کہ بعض علامتیں باقی بھی رہ گئی ہیں اور یہ نوبت نہیں آنے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہونیکا اطلاق اُنپر ہوسکے کیونکہ اُنکے حالات اور اُن علامات میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نیکی کو پسند اور گناہ کو ناپسند کرتے تھے لیکن سلاطین اُنکے مطیع نہیں ہوئے اور نہ اُنھوں نے لوہے کی چھڑی سے لوگوں کو راہ راست پر چلایا اور نہ وہ دشمنوں سے بڑے لڑنیوالے نکلے اسی طرح اور علامتوں کا حال سمجھیے اور پھر اُن سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور گوناگوں ہونے کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہوجانا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف ان سب کے اتفاقی طور پر مجتمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہوسکتا ہاں کوئی اپنی وقعت ثابت کرنے کے لیے یا عداوت کی راہ سے کہدے تو بات ہی دوسری ہے۔ پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہوجائیں اور اسبات کا کوئی عقلی یا عرفی مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آئے کہ جنکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں تو اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابھی آئے نہیں آیندہ آئینگے تو یہ بات ناعاقبت اندیشی اور عداوت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض لغو اور سراسر بے سود ہے اور یہ کہکر ایسے شخص کی اطاعت سے جسمیں کہ ساری علامتیں متحقق ہوچکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے بھلا غور تو کیجیے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اُس سے یہ کہدے کہ اُس شخص کو دیدینا جو تھوڑے عرصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسے کہ تیرے مالک نے خط دلوایا ہے اور اُسکو اُس شخص کی چند علامتیں بھی بتلادے جنکا دو آدمیوں میں بھی مجتمع ہوجانا عقل کے نزدیک مستبعد خیال کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس آکر اُسکے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر اُسمیں اپنے مالک کی بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر بھی اُسے خط نہ دے اور اِس ندینے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلایا ہوا شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہوگا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہوگا جسے اسبات میں ذرا بھی شبہ ہو کہ اِس نوکر نے اپنے مالک کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور سزا کا مستحق ٹھیرا اور محقق بات کو چھوڑکر ایک امر موہوم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوائے اسکے وسوسہ یا ایسی ہی کوئی دوسرے شے کے اور کیا ہوسکتی ہے پس ہملوگ بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں منطبق ہونیکے بعد بھی اگر آپ کا اتباع نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گذر بھی گیا ہو اور کوئی دوسرا آ

عــه مترجم کہتا ہے کہ علاوہ علامات مذکورہ کے کتب سابقہ (بیبل) سے بعثت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ بھی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب نے اپنی کتاب [illegible] کے باب اول فصل سوم میں صفحہ ۹۳ سے لیکر ۱۰۳ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد دلائل سے بائیبل سے زمانہ بعثت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بخوبی ثابت کر دکھایا ہے بخوف طوالت میں اسکو یہاں نقل نہیں کرسکتا شائقین اسمیں دیکھ لیں ۱۲ مترجم

آیا ہو تو بیشک عقل سلیم ہمکو بھی اسی نوکر کی طرح راہ راست سے منحرف ہونیوالا ٹھیرانے میں تامل نہ کرنے گی پس اگر بعد اسبات کے
بھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم صادق ٹھیر چکے اور اُن میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں
اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو بتلائیے کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دیسکتے ہیں۔ کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک
ذرہ بھی مخفی نہیں یہ کہدینگے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوئیں اور اس طرح جھوٹ بول کر
نجات پاجائیں گے؟ یا ہم یہ کہ سکیں گے؟ کہ ہمنے تو اُنکی تصدیق اسوجہ سے نہیں کی تھی کہ ہمیں انتظار تھا کہ اُنکے بعد کوئی دوسرا
شخص آئیگا اور پھر اگر خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تمنے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم اُنکی تصدیق چھوڑ کر کسی دوسرے کے منتظر
بن بیٹھے تو بھلا سوائے اسکے ہم کیا جواب دیسکتے ہیں کہ صاحب اب تو ہمنے ایسا ہی کیا محقق امر کو چھوڑ دیا اور امر موہوم کا انتظار
کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹھیر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس ہمارے حق میں ٹھیک بات
یہی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو سچ جانیں اور اگر اسطور پر جیسے کہ حق پر استدلال کرنیکے لیے
کبھی محال بھی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں جنکی خدا اور اُسکے رسولوں نے علامتیں
بتلائی تہیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم چوک بھی جائیں تو بیشک ہمکو عذر کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اسوقت اپنے رب
سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجھے تو سب کچھ معلوم ہے تو سچے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور
سارے آیندہ واقعات کی بھی تجھے پوری پوری خبر تھی پس جب تو یہ جانتا تھا کہ اس سچے رسول سے پہلے جسکی علامتوں سے
تونے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوگا کہ جسمیں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائینگی
تو کیا تیری حکمت کاملہ اور مہربانی اور رحمت کا یہ مقتضے نہ تھا کہ اہنیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے بھی آگاہ
کر دیتا اور زیادہ نہ سہی ایک ہی آدہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے اور جھوٹے
کا پتہ لگ جاتا اچھا اسے بھی جانے دیجیئے وہ رسول جہاں اُنھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تہیں اتنا اور کہدیتے کہ ایک
جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوگا جسمیں یہ سب علامتیں موجود ہوں گی اُس سے ذرا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان باتوں
سے ہمکو کچھ بھی نہیں بتلایا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی مقتضے ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہمکو معاف رکھیگا اور اپنے
مقصود کے خلاف اس دوسری رسول کی اطاعت کرنے سے ہمکو عذاب نہ دیگا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے لیکن یہ بات
تو ہو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو دہوکے میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے اسلیے کہ دہوکے میں ڈالنا اُسکی حکمت کے نقصان کا
باعث ہے اور اُسکی حکمت میں سارے نقصانات محال ہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو دہوکے میں ڈالنا بھی محال ہے
اور کسی طرح نہیں ہوسکتا پس اگر اُن علامات سے سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا بتلانا مقصود ہوتا تو ہم ایسی حالت
میں ضرور دہوکے میں پڑتے اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ خدا کا بندوں کو دہوکے میں ڈالنا ممکن ہی نہیں پس یقینی طور پر معلوم
ہوگیا کہ سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہوسکتا آپ ہی مراد ہیں جسمیں ذرا بھی شک وشبہ نہیں پس ہمنے ان باتوں
پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دلیلوں کو دیکھ کر ہماری
صحیح عقلوں نے صاف یہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہوسکتے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس فرقہ کو اس کے سوا اور علامتیں بھی جو انہیں کتب سابقہ میں موجود ہیں دیکھنے کا موقع ملتا جو آپ کے زمانہ کے بعد آج تک ظہور پذیر ہوتی رہیں تو انکو ان سب علامتوں کے پورے ہونے سے بڑی خوشی حاصل ہوتی اور مخالفین کے مقابلہ میں انکی دلیل اور بھی قوی ہو جاتی۔

(کتب سابقہ کی وہ علامتیں جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے بعد ظاہر ہوئیں ۱۲)

یہاں اسکا بیان ہے کہ آپ پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو مزامیر (زبور) میں ہے (۷۵) کہ بہت سی قومیں آپ کے تحت تصرف میں ہو جائیں گی۔ چنانچہ فارس۔ روم۔ بربر اور انکے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی امت کے مطیع بن گئے اور ان کے ممالک پر ان کا تسلط ہو گیا اور اس موقع پر یہ نہ کہیے گا کہ یہ تو آپ کی اطاعت نہ ہوئی بلکہ آپ کی امت کی اطاعت ہوئی اسلیے کہ یہ مجازاً تعبیر کیا گیا ہے ایسی تعبیرات رسولوں کی کتابوں میں بہت ملیں گی اسی کو نہ دیکھیے کہ خدا نے بنی اسرائیل سے جبکہ انھیں مصر سے نکالا ہے یہ وعدہ کیا تھا کہ انھیں بیت المقدس کا مالک بنا دیگا اور پھر صرف انکی اولاد کو مالک بنایا تھا کیونکہ خود وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وادی تیہ میں ہی ہلاک ہو چکے تھے جیسا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اس مجاز کی اور بہت سی نظیریں ملیں گی۔

(۷۶) اور یہ کہ آپ کے بیٹے اپنے آبا کے عوض میں زمین میں سردار بنیں گے چنانچہ آپ کی اولاد میں سے بہتیرے یمن حجاز اور حجر وغیرہ میں سردار گذرے ہیں اور انکے بیٹے انکے قائم مقام بنے ہیں (۷۷) اور یہ کہ آپ کا نام ہر دورہ میں برابر لیا جاوے گا چنانچہ باوجود اتنا زمانہ منقضی ہونے کی آپ کی امت کے درمیان اذان میں نماز میں ہر خطبہ کے افتتاح میں ہر دعا کے خاتمے میں آپ کا برابر نام لیا جاتا ہے (۷۸) اور یہ کہ مختلف فرقے آپ کی ثنا کرینگے چنانچہ آپ کی امت سے عرب۔ ترک۔ فارس ہند۔ داغستان افغان۔ قزاق اور بربر یوڈاں وغیرہ کے فرقے اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی توصیف و ثنا کرتے ہی ہیں (۷۹) اور یہ کہ آپ ہمیشہ بابرکت رہیں گے اور آپ اس زمانہ تک بابرکت کے متعدد معانی میں سے جس لحاظ سے ہم دیکھیں برابر بابرکت ہی رہے ہیں اور جو کچھ بخت نصر کی خواب کی تعبیر دانیال نے تبلائی ہے وہ بھی آپ پر صادق ہے۔ (۸۰) کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکومت ملیگی چنانچہ مسلمانوں کا شرق سے لیکر غرب تک خصوصاً بلاد فارس پر جسکے بارہ میں یہ خواب تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تسلط ہو گیا (۸۱) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے کہ جو کسی پہاڑ سے جدا ہو گیا ہو اور پھر اسنے ٹھیکری یوہے۔ تانبے۔ چاندی اور سونے کو پیس ڈالا ہو۔ ان سے مراد فارس کی سلطنتیں ہیں جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت کے زمانہ میں بالکل پس گئیں اور نیست و نابود ہو گئیں کسی کا نشان بھی باقی نہیں رہا (۸۲) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جو پہاڑ بنگیا ہو اور اسنے بہت کچھ زمین گھیر لی ہو چنانچہ آپ کی امت کا تسلط عظیم اسی قبیل سے ہے اور آپ کی شریعت پر وہ مضمون صادق آتا ہے جو متی میں ہے (۸۳) اور یہ کہ اللہ کا ملکوتی حکم اس رائی کے دانہ کے مشابہ ہوگا کہ جیسے کسی آدمی نے لیکر کھیت میں بویا ہو اور پھر وہ بڑھکر بڑا سا درخت بن گیا ہو پس اسی طرح آپ کی شریعت کا حال ہوا کہ پہلے نہایت ضعف کی حالت میں تھی اسلیے کہ آپ مختلف فرقوں اور بادشاہوں کے خلاف تن تنہا کھڑے ہو گئے تھے اور اسکے رفیع الشان بنانے میں آپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے دیا یہانتک کہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کے دین کی مدد ہوئی آپ کی شریعت کو شیوع نصیب ہوا۔ اور وہ بہت کچھ بڑھ گئی اور اسکے عروج کا پایہ نہایت بلند نظر آنے لگا خصوصاً اس حالت کے بعد تو کچھ پوچھنا ہی نہیں جبکہ آپ کی امت کے علماء نے اسکی تشریح کی۔ اس سے احکام

مستنبط کیے اور اُسکے حلال و حرام کو واضح کر دیا (۸۴) اور یہ کہ شریعت غیر قوموں سے چھین کر آپ کی اُمت کو دیدی جائے گی جو اُسکے ثمرات کے موافق عمل درآمد کرے گی پس ظاہر ہے کہ آپ کی شریعت ایسی ہے کہ احکام۔ عدل۔ اور آداب کے اعتبار سے کوئی شریعت اُسکے ہم پلہ نہیں اور آپ کے متبعین اعتقاد اور عمل دونوں کے لحاظ سے اُسکا اہتمام کرتے ہیں اور جو مضمون فراہم میں ہے وہ آپ پر صادق آتا ہے (۸۵) یہ کہ آپ ایک بحر سے لیکر دوسرے بحر تک مالک ہو جائینگے چنانچہ آپ کی اُمت بحر ہند سے لیکر بحر طنجہ کے اُس سرے تک مالک ہو چکی (۸۶) اور یہ کہ آپ نہر سے لیکر زمین (یعنے خشکی) کے سرے تک مالک بن جائینگے پس آپ کی اُمت نہر اُردن سے لیکر جو داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے نزدیک بڑی ہی مشہور نہر تھی بلاد عرب کی انتہا تک مالک رہ چکی اور یہی زمین کا سرا ہے کیونکہ خشکی یہیں ختم ہوتی ہے اسکے بعد بحر اوقیانوس جنوبی شروع ہوتا ہے اور جو مضمون اشعیا میں مذکور ہے وہ بھی آپ کی اُمت پر صادق آتا ہے (۸۷) کہ اُن لوگوں کی (یعنے مسلمانوں کی) تلوار تیر و کمان

عـــہ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کی تحقیق کے موافق چونکہ مصنف حمیدیہ سے اس مقام (بشارت ۸۷ و ۸۸) پر تسامح واقع ہوا ہے اسلیے ہم انکی کتاب براہین رحمیہ سے نقل کرتے ہیں (صفہ براہین ۵۱) ترجمہ بیبل ہندی مطبوعہ مرزاپور ۱۸۴۴ء صحیفہ یسعیاہ (اشعیا) باب ۲۱ ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء ۔ البخرۃ فی العرب و نبی قیدار پہلے باب کی دوسری فصل میں اُن درسوں کا ہی بیان ہو چکا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنکا ذکر باک اس بشارت کے پہلے درسوں میں ہے ان شتر سوار کے وطن کا بیان اُن درسوں میں ہے یعنے عرب میں پیدا ہوں گے اور نبوت بھی آپ کی عرب میں ہی ہوگی اور آپ قیداری ہوں گے یعنے سیدنا ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں آپ پیدا ہوں گے یہ تیرھویں درس کا بیان ہوا ترجمہ بیبل ہندی مطبوعہ مرزاپور ۱۸۶۸ء درس (۱۴) پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ درس (۱۵) کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں درس (۱۶) خداوند نے مجھے یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی سی ٹھیک ایک برس میں قیدار کی حشمت جاتی رہی گی۔ درس (۱۷) اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔ انتہیٰ۔ چودھویں درس میں ذکر ہجرت سید الرسل صلعم طیبہ یعنے مدینہ منورہ کیجانب ہے اور آپ کو اس سفر میں شدت تشنگی پیش آئی تھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کا دودھ جو راہ سے دُہا کر لسی بنا کر جانِ عالم حیات بخش انس و جان کو پلائی ہے اور موافق ارشاد الٰہی درس کے "اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو اور پیاسے کا استقبال کرنے آؤ" جن دنوں میں کہ آپ کی مدینہ منورہ میں آمد آمد کی خبر گرم تھی تیما یعنے طیبہ والے ہر روز آپ کے استقبال کے واسطے آتے اور مکہ معظمہ کے رستہ پر منتظر طلوع روشنی جمال احمدی کے پہر دن چڑھے تک بیٹھے رہتے الخ درس (۱۵) کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے الخ میں بیان سبب ہجرت کا ہے اور وہ یہی تھا جو بیان فرمایا ہے کہ تمام قبیلے عرب کے آپ کی شہادت میں جو محال ہے شریک ہو گئے تھے اور وہ ہزاروں تلواریں گویا کہ ایک تلوار بن گئی تھیں اسی سبب سے جمع کو صیغۂ واحد کے ساتھ تعبیر کیا اور نیز لفظ جمع (وے بھاگے ہیں) مشعر معیت صدیق رضی اللہ عنہ اور رہادی کا بھی ہے۔ درس (۱۶) خدا نے الخ میں اس ارادۂ بد کی سزا کا بیان ہے یعنے ہجرت سے برس روز کے بعد قریش (جو قیدار کی اولاد میں ہیں) اس ارادۂ بد کی سزا پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور رسوا ہو جائیں گے چنانچہ پوری برس روز کے بعد ہجرت سے اذنِ قتال ہوا اور انیسویں مہینے ہجرت رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ بدر ہوا اور اس میں مکے والے قریشی مارے گئے اور ہلاک ہوے اور قید ہوے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

ومن اصدق من اللہ قیلا ۱۲

اور تخت لڑائی کے سامنے دشمن بھاگ کھڑے ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عرب کے مورث اعلےٰ ہیں نیست و نابود ہو جائے گی اور ان کمانوں کی تعداد گھٹ جائے گی اور یہ بات آپ کی اُمت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی جن کی باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد دین ہے نہ علاقہ قومیت اور آپ پر یہ بھی صادق ہے کہ (۸۹) آپ کی وجہ سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھل جائیں گے اور اس سے آپ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا ہدایت پانا مراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحراؤں میں چشمے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائینگی اور بجائے ریگستانوں کے باغ لہلہاتے ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مرا کرتے تھے وہاں پانی کے چشمے بہیں گے اور یہ اسطرح صادق ہے کہ خلفاءؓ نے راہ حجاز میں تالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدسہ کہلائے گی یہ اسطرح کہ اُسکے مذہب کے موحد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں اُسمیں گذرتے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ اُسمیں کوئی ناپاک نہ چلے گا یعنی مشرکین کو اُسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور اُسمیں چلنے والا اسوجہ سے کبھی رستہ نہ بھولے گا کہ اُسمیں بہت سے نشانات ہونگے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج اُسمیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ اُسمیں اللہ کے مہمان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کرنیوالے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنیوالے ہیں جنکا ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صیہون کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں ایک شہر ہے جو داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور اُنھیں میں سے صیہون بھی ہے اور اس طرح کی واپسی اُسوقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب اُن حاجیوں کو لیا جائے جو بلاد قدسیہ کی جانب واپس ہوتے وقت مزیریب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اُسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حبرون کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پائی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے" اور اُن کا گانا بھی اپنے مولا کی احسانات پر یاد کرنا ہے کہ اُسنے اُنکو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبیؐ کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہانتک کہ بہتیروں کے نزدیک تو اسکے مقابلہ میں شادی کی خوشی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اُسکے ساتھ ہی اُنکے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہدیے تقسیم کرتے ہیں دعوتیں کھلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت دل کھول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی مشقتیں سفر حج میں اُٹھائی ہوتی ہیں اُتنا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حاصل کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمےٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی اُنہیں یہی تمنا ہوتی ہے بہرحال اُنکا کبھی جی نہیں بھرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے بس کافی ہے آپ کا

فرض تو ادا ہو چکا تو وہ اِس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اُٹھے گا کہ واہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بھر جائے اور کیا یہ ایسا چشمہ ہے جس سے تشنہ کو سیرابی حاصل ہو جائے اور پھر جی تقاضا نہ کرے۔

اب آپ نے سُن لیا کہ اپنے نبیؐ کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ اُنہیں گراں بار ہونا پڑتا ہے اور قرنطینہ کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور اُنکے مصارف بڑھ جاتے ہیں بکثرت آدمی تلف ہو جاتے ہیں یا ڈاکو گھاٹیوں سے نکلکر مار ڈالتے ہیں پھر بھی تمام اطراف عالم سے رجیسے کہ کاشغر، بخارا، خوارزم، افغانستان، بلخستان، ہند، جاوی، داغستان، کرج، قوقاز، فارس، روملی، انضول، بلاد روس، عراق، غرب، یمن، سوڈان اندرونی افریقہ، مصر اور شام وغیرہ کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔

دن کو گرمی کی شدت سہتے ہیں راتوں کو سونا حرام کرتے ہیں میدانوں میں چلنا گوارا کرتے ہیں بحری سفر کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اپنے اہل وعیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالنا بھی اُن کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہوتا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور بہتیرے پیادہ پا بادیہ پیمائی اور دشت نوردی کر کرکے حج کو جاتے ہیں اور یہ ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور اُنکو اسبات کا فخر حاصل ہے کہ وہ سچے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صہیون کی جانب لوٹنے والوں کی نسبت اون کا یہ قول ہے کہ اُنکے سروں کے اوپر بہجت وسرور پایا جائے گا جو حاجیوں کی اُس مسرت پر بخوبی صادق آتا ہے جو اُنکو اپنے نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکرمہ کی زیارت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی اِس عطا سے نہایت ہی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور اُنکا یہ قول بھی کہ (۹۹) اُن کا غم دور ہو جائے گا ظاہر ہے یعنے اِس مبارک زیارت کے حاصل ہونے سے پہلے جو اُن کے دل میں غم والم ہوگا دور ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور اُن کا یہ قول بھی صادق آتا ہے (۱۰۰) کہ اُنکی بے سروسامانی جاتی رہے گی یعنے وہ بے سروسامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج اُنہیں لاحق ہو رہی تھی۔ پس یہ پوری سو علامتیں ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اُمت کے احوال پر منطبق ہو گئیں اور اہل نظر کے لیے اُنکا انطباق سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر و باہر ہو گیا جسمیں تردد کی ذرا بھی گنجایش باقی نہیں رہی۔

ف
اِس زمانہ تک آپ کی شہرت اور اُمت کے حسن انتظام کے ساتھ رہنے سے آپ کے صدق پر ایک عمدہ اور نیا استدلال!!

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک بھی باقی رہتے تو اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے نہایت ہی واضح طور پر استدلال کرنیکا موقع ملجاتا۔ بیان اِسکا یہ ہے کہ اُنہیں کتابوں میں یہ مضمون بھی واقع ہوا ہے جیسا کہ زبور میں موجود ہے کہ منافقوں کی راہ ماری جائے گی اور سارے جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو جائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہوگا کہ بُرے عمل کرنیوالوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنیوالوں کی کلائیاں ٹوٹ جائینگی وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور رب کے دشمن جب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے۔ نابود ہو جائینگے اور دھوئیں کی طرح فنا ہو کر رہ جائیں گے" اب دیکھیے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ تیرہ صدیاں گذر چکی ہیں لیکن کس دن آپ کا ذکر مٹ گیا آپ کی اُمت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر مغرب تک کیا خشکی اور کیا تری قریب قریب ہر قریہ اور ہر شہر میں نماز اور اسکے علاوہ بہتیری عبادتوں میں رات دن برابر آپکا ذکر کیا کرتے ہیں اور کوئی ممبر یا اذان گاہ ایسی نہ ملیگی جسپر آپکا نام پکارا جاتا ہو بلکہ ایسا اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے کہ خدا کے نام کے ساتھ آپکا نام لیا جاتا ہو

اور یہی یونہیں نہیں اُسکے ساتھ ہی آپ کے اسم مبارک کی بڑی تعظیم وتکریم کیجاتی ہے آپ کے لیے بھلائی کی دعا مانگی جاتی ہے آپ کی تعریف زبان پر اور محبت دل میں جاگزین ہوتی ہے لوگ اپنی جانیں آپ کے اسم شریف پر فدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں بہرحال آپکے منصب و مقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور پھر ہر سال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین امراء ذی عزت دولتمند اور فقراء خلاصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت کے طالب ہوتے ہیں آستانہ عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرتے ہیں اور وہاں کی خاک پاک کو اپنے درد کی دوا سمجھتے ہیں شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور فصحا کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن وخوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور میں اُنکی نذر گزرانی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھئے کہ ہمیشہ ذی عزت اور بلند مرتبہ رہی ہے اُسکے مدد کرنیوالے بکثرت پائے گئے ہیں تمام فرقے اُسی کے خوشہ چین رہے ہیں اُسی کے چمکتے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب وعجم کو راستہ سوجھا ہے آپ کے متبعین کی طرف نظر اٹھائیے تو خدا کے فضل سے ساری زمین اُن سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کچھ آپ نے سنت و فرض انکے لیے مقرر کر دیا ہے سب اُسکی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کسیقدر اختلاف کی جھلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات مقصود کی توضیح کرتے وقت اسطرح پیدا ہوگئی کہ آپ کی شریعت کی بعضے احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھے ورنہ خدانخواستہ اصول میں اون میں اختلاف نہیں سب متفق ہیں خدا کی توحید کے قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں حشر ونشر کو مانتے ہیں جنت و دوزخ کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اتنا زمانہ گذر گیا لیکن اُنکے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے مملو پائے جاتے ہیں پس جب یہ حال ہے تو دریافت کیجئے کہ مسلمان کدھر سے ہلاک ہوئے کیونکر اُن کی کلائیاں ٹوٹیں اور وہ دھوئیں کی طرح کس طرح فنا ہوئے غایت سے غایت یہ ہوا کہ کبھی اُنکو اس عالم میں کچھ آزمایش اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا جو خدا کی عادت کے اعتبار سے اس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اُس سے مستثنیٰ ہوجاتے۔

اب رہی یہ بات کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اِس فرقہ کا کیونکر استدلال ہوسکتا ہے اُسکی تقریر یوں سمجھیے کہ اگر وہ لوگ اس زمانہ تک رہتے تو اسطرح کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے متبعین اگر اُن خطاکار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق ہوتے جنکا کہ مزامیر کے کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں اُنکو پیش آتیں خدا اُنکے ذکر کو نیست ونابود اور اُنکو ہلاک کر دیتا وہ دھوئیں کی طرح فنا ہوجاتے اور اُنکی کلائیاں ٹوٹ جاتیں ورنہ لازم آئیگا کہ داؤد علیہ السلام کی ربانی رب نے جو خبر دی تھی اُسکے خلاف واقع ہو لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے اِن باتوں میں سے اُنکے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا پس اب بیشک یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ لوگ (یعنے مسلمان) اُن خطاکاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہوسکتے اور جب یہ لوگ اُسکے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع سچے اور خدا کے دوست ہونگے اب اِسوقت اگر ہم اُنکی تکذیب کرینگے اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُسکو توڑینگے تو بلاشک خدا سے لڑائی کرنیوالے ٹھہرینگے جس طرح کہ یہود کے معلم غمالائیل نے حواریین کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال رسل میں مذکور ہے کہ اگر وہ (یعنے حواریین کی رائے اور انکا عمل) خدا کی جانب سے ہوگا تو اُسکے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہوگے تاکہ تم خدا سے لڑائی کرنیوالے نہ ٹھہرو۔

اور جب اِس فرقہ کا استدلال اِس طرح مرتب ہوگیا تو تم اُنکو ضرور خیال کروگے کہ وہ بڑے کامل ایمان والے ہیں جنھوں نے اپنے دلکے شبہہ مٹا لیے اور یہ کہنے لگے کہ خدا تعالے شیطان اور خواہش نفسانی کا بُرا کرے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے ورنہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی پابندی کے پیچھے لکیر کے فقیر ہی بنے رہتے۔ بھلا حق بھی کوئی شرمانے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کیونکر اختیار کرسکتی تھی جو شے اگرچہ سردست ہی ملجائے لیکن بالکل بیقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کر دینا کیسے مستحسن سمجھ سکتی ہے جو جا ہے کچھ دنوں بعد ہی ملے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح زیبا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناحق طرفداری کے پیچھے غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کبھی پسند نہ کریگا۔ اور ہمارا تو ملجا و ماویٰ خدا ہی کے پاس ہے پھر ہم کیونکر اسکی طرف متوجہ نہوتے اور یہ بھی ایک کہنے کی بات ہے ورنہ اصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھلاتا ہے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوے کرسکے۔

ف چھٹا فرقہ اخلاق اور آداب کا فلاسفر تھا۔

اور انہیں سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفر تھے شرایع سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنکے اسرار و فوائد کی تفتیش میں اُن کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے اُنکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بھلے کاموں میں اچھی طرح تمیز کرسکتے تھے انتظام ملکی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حسن و قبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں بہت کچھ عقل درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند اور فہیم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسندیدہ طریقے عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لیے ثابت ہوا کرتی ہیں دوسری قسم معجزہ یا خارق عادت امور ہیں جنکا حواس سے ادراک ہوتا ہے اُسکے طلب کرنیوالے وہی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اُس سے قاصر ہوتے ہیں اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کریں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے عناد پر بھی کمر باندھ لیتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لایعنی باتوں کی فرمایش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجیے یا آپ ایسے باغ کے مالک بنجائیں جسمیں کھجوروں اور انگور کے درخت لگے ہوں جا بجا نہریں بہ رہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجیے یا خدا اور فرشتوں کو بُلا لا دیجیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بنجائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جایئے اور آپکے چڑھنے کو بھی ہم جب مانینگے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آیئے تاکہ ہم اُسے پڑھ بھی لیں اور اُن معاندوں کا جواب رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھسے یہ مہمل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کرکے میری تائید کر دیتا ہے اور جب اُسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرتا یہ ضرور ہے کہ اُسنے مجھے منصب رسالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اُسنے مجھے حکم دیا ہے تمہیں پہنچا دوں سو وہ میں کرچکا اب تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

ف رسالت کی دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں عقلی اور حسی ۱۲

پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو[عہ] خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی اُن علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی دلائل کے قبیل سے شمار کیجاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سمجھداروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو اُن رسولوں میں ہوا کرتی ہیں

عہ یہ فلاسفہ اخلاق کا مقولہ ہے ۱۲

جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں دیکھہ بھی چکے ہیں مثلاً آپ کا شریف النسب ہونا۔ خوبصورت اور
خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور زود فہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا مستقیم ہونا۔ اب ہمیں مناسب یہ ہے کہ

ف — اس فرقہ کے استدلال کا اجمالی بیان ۱۲

آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی شریعت میں غور کریں پس اگر آپ کی شریعت میں یہہ سب باتیں
پائی جائیں گی کہ وہ ہمکو ایسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور اُن سے
یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اُسکی یہہ تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ
صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں
خلل نہ آنے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جنسے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو
(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے واجب کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جنکا نفع آخر کو ہمیں لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ
رسولوں کی سکھلائی ہوئی عبادتوں میں اس راز کی ضرور رعایت کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو اُنکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں
سے بالکل بے پرواہ ہے) اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ ایسی
باتیں ماننی پڑتی ہیں جو مشاہدہ اور یقینی دلائل کے بالکل خلاف ہیں۔ اور بُری عادتوں سے منع کرتی ہوگی اور اسبات کو جائز نہ رکھتی
ہوگی کہ آدمی بجائے آداب کے ساتھہ موصوف ہونے کی ایسی رذیل اوصاف میں آلودہ ہوجائے جو نہایت معیوب اور
مذموم خیال کیے جاتے ہیں اور ایسی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑے اور انتظام درہم برہم ہو جائے
اور ہمکو ایسی عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب ٹھیریں اگر یہہ سب کچھ ہوگا تو بیشک
آپ یقینی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور اُنکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اس صورت

ف — شریعت کے عقائد حقہ پر مشتمل ہونے سے انکا استدلال ۱۲

میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات بھی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس اسوقت ہم
آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کرینگے اور اگر کہیں اسکے خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الگ کرینگے اور پھر
نہایت سختی سے مقابلہ پر آمادہ ہوجاوینگے یہ کہکر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تفتیش اور آزمایش کی
بعد اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت اُنہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں
اور اُنکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت بھی نہیں لازم آتی اور اُسکا یہہ بھی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ اخلاق
پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اعلےٰ درجہ کی تدبیروں کو اختیار کرے جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑنے
پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور اُسکے نقصانات سے اُنکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُسنے
حکم کیا ہے وہ بھی ایسی ہیں جنسے خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ انہیں اور بھی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے
لوگوں کو قرار واقعی نفع حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب
سے بے بہرہ ہوکر بُری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو
جائز رکھتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور ایسی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے
اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھیرے اسکی تفصیل یہہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہہ حکم ہے کہ خدا کو ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

اور یکتا سمجھو اور اسبات کا یقین اور اعتقاد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے چنانچہ ہر عاقل بالغ کے ذمہ یہ یقین کرنا ضروری بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اُسکا علم نہایت ہی کامل ہے۔ اُسکا ارادہ نہایت ہی تام ہے۔ اُسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اُسکے سوا تمام چیزیں اُسی کی محتاج ہیں اُسکو اِن ساری چیزوں میں سے کسی کی بھی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اُسکے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی اور ہمیشہ سے ہے ابدی اور ہمیشہ رہیگا۔ نہ اُسکی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اُسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اُسکے ذمہ ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو اُنکی وسعت سے باہر ہو۔ اُسکے سوا نہ کوئی پیدا کرنیوالا ہے اور نہ تدبیر کرنے والا اُسنے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے اُنکے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اُسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف دوسرے کی ملک میں بغیر اُسکی مرضی کے بیجا تصرف کرنیکا نام ہے اور اللہ سبحانہ تمام کائنات کا علی الاطلاق حقیقی مالک ہے اِس دنیا کے علاوہ اُسنے دو اور ایسے مقام پیدا کیے ہیں جنمیں سے ایک میں تو مطیعین کو آرام و آسایش میں رکھیگا اور دوسرے میں نافرمانوں کو سزا دیگا پس اُسنے جسطرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اِسی طرح بعد فنا ہو جانے کے اُن سب کو پھر زندہ کریگا تاکہ مطیع کو جزا دے اور نافرمان کو سزا دے ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دولتمند خوش حال۔ دوسروں پر ظلم و جبر کرنیوالا خدا کے ساتھ کفر کرنیوالا ہو اُس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بیچارہ مظلوم ایماندار ہو اور اُن دونوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جسطرح چاہے تصرف کرے۔ لیکن خدا اِس سے پاک ہے کہ اُسکے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اُسکا جو فعل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اُس سے صادر ہوگا اِس اعتبار سے کہ خدا سے صادر ہوا ہے ضرور مستحسن ہوگا اُسنے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدوں کی تعلیم کریں کیونکہ اُنکی عقلیں اگرچہ اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے جیساکہ اُسکی الوہیت کا مقتضا ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفتیں ہیں کہ جبتک وہ رسولوں کے ذریعہ سے اُسکی اطلاع نہ دے محض انسانی عقل اُسکو سمجھ نہیں سکتی اِسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ لوگوں کو اُنکی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور اُنکے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ بمقتضائے حکمت خدا تعالے نے آدمیوں کے دو قسم کے اخلاق یعنے قوتیں یا خواہشیں پیدا کیے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ جنسے اُنکے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے اخلاق اُنکے خلاف ہیں جو محض اِس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں کہ لوگ اُنکے ذریعہ سے اِس عالم کے آباد کرنے میں ترقی کریں جہاں کہ اُنھیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا جاتا تو ہر خواہش کرنیوالے کو اُسی حد تک پہنچکر رُک جانا پڑتا اور آگے قدم بڑھانے سے مایوسی ہو جاتی جس سے ترقی کی رفتار میں فرق آتا اِسی لحاظ سے اخلاق یعنے قوتوں یا خواہشوں کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ اُنکو اِس قابل بنایا کہ اپنے قصد و اختیار کے موافق اِن قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جا سکے اِسلیے اِن اخلاق سیئہ کی نسبت یہ اندیشہ پیدا

ف رسولوں کے بھیجنے میں کیا حکمت ہے ۱۲

ع جیساکہ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے ۱۲

ہوگیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھکر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس اب مصلحت اسی کی مقتضی ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دیجائے اور اُنسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہوجائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اُنسے باقاعدہ کام لینا اور اُن کے بیموقع جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہانتک کہ وہ ایسی حد پر آ لگیں جسنے اُنکا ضرر دفع ہوجائے اور نفع ہی حاصل ہوتا رہے اور اس طرح سے اخلاق سیئہ بھی اخلاق حسنہ بنجائیں اس کام کے لیے رسول دو مؤثر ذریعوں سے کام لیتے ہیں لوگوں کو رغبت دلانا اور اُنکو ڈرانا اور اُسکے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی بُرائی ثابت کرنیکے لیے دلائل بھی قایم کرتے ہیں جس سے ان دو نو طریقوں کی اور بھی تقویت ہوجاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اسطرح سمجھیے کہ لالچ ایک بُرا وصف ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف ہرگز نہ اُٹھاتے اور اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے تو طرح طرح کے جھگڑے اور بُرائیاں پیدا ہوجاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ کام لینا لوگوں کو تعلیم کرے اور یہ سکھائے کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کے اس قوت کو زندگی کی ضروریات کے حاصل کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں استعمال کریں اسطرح سے اسکی ترقی کی رفتار میں فرق بھی نہ آنے پائیگا اور بلا کسی ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہ میں[عہ] مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں'' اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے - پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھدی ہے کہ وہ نہایت کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں سچائی امانت داری اُنکا شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور اُنکے ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آنیوالے ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اُن سے مبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر وہ بری باتیں اُنمیں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ اُن میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اُن سے نفرت ہو اور اُنکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُنسے کوئی بات معصیت کے مشابہ سرزد ہوگئی ہے اور خدا نے اُسپر معصیت کا اطلاق کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جنسے نہ اُنکا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور نہ اُنکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر معصیت کا اطلاق کرنا اور اُسکے جانب اُنسے باز پرس ہونا محض اُنکے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اُنسے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہوجائیں کہ خدا ایک ہے اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہوسکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو ادنےٰ ادنےٰ متقی پرہیز کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہوا کرتے ہیں پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ نرہیں پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بیحیا عورتوں سے اختلاط کرنا جھوٹ بولنا دغابازی کرنا کفر کرنا بت پرستی کرنا یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے رسول بالکل پاک وصاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں

ف — رسولوں کی کیا شان ہوتی ہے ۱۲

عہ الفاظ حدیث یہ ہیں بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۱۲

کی تعریف کریں اُنکے نام تعظیم وتکریم سے لیں اُنکے ساتھ توقیر سے پیش آئیں اُنکا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اُسپر عمل کریں ہاں وہ احکام اِس سے مستثنےٰ ہیں جو اُنہیں رسل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اِس شریعت میں زمانہ کی مناسبت کے لحاظ سے خدا تعالےٰ خبیر وحکیم کے حکم سے بدل دیئے گئے ہیں جسنے پہلے ہی ہر زمانہ کے مناسب احکام تجویز کر لیے تھے۔

اور شریعت[ف] محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سیکھنے کا بھی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تفہیم عبادات۔ اخلاق۔ اور آداب میں نافع ہو اُسکا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتم بالشان حکم ایمان واسلام قبول کرنا ہے یعنے جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے اُنکی تصدیق جازم کرنا اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں اُنکی بجا آوری بلاچون وچرا کرنا۔ اسی طرح اُسکا حکم ہے کہ اخلاق وعادات حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقویٰ کرے یعنے تمام اُن چیزوں سے احتراز کرے جو اُسکے دین میں مضر ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے عمل میں احسان کی رعایت کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اِس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اُسکی آنکھوں کے سامنے ہے خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئے صبر کیا کرے یعنے دہشت اور الم کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے جو چیز خدا کی پسندیدہ ہو اُسپر راضی رہے حیا کیا کرے اور حیا ارتکاب افعال شنیعہ کے خوف سے جی رُک جانے کا نام ہے۔ حلم سے پیش آئے یعنے جوش غضب میں نرمی سے کام لے عفو کیا کرے اور عفو کے معنے خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ لینا ہے مگر حدود[ع] بوجہ مضر عام ہونے کے اِس سے مستثنےٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے۔ سخاوت وکرم میں کوتاہی نہ کرے۔ شجاعت کرنے میں پیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو غیرت کیا کرے یعنے دین وآبرو کو تہمت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم رہے یعنے خوف کے وقت نہ گھبرائے دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو نفع پہنچانے کی سچی رغبت کا نام ہے ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنے خواہش نفسانی کے ہیجان کے وقت اپنا جی قابو میں رکھے۔ قناعت کرے۔ صاحب وقار بنے یعنے مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے پیش آئے یعنے لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفق کا برتاؤ کرے اور وہ امر جمیل تک پہنچانیوالی چیز کی عمدہ طور سے پیروی کرنے کا نام ہے حسن سیرت کو اختیار کرے یعنے جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اُس سے محبت کرے حکمت کے ساتھ موصوف ہو۔ شکر کرتا رہے۔ خدا سے ڈرتا رہے اُسکی ذات سے اُمید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور اُسکے حوالہ کر دے اُلفت کا برتاؤ رکھے اور وہ اصطلاح میں تدبیر معاش میں متفق الرائے ہو کر سعی کرنیکا نام ہے وفادار بنے صلۂ رحم یعنے اپنے اہل قرابت سے سلوک کرتا رہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اُسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ امانتدار بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا رہے دوستی اور دشمنی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت روی اختیار کرے۔ کوشش پر آمادہ رہے بہاری بھر کم بنا رہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو۔ خدا کے ساتھ اُنس حاصل کرے دل میں اُسکی محبت اور شوق پیدا کرے پارسائی کو اپنا شعار رکھے ورع کو ضروری سمجھے یعنے اعمال جمیلہ کو اپنے ذمہ لازم کرے۔ استقامت اور راستی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ رہے یعنے ایسی چیزیں اختیار کرے جس سے نیک نام ہو دل کا نرم رہے یعنے دوسرے کی تکلیف پر علے العموم اِسکا جی دکھے۔ پاک کمائی حاصل کرے یعنے بغیر کسی قسم کی ذلت اُٹھائے

[ف] شریعت کن اخلاق حسنہ کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سیئہ سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کونسے اعمال قبیح ہیں اُن سب کا بیان ۱۲

[ع] یعنے تعزیرات شرعی ۱۲

اور بدون کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے۔ مال اچھے موقعوں پر خرچ کیا کرے غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ پستی اور بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے اپنے نفس کا حساب لیتا رہے۔ اور اُسکی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے ملامت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل حمیدہ ہیں شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے دپس آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کرکے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے اور یہاں تک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اسی طرح یہ شریعت برائیوں سے بھی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت نہیں دیتی۔ عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اُسکا حکم ہے کہ خدا کے اوامر و نواہی کی مخالفت نہ کی جائے۔ خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ ریا کو چھوڑ دے یعنے لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لیئے اپنے کو بڑا نہ سمجھے کینہ نہ رکھے۔ خود بینی سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے کہ آدمی عمل کرکے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اُسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسنے اُسے عمل کرنیکی توفیق عنایت کی حسد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت زائل ہوجانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہوا کرے کسیکی عداوت پر اقدام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لیے ہو اُسکا مضایقہ نہیں تہور سے باز رہے اور وہ ایسی شے پر جو اُس کے قابو کی نہ ہو بیجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدشگونی اور بدفالی جسکی شریعت میں کوئی سند نہیں نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تنگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اُڑانے پر آمادہ ہوجائے۔ نازیبا امور کے لیے مال سے محبت نہ کرے۔ کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے بچے سنگدلی اور درشتی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بیحیائی کے پاس نہ پھٹکے بے استقلالی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے اُسکے غصہ اور عذاب سے بیخوف نہ ہو۔ امور دنیا میں سے اگر کوئی چیز فوت ہوجائے تو اسپر افسوس نہ کرے دین کے معاملہ میں ڈھیلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے ناحق کسی کی الزام دہی کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے جان بوجھ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اُسکے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور حرص نہ کرے پژمردہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے بیموقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جوش میں نہ آجائے۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا دل سخت نہ کرلے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کرسکے۔ زبان کی بہتیری آفتیں ہیں جنسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چغلخوری نہ کرے یعنے کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کردے جسکا ظاہر ہونا اُسے ناگوار ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی نہ کرے لوگونکی سبکی اور تذلیل کے درپے نہ ہو لعن طعن اور گالی گلوج کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے بیہودہ چیزوں کو کھلے کھلے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ ناحق نہ جھگڑے یعنے دوسرے کی بات میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہوجائے خواہ مخواہ اعتراض نہ کرے محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لیے گفتگو نہ کرے۔ بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ ندیدہ پن نہ کرے ہاں جو بھوکوں مرنے لگے وہ معذور ہے مُنہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہے بیموقع سفارش نہ کرے نیکی سے منع اور برائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور درشتی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے۔ لوگوں کے عیبوں کی تفتیش نہ کرے ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کہائے زیادہ قسم کہانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قایم رکہنے کے لیے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرلے رد نہ کرے قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کاٹے ہر شخص جسکے ماتحت ہو اسکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اسکی مخالفت سے بچے کسی تیسرے کے سامنے دو شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اسے رنج ہو۔ پرائی جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کرنیکا ارادہ کرتا ہو اسکو گناہ کا راستہ نہ بتلائے ایسی خوش طبعی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت نہ دی ہو یا جس سے شر اٹھ کھڑا ہو لایعنی باتوں کے تکلم سے علیحدہ رہے غلام کو اسکے مالک اور عورت کو اسکے شوہر سے بہکا کر برگشتہ خاطر نہ کرے جھوٹی شہادت نہ دے سچی گواہی دینے سے جان نہ چرائے بھولی پارسا عورتوں کو تہمت نہ لگائے مردوں کو گالیاں نہ دے بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے انکی صلاحیت کی دعا سے باز نہ رہے علم نہ چھپائے۔ جان بوجھکر خدا ورسول پر جھوٹ نہ باندہے مفسدہ پردازی کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں بیحیائی کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشناک ہوجائیں۔ مانگنے میں ایسا ہی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو ایذا پہنچے خیرات کرکے احسان نہ جتائے مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا ناشکر ٹھیرے۔ مریض پر جو کچھ قرض ہو اسے نہ چھپائے بلکہ صاف اقرار کردے کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زبان درازی نہ کرے اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ترک نہ کرے غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اسکی غیبوبت میں ایسی بات کہنا ہے جو اسے بری معلوم ہو اور یہ زبان کی ایسی آفت ہے کہ لوگ اسمیں اکثر مبتلا ہوجاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بہتیرے قبیح اعمال وافعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے ممانعت کرتی ہے دغابازی اور مکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی فتنہ پردازی کی سخت مخالف ہے اور وہ لوگوں میں گڑبڑ مچادینے کا نام ہے خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکھتی خونریزی خودکشی حرامکاری اور لواطت کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ ہو ناجائز بتلاتی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گھٹتی ہے خصوصاً زنا سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی نسب کے بارے میں لوگ دہوکا کہاتے ہیں مال ومتاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جنکا ذرا بھی استحقاق نہیں بچہ اسوجہ سے کہ اسکا پورے طور سے کوئی پرورش کرنیوالا نہیں ہوتا جلد ضایع ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اسمیں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہانتک کوئی بیان کرے شریعت میں اسکی اجازت نہیں ہے کہ پرائی عورت کو کوئی چھوئے یا تنہائی میں اسکے پاس ٹھیرے کیونکہ اس سے ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے علے ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے اسی طرح اسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی ایام میں انسے مقاربت نہ کیجائے اسلیے کہ انہیں سراسر گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنیکی

اجازت ہے جہاں اُسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنی
روکتی ہے اور اسبات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا بھی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اُسکے حکم کے موافق جو نکاح
پر قدرت رکھتا ہو اور اُسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اسمیں نسل کی افزایش کے اعتبار سے خداوندی
حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنے وہ اُسکا ولی ہو تو نکاح کرنیسے اُسے ہرگز نہ روکے
مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز فاش نہ کرے بن سنور کر کوئی عورت نہ نکلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بیغیرتی
نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرائی مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پیئے کیونکہ اسمیں عقل ایسی افضل نعمت جو خدا نے
انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے تھوڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اُسکے
نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اُس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی قمار بازی نہ کرے کیونکہ اس سے
مال ناحق خطرہ میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لیے کوئی جھوٹی قسمیں نہ کھایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے صاحب
وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالا کرے بیجا موقعوں پر مال نہ اُڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو کسی قسم
کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے وہ جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا
اور حاجتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اُسکا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا
ملکر دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکا رہا ہو تو اُسپر بہاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکا ایک دوسرے سے خیانت
نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کرا کر اُسکی مزدوری نہ مارے بلکہ اُسکے
ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اُس سے لوگوں کو نہ روکے
کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ اسیطرح عام رستوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگونکو
تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ اُنکی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانات
اور اُنکی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ بھی نہ کھائے کہ جس سے صحت میں فرق
آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان
سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چھوڑے۔ آپس میں بگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو
ضایع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے۔ جادو کے سیکھنے سکھانے اور اُسکے
عمل پر کچھ لینے سے باز رہے۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے
بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اُس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز حکومت
نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھسے ضرور خیانت ہوگی۔ اسیطرح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لایق شخص
کو معزول کر کے اُس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے
جہاں مستغیثوں کو رسائی مشکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و ستم سے نہ پیش آئیں
کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا نذرانہ قبول نہ کرے جس سے اس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ اسیطرح اُس دعوت میں شریک

نہ ہو جس میں اسکی خصوصیت مد نظر رکہی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دغا بازی کے دیتے
ہو رشوت نہ دے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچہ دے دلاکر کام نکال لے تو کچہ گناہ نہیں رشوت
کی لینے دینے میں دلالی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے فضیحت کرنیکے لیے کسیکی
عیوب کی جستجو اور پردہ دری کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گہر کی دیکہہ بہال نہ کرے۔ یہانتک کہ دراز سے بہی جہانکے
ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اسکو سنانا پسند نہیں کرتے جب دشمن اگر سر ہی پر آپڑے تو اسوقت کم ہمتی نہ کرے امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کو نہ چہوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کرکے مسلمانوں کی امان میں آگئے ہوں عہد شکنی کرکے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی
قسم کا انپر ظلم روا رکہے۔ فنون حرب سیکہہ کر نہ بہلا دے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا
ظلم کی وجہ سے کار منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہیگا۔ ناحق نہ جہگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جہوٹ
نہ بولے براہِ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جہگڑا نہ کرے بانٹنے میں تقسیم کرنیوالا بے انصافی نہ کرے۔ اسیطرح
اشیاء مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔ بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹہے کسی بار و درخت کے نیچے
یا دریا یا نہر کے کنارہ قضائے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم
جان و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچانیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہانتک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو مع ان
دلائل کے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوئے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بہر جائیں اور پہر بہی ختم نہ ہوں۔

ف — شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو شان ہے اور جو انکی حکمتیں ہیں غور پر ظاہر ہوئیں انکا اجمالی بیان ۱۲

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں
نے دیکہا کہ اسمیں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سراسر عظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بیشمار نعمتوں کا تہوڑا بہت شکر
ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انہیں اسرار حکمتیں اور طرح طرح کے فائدے بہی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت
کے بڑے سے بڑے مرتبے تک رسائی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق ذمیمہ
ترک کرکے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ وہ شغل دنیوی
جو اسکے دلکو گہیرے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور شیطانی امیدوں
کو الگ کرتا ہے وہ اسبات کا دہیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گویا ہر وقت اسکے قریب ہی رہتا
ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بہی مد نظر رکہا گیا ہے کہ اوقات عبادات میں تمام لوگ یکجا جمع ہوجایا کریں جس سے آپسمیں محبت
بڑہے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجتمندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو انکے دردناک
حالات معلوم ہوسکیں تاکہ از راہ شفقت و احسان انکے کام نکال دیے جایا کریں اگلی سابقہ اور انکے کنبہ والوں کے حالات
یاد آیا کریں جنہوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اسکے حکموں کو مانا ہے اسکے منہیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے
لوگوں کو انکی اقتدا کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہ بہی انہیں کی سی روش اختیار کریں۔ پہر انکی اور انکے مطیعین کی تعریف کرتے
رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑہانے میں کوشش کرسکیں مخالفین کو راہ راست دکہائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔
اسیطرح پر ان عبادات میں جا بجا طرح طرح کے ثمرات مفیدہ اور تدابیر نافعہ موجود ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجہ سکتا انکا سمجہنا کچہ اہل علم

ہی کا حصہ ہے جو شخص ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور انکے حکم۔ اسرار اور فوائد سے غافل رہے تو اُسکی ایسی ہی مثال ہے
جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری ہوئی سیپ کو ٹھیکر کا ٹکڑا خیال کرکے بے توجہی سے پھینک دے اور اُسکی کچھ قدر نکرے اُسکی
نظروں کو اُسکے ساتھہ کچھہ بھی دلچسپی نہو۔ اسمیں کچھہ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حاصل کرنے میں سیکڑوں روپے
صرف ہوتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھہ سے ضایع کرتا ہے بہتیرے نادان ایسے بھی ملیں گے
جنھیں تمیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لیے آمادہ ہیں اُنہیں خوبیاں بھی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگونکی
ٹھیک مثال اُس مریض کی سی ہے جسکو پانی بھی بدمزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بتلاتا ہو کاش یہ لوگ بھی جب انہیں عبادتوں
کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض کی طرح کرتے جو کڑوی دوا کو مفید سمجھکر زبردستی گلے سے اُتار ہی جاتا ہے اگرچہ
اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اُٹھانا پڑے خدا اس جہالت کا برا کرے سارے گل اسی کے کھلائے ہوئے
ہیں ان لوگوں کو تو اُس نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اسی کی وجہ سے اُنکو طرح طرح کے نقصانات اُٹھانا
پڑتے ہیں۔

اب آیئے آپ کو اس فرقہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اُس کی تھوڑی سی تفصیل
کہہ سنائیں پہلے تو اُنھوں نے دیکھا کہ یہ ہر عاقل بالغ کو منجملہ اور عبادات کے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں
حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو خدا کی عظمت کے اظہار یعنے تکبیر سے شروع
ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھنے والا اسکو اس طرح ادا کرتا ہے گویا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اُسنے
مقرر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک منادی یعنے مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا
کرے چنانچہ اس کے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیوی
اور اخروی مرغوبات میں پھنسے ہوئے ہو یہ بھی خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور اسباب کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مرغوبات کو
چھوڑ کر اُسکی جناب کی طرف راغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند تعالے معبود یکتا ہے اُسکے سوا کوئی عبادت کے لایق
نہیں گویا وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو وہی پورا کرسکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے ماسوا سے
بے نیاز ہونے میں یکتا ہو، اُسکے خص اوصاف میں شمار ہو اور ساری خلق اُسی کی محتاج ہو اور ایسا معبود اللہ ہی ہے جسکی ذات
واقعی معبودیت کے شایاں اور اس امر میں یکتائی کے ساتھہ موصوف ہے پس تمہیں چاہیئے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی
ہوں یا اخروی سب اُسی کی جناب میں لیجاؤ اور اُسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر دو بار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت
دیتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعہ سے تمہیں
اپنی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھہ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اسبات کا
یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خواہ اور تمہیں بھلائی کے طریق سکھانیوالے ہیں پس اب تمہیں چاہیئے کہ تم اُس عبادت کے
ادا کرنے میں بدل وجان کوشش کرو جو اُنہوں نے تمہارے لیے مقرر کی ہے اور جسمیں تمہارا سراسر نفع متصور ہے۔ اسکے بعد وہ دو
دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اسکو اس مضمون کی تفریح سمجھنا چاہیے جسکی طرف وہ تکبیر و تشہد میں اس سے پہلے اشارہ کرچکا ہے

نماز اُسکے لوازم اذان۔ اقامت میں کیا حکمتیں ہیں اذان و اقامت میں جو الفاظ ہیں اُنسے کیا اشارہ مقصود ہے پیارا معبود اُسکا کیا جواب دیتے ہیں ۱۲

کہ اس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں تمہیں ضرور التجا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ جب یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے یکتا ٹھیرا اور اس خیرخواہ رسول نے تمہیں اسکی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اسکی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گے تو تمکو چاہیے کہ نماز کی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدائے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور نماز ادا کرکے اسکے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو۔ پھر وہ نماز کے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر "حیّ علی الفلاح" یعنے کامیابی اور رستگاری کی طرف دوڑو کہکر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آدمی کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھکر ہے اور فلاح خواہ دنیوی ہو یا اخروی اسی عبادت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اسکی جزا کے ملنے کی امید ہو جاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ اسکے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اسکی طرف نمازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور اسبات پر انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھیرالیں بلکہ انکی مشتاق نظریں اسی کی جناب کیطرف رہیں اسی کا تقرب مدنظر ہو اور انکا مقصد اصلی اور مدعائے دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں میں خدا ہی خدا ہو اسی وجہ سے وہ اسموقع پر دو مرتبہ تکبیر کہتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موذن کی کیفیت تھی اب لیجئے سننے والے کیا کرتے ہیں وہ لوگ بھی موذن کے اقوال کو دُہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اسکی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور اسبات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ بھی اسکے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ انکو نماز اور فلاح کی طرف بُلاتا ہے تو اسکے الفاظ کو نہیں دُہراتے کیونکہ بلانیوالے کے الفاظ جواب میں بھی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے اسلیے وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نماز میں داخل ہوکر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پا لینا سوائے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور طور پر ممکن نہیں ہم تو اسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور ان کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا جیسا کہ بعض ناواقف یہ سمجھکر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ندا کرنیوالا مزید تاکید کے لیے انہیں الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص بھی سن لے جسنے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سنے ہی آگیا تھا یہانتک کہ اس بارگاہ عالی کی حضوری کے وقت یہ سارے مضامین پورے طور سے پیش نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ "قد قامت الصلوٰۃ" اور بڑھا دیتا ہے یعنے اب نماز قائم ہو گئی

نماز کیلیے طہارت کے مشروط ہونیکی حکمت ۱۲

شریعت نے اس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرر کیے ہیں وہ بھی سُن لیجئے چنانچہ اسنے یہ مقرر کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اسکا لباس طاہر ہو اس مکان میں جہاں وہ نماز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست نہ پڑی ہو اسکا بدن حکمی ناپاکی سے بھی پاک ہو اور اس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور انکا اسوقت اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اس طہارت سے نمازی کو اسبات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اسکا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے مولے کے سامنے اور اسکی بارگاہ عالی میں اسکے احسان کا امیدوار بنکر

لیے حاضر ہوتا ہے پس جسطرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اسبات کا بڑا اہتمام کیا کرتی ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ جا پڑے جو اُسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جنکا منشا خواہ اُسکی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے اُنکا مرتکب ہوا ہو اور جملہ اخلاق ذمیمہ سے اسکا دل بھی پاک ہو یہانتک کہ سارے میل کچیل کو توبہ اور پشیمانی کے پانی سے دہو دہلا کر صاف و ستھرا بنگیا ہو علاوہ بریں بدن کو پانی سے دہونے کی وجہ سے جس خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اُسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اُسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دہولے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اُسکی ساری کسلمندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اُسکے سارے بندہن کھولدیے جنمیں وہ جکڑی ہوئی تھی خصوصًا اُسحالت میں جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں۔

شریعت نے اُن اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کبرے ہے جس سے سارے بدن کا دہونا یعنے غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغرے یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دہو یا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔

غسل وضو اور اعضاء وضو کو تاجن ترتیب سے دہونے اور مسح کرنے کی حکمتیں اور تیمم کا بیان ۱۲

اب اُسنے ساری بدن کا دہونا اُسوقت واجب کیا ہے جب منی نکلے چاہے حکمًا ہی کیوں نہ ہو اور حکمًا منی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے منی نکلنے کا پتہ نہ لگے، یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اسلیے شریعت نے بھی اُس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو انکے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو ملوث قرار دیا اور اسیوجہ سے اُنکا نام حدث اکبر رکھا گیا پس گویا سارے بدن کے دھونے اور پاک کرنے سے اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن سارے گناہوں سے توبہ کرکے پاک ہونا چاہیے جنکو تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصًا اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو اور بھی ضروری ہے۔ دوسری حکمت اسمیں یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جنسے بچہ بنتا ہے چنانچہ منی حمل ٹھیرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اُسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک بخت ہوتا ہے اور کبھی بدبخت۔ بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعًا قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ امید ہوسکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزا ملے خصوصًا اُسوقت جبکہ اُن دونوں کی نیت بھی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ اسطرح نسل میں خدا کے مطیع موحدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیکبخت ہونیکے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت مکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جسمیں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی اور اُسکے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دہونے سے اسبات پر آگاہی حاصل کرنا چاہیئے کہ ایسے امر سے

بھی توبہ کرنا مناسب ہے جسمیں گناہ کی مصیبت کا احتمال بھی ہو۔ اور وہ گویا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے جنمیں میرا سارا بدن شریک ہے مجھے اسبات کی تشخیص ہوگئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اسکا سبب ٹھہروں گا اسلیے میں اپنا سارا بدن دہوئے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سبب سے تیرے سامنے کرنا چاہیے اور یہ بات گناہ سے انتہا درجہ کی علیحدگی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اہتمام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ حقیقۃً یہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب رہیں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقۃً خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون بہے یا قضائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی، خون حیض یا نفاس کے کوئی اور شے خارج ہو اور خواہ حکماً اُنکا خروج پایا جائے جیسے کہ اسطرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہو جائیں اعتبار کیا جاتا ہے پس انکے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص خاص اعضا کو ملوث قرار دیا ہے گویا اس طہارت صغریٰ کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں (اور وہ بعض اعضاء کے دہونے اور بعض کے مسح کرنے کا نام ہے) اسکا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور اُن اعضاء کی تخصیص اور اُس ترتیب میں جو اُنکی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب نکتہ کی رعایت مدنظر ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ سارے بدن میں یہی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کرنیکے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اسلیے اُنکے دہونے سے اُنکی طہارت باطنی کے اہتمام پر تنبیہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُنکے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ کیجائے۔ اعضاء کے دہونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اسمیں یہ لحاظ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا ہو اسی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اُسکے بعد اُس سے کم اسیطرح آخر تک سمجھنا چاہیے پس سب سے پہلے چہرہ کے دہونیکا حکم ہے جسمیں منہ ناک اور آنکھیں پائی جاتی ہیں اور چہرہ میں سب سے پہلے مُنہ سے دہونا شروع[ع] کیا جاتا ہے اسلیے کہ تمام اعضا میں سے زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے غیبت چغلخوری کیجاتی ہے فحش بکا جاتا ہے اسکے علاوہ بھی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جنمیں سے کچھ پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں پس منہ کے دہونے سے جب یاد آجاتا ہے کہ طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُسنے بیجا کہا تہا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اسیطرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کرکے اُن چیزوں سے جنکو اُسنے بلا اجازت شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جنکا دیکھنا حرام تہا اور اُسنے اُنہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد کہنی تک دونو ہاتھوں کے دہونے کا حکم ہے اسلیے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست درازی کرنیکے لیے ہاتھ بڑہتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جا ہی لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُنکی طہارت باطنی کا بھی خیال پیدا ہوگا اور اپنی دست درازیوں سے توبہ کرے گا اسکے بعد سر کے مسح کرنیکا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا اسلیے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے ملی ہوئی ہیں اسوجہ سے سر کے لیے متوسط درجہ کا حکم یعنے مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اسیطرح چونکہ کان میں بسا اوقات

ع یعنے کلی کیجاتی ہے اور کلی سے پہلے جو ہاتھ گٹے تک دہوئے جاتے ہیں وہ اصل میں کلی ہی کرنے کے لیے صاف کرلیے جاتے ہیں ۱۲ مترجم

یا قصد کوئی بات آپڑتی ہے اُسکے لیے بھی مسح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجائیگی کانوں نے جو کچھ بیجا سنا ہوگا اور سر سے بباعث مجاورت ان اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہوگا اُس سے بھی اپنے کو پاک کریگا گردن کے مسح کی سنت بھی اسی طرح کہا جا سکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دہونے کا حکم ہے اسلیے کہ جب آنکھیں دیکھ چکتی ہیں زبان سے کچھ باتیں ہو جاتی ہیں ہاتھ بڑھ چکتے ہیں کانوں میں آواز آلیتی ہے اُسوقت پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُسکے چلتا ہے پس مخالفت میں سب سے پیچھے پیر ہی ٹھیرے اسلیے سب سے پیچھے اُنکے دہونیکا حکم ہوا اور اُنکے دہونے سے بھی پیروں کے لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے بیجا قدم اُٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین تین مرتبہ دہونے میں ایک عجیب دقیق نکتہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں رکن یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو اُسپر نادم ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اسبات کا پختہ قصد کرے کہ آیندہ اُسکا مرتکب نہ ہوگا پس ہر مرتبہ دہونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تنبیہ ہوتی ہے۔ وضوء کرنے والا جب وضوء سے فارغ ہو چکتا ہے اور توبہ کرکے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے "اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین" یعنے الٰہی مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے زمرے میں کردے اسمیں اُسکے لیے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ خدا سے وہ یہ استدعا کرے کہ اُسنے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر اُسپر احسان کیا ہے اُسے قبول بھی کرلے۔ اور جب نمازی کو پانی کا میسر آنا مشکل ہو یا بوجہ مرض کے اُسکے استعمال پر قدرت نہو تو اُسوقت شریعت نے بجائے غسل یا وضوء کے تیمم مقرر کیا ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبیل سے ہو بنیت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسح کرنے کا نام ہے اور یہی ایسے اعضاء ہیں کہ انسان کو جنکے پاک کرنے کی اور اعضاء سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اسمیں گویا بندہ کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُسپر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حاصل کرنے کی اُسے توفیق نہ ہو تو اِس سے تو گیا گذرا نہ ہو کہ اپنے گناہ دیکھ کر عجز اور انکسار کرنے لگے کیا عجب کہ اِسی بہانہ خدا اُسکے گناہ بخشدے چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ جو گناہ عجز و انکسار پیدا کرے وہ ایسی اطاعت سے تو اچھا ہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے علاوہ بریں جب اس مسح کے اِس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُسپر اب توبہ کے تمام ارکان کا حاصل کرنا بھی آسان ہو جائے اور وہ حقیقۃً توبہ ہی کرلے پھر چونکہ اعضائے وضو میں سے پیروں کے دہونے میں زیادہ پانی صرف ہوتا تھا اور کچھ مشقت کا بھی اندیشہ تھا اِس وجہ سے اگر چرمی موزے پہن لیے جائیں تو بغرض آسانی خاص شرطوں کے ساتھ اُنپر پانی سے مسح کرنا بھی جائز رکھا گیا اور اسطرح پر اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ بھی فوت نہیں ہونے پایا شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نماز ننگے ہوکر نہ پڑھی جائے بلکہ نمازی بدن ڈہانک لیا کرے اور اِس سے جو کچھ ادب کی رعایت پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اسکے اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمیمہ سے اگر پورے طور پر توبہ کرکے پاک و صاف بننا نصیب نہ ہو تو جب نماز پڑھنے لگے یا یوں کہیے کہ اپنے مولے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ اِن ساری مخالفتوں کو دبائے رکھے تاکہ اُنکا زور و شور گھٹا رہے اور اُنکی یہ حالت ہو جائے کہ گویا اُنہیں پردہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چھپانا بھی نماز میں شرط ہونا اور عورت کو بہ نسبت مرد کے زیادہ بدن چھپانیکا حکم ہونا

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اُسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو اِدہر اُدہر جی نہ بھکنے پائیگا۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اُسپر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی اسیلئے اُسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لیے اتنے بدن کے کہولنے کی اجازت ہے جسکے کہولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی تک دونوں ہاتھ اور قدم اِن کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت لونڈی ہو تو چونکہ کام کاج کرنے میں ان اعضاء کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کہلجاتے ہیں اور اُنکے چھپانے کے واجب کرنے میں حرج متصور تہا اسیلئے اُسکو اُنکے علاوہ بھی کسی قدر اور بدن کہلا رکہنے کی اجازت دیگئی۔

ف شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نمازی کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑہے اسیلئے کہ انسان کے لیے کئی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور اُن جہتوں کے نام یہ ہیں۔ آگے پیچھے دہنے بائیں۔ اوپر نیچے پس اگر اُسے اختیار دیدیا جاتا کہ جدہر چاہے مُنہ کر کے نماز پڑہ لے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف یکسو ہوجائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگادے تو اُسکا جی پریشان ہوجاتا اور کچہ کرتے دہرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہجاتا کہ کدہر مُنہ کروں کدہر نہ کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لیے لایق تر کونسی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہوجائے۔ پس خدا نے بنظر لطف انسانی عقل و فطرت کا لحاظ کر کے کعبۂ مکرمہ کو مقرر کردیا کہ اُسکی طرف مُنہ کر کے نماز پڑہی جائے کیونکہ خدا نے اِس قطعۂ زمین کو مشرف و مکرم بنادیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر معظم و مکرم بنادے اسیلئے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنے خدا کا گھر نام رکہلیا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچہ ضرورت نہیں بلکہ وہ اِس سے بالکل پاک و منزہ ہے لیکن اِس تعین سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اُسکے جی کو اِس بات کا اطمینان ہوجائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اُسنے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے اُمید ہے کہ اُسکی دعا ضرور مقبول ہوجائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ نماز اور جو کچہ کہ نماز میں مثل رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اُسوقت مُنہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اُس سے مقصود جناب باریتعالے ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں اسیلئے کہ جو شخص (خدا پناہ میں رکہے) اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اُسکی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے پس اِس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا انتہا درجہ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

ف پہلے بھی معلوم ہوچکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور اُس سے مقصود بندہ کا اللہ اکبر کہنا ہے اور اُسوقت نمازی اگر مرد ہوتا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتہ اُٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈہوں تک ہاتہ اُٹھاتی ہے اللہ اکبر کہتے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اسطرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکہنا چاہیئے کہ اُسکا مولے جسکے سامنے وہ حاضر ہو۔ رہے کو وہ تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اُسکی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے مولے کے سوا خواہ دنیوی تعلقات ہوں یا اُخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اُسکے حضور میں حاضر ہو اور دونو ہاتہ

ف
نماز میں کعبہ کی طرف
منہ کرنیکا حکم جہت کا
تعین اسکا بیان کہ
منہ کرنیسے مقصود
خدا ہی کی عبادت
ہوتی ہے نہ کعبہ کی

ف
نماز کے تکبیر سے
شروع ہونیکا اور
شروع کرنیکے وقت
ہاتھ اُٹھانے کی حکمت

سکے اُٹھانے سے بھی اسی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کرکے اُس چیز سے جو اُسکے سامنے ہو ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اُسکی آنکھوں کے روبرو حاضر ہیں اور یہ کہکر کہ خدا جملہ اشیاء سے بڑا ہے وہ اُن سب سے ہاتھ اُٹھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اُسی کو اختیار کرتا ہوں اور تُو میں اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑے دیتا ہوں میں تو اُسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا پختہ قصد کرچکا۔ مردوں کے خلاف بجائے کانوں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اُٹھانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنی جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبانِ حال سے بیان کرتے ہیں علاوہ بریں عورتوں کے لیے محض شانوں ہی تک ہاتھ اُٹھانا کافی سمجھے جانے میں اُنکے پردہ کی بھی رعایت ہوجاتی ہے۔ پھر بندہ تکبیر کہکر غلاموں کی طرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوجاتا ہے اُسکی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے دونو قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہلنے پاتا ہے نہ اِدھر اُدھر جھکتا ہے۔

ف

اِسکے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دعا[1] پڑھتا ہے جسمیں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برات بیان کرتا ہے۔ پھر اُسکی تعریف کرتا ہے اُسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اُسکی سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اُسکی وحدانیت کا مقر ہوتا ہے اِسکو یوں سمجھیے جیسے کہ بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے کے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہیں جنسے اُنکی عظمت ظاہر ہو اسیطرح خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اِسکی رعایت کی گئی پس تکبیر گویا درگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے وقت آداب بجالانا ہے اور یہ دعا گذارش کرنیسے پہلے بمنزلہ القاب ذکر کرنے کے ہے پھر چونکہ انسان پر شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اُسے یہی فکر رہتی ہے کہ کسیطرح اِسکے دلمیں وسوسہ ڈالکر خدا سے عرض و معروض کرنے میں جی نہ لگنے دے اور اُسے پریشان کردے اسیلیے شیطان کی عداوت سے بچنے کے لیئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہے یعنے میں اِس مردود شیطان کے شر سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اِس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ مانگ کر ذرا اُسکے دل کو سہارا ہوجاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت آپہنچتا ہے چنانچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردیتا ہے اِسکے پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ پہلے[2] تو وہ خدا سے توسل حاصل کرنیکے لیے نہایت ہی شریف وسیلہ کو ذکر کرکے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اُسکا نہایت ہی باعظمت اسم مبارک ہے کہ اُسکے سوا کوئی اُسکے ساتھ موسوم نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جسکے اعتبار سے اُسکو اسبات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اُسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی اُمید کیجاتی ہے۔ اسیلیے وہ اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم یعنے بے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اُسکی دعا مقبول ہونے کے لیے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق[3] سبحانہ تعالےٰ کی عظمت اور اُسکی نعمتوں کی وسعت خصوصًا اُسکے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتدائے پیدایش سے برابر

ف
سبحانک اللھم الخ اور اعوذ باللہ الخ کے شروع نماز میں پڑھنے کی حکمت ۱۲

ف
بسم اللہ اور آیات سورۂ فاتحہ کے اشارات کی تفصیل اور آمین کے معنی ۱۲

---

[1] اور وہ دعا یہ ہے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالےٰ جدک ولا الہ غیرک ۱۲ مترجم [2] یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم [3] یہ الحمد للہ رب العالمین کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم

اُسپر ہونا رہا خیال کرکے اُسکی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلےٰ سے اعلےٰ محامد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسانات کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جنمیں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُسکو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھکر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر عہ یہ دیکھکر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اُس نعمت کی بیقدری کرتے ہیں اور اُسکا کما حقہٗ شکر ادا نہیں کرتے اور اِس خوف سے کہ کہیں اُسکا بھی اُنہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہوکر التجا کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ موصوف کرکے اسبات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری وسیع رحمت کے سوا اُن لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ عہ خیال کرکے کہ بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جب اُنپر احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ اترانے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ عدل نہ برتا جائے اور اُن کی تادیب نہ کیجائے اُنکی اصلاح نہیں ہوسکتی اسلیئے اُسکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و جزا کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جسطرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی اُمید کرنا چاہیے اسیطرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرتا بھی زیادہ رہے اب سہ وہ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُسکی نعمتوں کا تھوڑا بہت شکریہ ادا کرتا ہے پیش کرتے وقت دو ضروری امروں کا لحاظ کرتا ہے اوّل تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے اسلیئے اپنے اُن موحد بھائیوں کی عبادت کے ساتھ ملاکر اپنی عبادت کو پیش کرتا ہے جنمیں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھہ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کرکے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ اُنہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اسکی عبادت بھی خدا کی درگاہ میں مقبول ہوجائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی ٹھیرائے ہیں اسلیئے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اِس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اِس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کرنے سے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُسوقت وہ کچھہ کرسکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کردے اُسکے دل میں اسکی رغبت پیدا کردے اور سارے موانع دور کردے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اسلیئے وہ اُس سے اسطور پر مدد کا طلبگار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوجائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُسے مطلوب نہیں۔

پھر للعہ اسبات کا خیال کرکے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کیے جائیں اور اُنمیں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہ راست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اِس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلےٰ درجہ حاصل ہوجائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض ھہ تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہ راست کو پالیا اور اسطرح سے وہ فائز المرام ہوگئے اور بعض سہ عمل میں کجروی کو دخل دیکر خدا کے مورد غضب بن گئے اور بعض معہ نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اسطرح سے حق سے بھٹک گئے پس نمازی کو راہ راست کی درخواست کے بعد یہ رغبت بھی پیدا ہوئی کہ یہ بھی

عہ یہ الرحمٰن الرحیم کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم سہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۱۲ مترجم للعہ یہ اہدنا الصراط المستقیم کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم ھہ یہ صراط الذین انعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم سہ یہ غیر المغضوب علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم معہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں ۱۲ مترجم

اُنہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اِس ذریعہ سے یہ بھی اُنکے انوار و ثمرات سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب ہو اسمیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہونا چاہیے کہ جو اُسکو راہ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گویا نمازی یوں کہتا ہے کہ اے رب میں اپنے موحد بھائیوں سمیت تجھسے اُسی فرقہ کی راہ راست کا طالب ہوں جنپر تو نے عقیدے اور عمل دونو کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی اُنہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر اُنکی نیک صحبت کی برکت سے کامیاب ہو جائیں اور اُن لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جنپر اسوجہ سے کہ اُنہوں نے برے عمل کیے تو غضبناک ہوا یا جو غلط عقیدوں کی وجہ سے راہ راست سے بہک گئے اے ہمارے رب اِن لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی اِسی آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر اُنہیں کی طرح ہمکو بھی نقصان اُٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اِس دعا کو ختم کرتا ہے چنانچہ اسی لیے وہ اِس موقع پر لفظ آمین کہتا ہے یعنے اے رب ہماری دعا کو قبول کر لے کیونکہ تو نے تو اپنے رسول کی زبانی ہمسے وعدہ کر کے ہمیں اُمیدوار بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دعا کرنیوالے کی بہت جلد سُن لیا کرتا ہے پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کوئی شخص علاج کراتا ہے تو اُسکے لیے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اُسکو استعمال کرتا ہے اور اُسکے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اسیطرح پر یہاں بھی سمجھیے کہ بندہ کا خدا سے راہ راست کی رہنمائی کا طالب ہونا گویا کہ اپنے بیجا اعمال اور برے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگنا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اُسکے جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور اسمیں سے جو کچھ پڑھ سکو پڑھو اس سے تمکو شفاء حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام ایسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق۔ شرک۔ ریا۔ کبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت حاصل ہوتی ہے اسلیئے کہ اسمیں کافی طور پر دلائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اِسے پڑھو گے تو تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا۔ اسوجہ سے نمازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو بمنزلہ مرض بیان کرنے کے تھی اپنے طبیب کی تبلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تھوڑا بہت اسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے اب اِس دوا کو استعمال کر کے یعنے کلام اللہ سے کچھ پڑھکر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اِس دوا کی واقفیت و شفا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضۂ قدرت میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے بھی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اُسکے سامنے جھک جاتا ہے اور اِسی کو رکوع کہتے ہیں۔ پھر وہ اِسی حالت میں اپنے باعظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جسکے کہ سب محتاج ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اُسنے اپنی ہیئت سے بھی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اُسکی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار بھی کر لیا اُسکی عظمت و جلال کی تعظیم بھی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنیکے لیئے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جسنے کہ دواء شافی عنایت کر کے اُسپر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اسطرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور اُسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی سُنتا بھی ہے اور اُنکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو اُسکی تعریف کرتا ہے وہ اُسے بھی سُن لیتا ہے۔ پس اِسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لیئے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا کرتا ہے

فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ کی حکمت ۱۲

ف
رکوع و قومہ اور جو کلمات انکے وقت مشروع ہیں انکی حکمت ۱۲

یعنے جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا اُسکی سُن لیتا ہے۔ اور پہر وہ اپنی تعریف وحمد کو اللهم ربنا لک الحمد کہکر پیش کر دیتا ہے۔

اِسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک بہی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے جب بہی سو حصوں میں سے ایک حصہ بہی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اِس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پہر میں کونسا کام کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان جو نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بہلا مجہہ بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑہکر تیرے مقابلہ میں جو کچھ کرسکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو نہایت ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت وجلال کی تعظیم کرنیکے لیے زمین پر تیرے سامنے رکہہ دوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی وعظمت میں اِس سے کچھ زیادتی نہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے مولے کی تعظیم کرنے کے لیئے الله اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اُسکے سامنے زمین پر رکہہ دیتا ہے اور سجدہ میں اپنے کو نہایت ہی پستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اُسنے یہ حالت اپنے ایسے مولے کی تعظیم کی غرض سے اختیار کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اسلیئے وہ سُبحان ربي الاعلےٰ کہنے لگتا ہے یعنے میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام عیبوں سے پاک ہے اور پہر یہ خیال کرکے کہ اگر وہ تمام عمر بہی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب بہی اُسکی تعظیم کا پورا پورا حق ادا کرکے سبکدوش نہیں ہو سکتا الله اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اُٹہا لیتا ہے گویا وہ اِس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اُسکی عظمت وکبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم وتکریم ہیچ ہے اُسکا کماحقہٗ کوئی حق ادا ہی نہیں کرسکتا پہر سجدہ سے سر اُٹہانے کے بعد وہ دیکہتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف وبزرگی کی حالت تہی اور ابہی تو اس مقصد عالی میرا مدعا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہ بہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بدبختی کی وجہ سے ایک سجدہ بہی نہیں کیا تہا خدا کا شکر ہے کہ مجہے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ سمجہکر شیطان کے خلاف پہر اُس بارگاہ عالی میں اپنے مولے کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے سر کو سجدہ میں رکہہ دیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے سر اُٹہا کر نماز کے بقیہ اعمال وافعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور اُسی طرز سابق سے جسمیں کہ طرح طرح کی حکمتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے درپے ہوتا ہے اگر اُن سب کا بیان کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پہر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجا آوری کے لیے اِس بارگاہِ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہوکر غلاموں کی طرح باادب دو زانو بیٹہہ جاتا ہے اور اپنے مولے کے حضور میں جو کہ زمین وآسمان کا مالک ہے التحیات لله والصلوات والطیبات کہکر تحیت وسلام عرض کرنے لگتا ہے ٹہیک اسیطرح سے جیسے کہ شاہی دربار سے باہر آتے وقت آداب بجا لایا کرتے ہیں اب وہ رسول الله صلے الله علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جنکے ذریعہ سے اُسکو اِس بارگاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بہیجتا ہے اور آپ کے لیے برکت ورحمت کی دعا کرتا ہے اِسی لیے اِس موقع پر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ الله وبرکاتہ کہتا ہے پہر اُسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے اُسے اِس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اُسکو اور اُسکے ہمدرد بہائیوں کو امن وامان میں بہی رکہے پس وہ السلام علینا کہکر اِس رغبت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پہر اُسے اپنے اُن بہائیوں کی یاد آتی ہے جنکی عبادت کے ساتہ ملا کر اُسنے اپنی

ف سجدہ اور اُسکے متعلقات کی حکمت ۱۲

ف قعدہ اخیرہ اور جن چیزوں پر وہ مشتمل ہے سب کی حکمت ۱۲

عبادت خدا کی درگاہ میں باسید قبول پیش کی تہی اور اسوجہ سے اُنکا حق اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہوگیا تھا چنانچہ
خدا نے جو کچھ نعمتیں اُنہیں دی تہیں اُنکے لیے بہی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور "وعلی عباد اللہ الصالحین" کو اور بڑہا دیتا ہے پہر
گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ منعم حقیقی خداوند تعالے ہی اور اس بہلائی تک جنکے ذریعہ سے رسائی ہوئی ہے
وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالے کی معبودیت کے اعتبار سے یکتا ہونیکی
شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اُٹھا کر اسی یکتائی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد قول و فعل جملہ اعتبار سے موحد بنجائے
اور اسمیں یہ بہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا خیال کیا جا سکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار
سے بہی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت
کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور "اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ" کہتا ہے۔
اب اُسکا اسپات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے
بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جسطرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُنکے گہر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے
عوض میں رحمت و برکت نازل کی تہی اور یہ خیال کر کے کہ اُسکو خواہ دنیوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کیطرف
احتیاج ہے اسلیے اپنی حاجتوں کے لیے بہی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اسبات کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے
باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش وغیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری
کر دیا ہے کیونکہ اُسنے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکہا ہے کہ تمام چیزوں کے کچہ نہ کچہ سبب ہوا کرتے ہیں اور وہ اشیاء بذریعہ
اپنے سبب ہی کے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اسلیے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اُسی طرف رہنے
دیتا ہے اور فقط چہرہ ادہر اُدہر پہیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجہکو ضرورت نہ درپیش
ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبہی جدا نہوتا اور اسکی جدائی کا صدمہ نہ اُٹہاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوں
اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا۔ اُس سے دعا مانگنا۔ اُسکی تعظیم کرنا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش
آنا ہیں۔ اب وہ اپنے مسلمان بہائیوں اور فرشتوں کی طرف جنکی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تہا۔ "السلام علیکم و رحمۃ اللہ"
کہکر متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔
پہر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مر کر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بہی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے سے
معطل رہتے ہیں مرنے ہی کی شکل ہے اور وہ دیکہتا ہے کہ خدا نے اُسکو اُس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اُٹہا کہڑا کیا اور
اپنے کاروبار میں ہاتہہ پیر ہلانے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچہ اُسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تہا اس نیند سے
اُسکی تلافی کر دیجہ کہاں تو وہ بالکل تہکا ماندہ ہو رہا تہا اور اُٹہنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور بشاش ہوگئی
علاوہ اسکے خدا نے اسکو سونے کی حالت میں تمام موذی چیزوں سے بہی محفوظ رکہا اور اسکا کہانا بخوبی ہضم کر کے اُسکو ایسی
عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجہنے میں عقل چکر میں آجاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ بہی نہ لگا کہ فعل انہضام
نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اُسکو کیا کیا فائدے پہونچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں اُسکی غایت درجہ کی کوشش تہی

ف — نماز پنجگانہ کو اُنکے خاص خاص اوقات میں ادا کیے جانے کی حکمت ۱۲

کہ اُسنے کہانا نگلکر معدہ میں پہنچایا تہا اور اسطرح سے اُسنے کہانے کی لذت حاصل کرلی تہی اسکے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بہی اُسکے دل میں نہ گذرا تہا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں اسلیے اُسکے ذمہ یہ بات ضروری ہوگئی کہ بیدار ہونے کے ساتہ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑہے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پہر جب آدہا دن گذر جاتا ہے اور خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہولیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تا کہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن کردیتا ہے اُسکے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنکے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کرلیتا ہے اُسپر کسب معاش کے ذریعے آسان ہوجاتے ہیں اُسکو غذا ملجاتی ہے کوئی کہانتک بیان کرے اسکے علاوہ بہی بے انتہا احسانات خدا کی جانب سے اُسپر ہولیتے ہیں اُسوقت بہی اُسکے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہوجاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پہر جب دیکہتا ہے کہ دن ڈہلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہوچکے اور اُسنے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت بہی اُسپر اس خدمت کی بجا آوری واجب ہوجاتی ہے اور پہر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکہتا ہے کہ دن ختم ہوگیا اور رات آپہنچی جسمیں کہ اُسے راحت نصیب ہوگی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جسمیں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا تو اُسپر اسوقت بہی یہ امر ضروری ہوجاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پہر متوجہ ہوجائے جو کہ اسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب ادا کرتا ہے پہر جب چاروں طرف تاریکی چہا جاتی ہے اور سونیکا وقت آپہنچتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لیکر اب تک اُسپر ہوتی رہیں اُنکا شکر ادا نکرسکا اور جو کچہ عبادت اُسنے کی ہی اُس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ بہی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکہتا ہے کہ خدا کا اسوقت کو پیدا کرنا بہی کہ جسمیں بہت اچہی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اُسکی بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور وہ بہی اُسحالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت ہی نرم بچہونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تا کہ خدا کا جو کچہ شکر ادا ہوسکے اُتنا ہی ادا کرے پورے طور سے شکر ادا کرکے سبکدوش ہوجانا تو ساری عمر صرف کرنے پر بہی ممکن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اُسکی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی سمجہا جائیگا پہر دیکہنا چاہیئے کہ خدا نے ادائے شکر کے لیے جو نمازیں ضروری ٹہرائی ہیں تو اُس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہو بیس رکعتیں ہیں دس دن کو اور دس رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کرکے چودہ رکعتیں کردی گئی ہیں چہہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا وقت ہے اور آٹہہ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جسمیں مسافر ٹہیرا کرتا ہے ان پنجوقتی نمازوں کے ساتہ کچہ اور نمازیں بہی مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ السلام نے اُنکے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچہ نقصان رہگیا ہو تو اُنکے ذریعہ سے وہ پورا کردیا جائے اور ایسی نمازوں کو سنت کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کرکے اُسمیں بیس رکعتیں سنت علاوہ انکے اور مقرر کی ہیں تا کہ اُسکی نمازوں کی اور زیادہ تکمیل کردی جائے۔ یہ تو ہوچکا اگر ابہی ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور حکمتیں نظر آئیں گی مثلاً

ف سنن اور تراویح کی حکمت ۱۲

اُسنے لوگوں کے نفوس مہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور متکبروں کے نفوس جوکہ دین سے اپنے دامنوں کے چہو جانیسے بہی ناک چڑہاتے تہے اور اس سے بہی اُنہیں عار آتا تہا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکہیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور اُن لوگوں کو جوکہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کہپائے ڈالتے ہیں اِسی بہانہ سے اپنے پیدا کرنیوالے اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اِس خدمت گذاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کہڑے ہوتے اور اِس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کردیجاتی تو دن تو دن سالہا سال تک بہی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی کہ اُنکا کوئی خدا بہی ہے جسے اُنہیں حساب دینا ہوگا اور وہ اُنکی حرکات وسکنات سے بخوبی واقف ہے اور اِس امر کی شہادت کے لیے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بہی اِس غفلت میں پڑکر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بنجاتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث ہوتے ہیں علاوہ بریں نماز کے وقت از سر نو توبہ کرنی بہی نصیب ہوتی ہے اِسی موقع سے اِس راز کا بہی پتہ لگتا ہے کہ نماز بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملانے کا کیونکر ذریعہ ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رکہتی ہے جیساکہ قرآن شریف میں نماز کی نسبت واقع ہوا ہے۔

ف اب لیجیے جماعت سے نماز پڑہنے اور تمام اعمال نماز میں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا نکتہ سنیے اور وہ یہ ہے کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جیساکہ ہم سرداران لشکر کو دیکہتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت اُنکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اُنکی بخوبی رعایت نہ کرسکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنجائیں اور اِس نکتہ کو فارسیوں کے سپہ سالار رستم نے خوب ہی سمجہا تہا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکہا کہ اپنے پیشوا کے پیچہے نماز پڑہ رہے ہیں اور ساری حرکات وسکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اِس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچہ اُسنے کہا تہا وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

ف جماعت سے نماز پڑہنے اور جمعہ عیدین اور حج وغیرہ عبادتوں میں مجتمع ہونیکی حکمت ۱۲

جماعت سے نماز پڑہنے میں ایک یہ بہی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہو جاتی ہے اور اِسطرح سے آپسمیں محبت وہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اِسی سبب سے اِس امر کی اور عبادتوں میں بہی رعایت مدنظر رکہی گئی ہے اور یہ کام اِس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں پانچوں وقت نماز پڑہنے جایا کریں اِسی طرح اہل شہر کو بہی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑہنے کے لیے جامع مسجد میں جمع ہو جایا کریں۔ رہی عید الفطر و عید اضحٰے کی نماز اُسکے لیے شہر تو شہر اُس کے قرب وجوار تک کے لوگ بہی سال میں دو بار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کردی گئی ہے کہ اُنہیں سے خدا جنکو مقدرت دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہو جایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اِسکا ذکر آتا ہے

ف اِس شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنیوالوں کے لیے اِن دینی مجمعوں سے بعض بعض میں یہ بہی مقرر کیا ہے کہ اُنکا پیشوا لوگوں کو مخاطب کرکے خطبہ پڑہے یعنے اُنکے سامنے کچہ تقریر بیان کرے جسمیں اُنکو نصیحت کے مضامین سنائے نا زیبا امور سے زجر و توبیخ کرے اور جو کچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیئے لائے ہیں اُسکی اُنہیں یاد دلائے

ف خطبہ کی حکمت ۱۲

ف نماز کے فوائد اور جو لوگ اسکو سمجھی چھوڑتے ہیں یا اسکے فوائد سے محروم رہتے ہیں اُنکی بیہودہ حرکتے وہی تباہی عذروں کا معقول جواب ۱۲

اور اُن لوگو نپر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر بگوش دل اُسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اسوقت کیسے چپ چاپ گھٹنوں کے بل سر جھکائے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ اُنہیں سے کسی بات کی تحسین کیے پیچھے کوئی تالیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنیکے لیے شور کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ اُنہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُنکی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم باہر نکالنے لگے (اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا) تو سب کو چاہیے کہ اُسکی بات تسلیم نہ کریں اور پھر اُسکے واسطے کو اسبات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کردے۔

چونکہ نماز میں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسی لیے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اسکے ترک کرنیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کیگئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھیرایا گیا ہے یہاں تک کہ نماز کا ترک کرنا بھی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھتے رہنا ایمان کی علامت قرار دیگئی ہے اسموقع سے اُن لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پروائی کرتے ہیں چونکہ کاہلی نے اُنہیں گھیر رکھا ہے یا شیطان کا اُن کے دلونپر پورا تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے اُنہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغز کو چھوڑ کر پوست کو لے بیٹھتے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اُسکے ترک کرنے کی واہی تباہی وجہیں نکالا کرتے ہیں اور نامعقول عذر کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کاہلی کی کیا پروا کرتا ہے اُسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔ ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اے نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا تمہیں اُن فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں ہی تمہیں خبر ہی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لیے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اُسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ پاؤ اچھا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنیکی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اُس کے سامنے از سر نو توبہ کرنی اور اُسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں اُن فوائد کی بھی پروا نہیں رہی جو بجملہ نماز باہم اپنے بھائیوں سے مخالطت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے تمہیں ہمدردی قایم ہوتی ہے اِس کے علاوہ بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کسیطرح خیال نہیں کر سکتا کہ تم اِن سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا اپنی نادانی سے اِس کے بھی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اُسوقت میں تمکو اِس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل اُن بیماروں کی سی ہے جنکو کوئی خیر خواہ طبیب کوئی نافع دوا بتا کر اُسکے استعمال کا حکم کرتا ہے اور وہ طبیب سے یہ کہکر اُسکے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا آپ کو تو اُسکی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اُسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ان بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ بھی اِس سے بے نیاز ہو گئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف یہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کیوجہ

سے اُنکی عقل جاتی رہی ہے اور ہذیان بک رہے ہیں:

نماز ترک کرکے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہوکر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں تمسے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہوگا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تمنے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی بھی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو سہی کہ دن رات میں چوبیس ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں آپ اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تمسے ادا نہیں کیجاتی حالانکہ اسمیں کچھ بہت زمانہ بھی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقلمندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر بھی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کرکے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے اتنی دیر بھی عبادت نہ کرسکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

بھلا بتلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری اُن عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کرنیسے باز نہیں ہوتے تو تم سے بھلائی کی کون اُمید کرسکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بنجاؤ تو تمہارے انصاف کی کسکو توقع ہوسکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حماقت پر کسے اطمینان ہوسکتا ہے اور جسوقت کہ تمنے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرادیا تو مسلمان اپنے بھائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کرسکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کرسکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اسکے ادا کرنیکا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے بھی شرم نہیں آتی جنکا کہ یہ قول تھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم اُن لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھتے میں اُنکی جان نکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے برابر کوئی عقلمند ہی نہیں بڑے صائب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اُسوقت اُنکی ساری عقلمندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے اُنکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑجاتے ہیں میری سمجھ میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ اُنکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہوگیا ہے اور اسمیں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتیری قسمیں ہیں ایک قسم یہ بھی سہی۔

اُن لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب اُنکے ساتھ کے اُٹھنے والے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہو اس عقلمندی پر ایسی

فرو مائگی کی باتیں۔ شرم۔ شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا بھی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اسکو اسحالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اُسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اُسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہیگی یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کیجائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل ادنے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی ان قابل شرم حالت کی اُسے اطلاع نہیں اُسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کمبختی نے گھیر رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی پڑھاتا ہے اس بے نمازی شخص کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُسکے مسلمان بھائی اگر کسی وجہ سے اسکی اِس ناشایستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ نہایت ہی بُرا خیال کرتے ہیں اگر اُنکو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اُسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور کہیں کہ بے نماز کمزور دین والا۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیئے

ف پھر اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اِس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اُس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا واجب قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایکمرتبہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دیدیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں ہاتھ سے نہ جانے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں۔ پھر خوبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کرکے امیدوار بھی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی جو مقدار مقرر کی ہے اسمیں یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گزرے اُس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اُتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کیجائے تو لوگوں کی حاجت بر آری بخوبی ہو جایا کرے اور حاجتمند ڈھونڈے سے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنیمیں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجتمند کی کاربرآری ہوتی ہے اور دولتمند کا نفس پاک ہوتا ہے اور اُسکے داد و دہش کے ساتھ جسکا کہ اعلےٰ درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے اُلفت پیدا ہوتی ہے وہاں اسبات کا بھی امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کہانتک محبت ہے کہ محض اُسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شے کو وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے۔ اب اِس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہو گا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ بازی کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ اسصورت میں زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہو جاتے ہیں بھلا بتلایئے کہ جب صاحب مقدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی بیچارے کی کاربرآری ہو سکتی ہے یا خود وہ دولتمند مرض بخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اُس نے اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا۔ ف اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اِس شریعت نے مسلمانوں پر سال بھر میں ایک ماہ کے روزے بھی فرض کیے ہیں اور روزہ کے معنے یہ ہیں کہ دن بھر کھانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اسمیں بیشمار فائدے پائے جاتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی مہذب بنجائیگا اور اُسپر عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اُسنے

ف زکوٰۃ کے فرض ہونیکی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنیکے لیے حیلہ بازی کرنا خدا کے پاس قبول نہیں ہوتا ۱۲

ف روزے کے فرض ہونیکی حکمت اور اسکے فوائد اور یہ کہ خدا نے مسلمانوں کو اسکے متحمل ہونیکی بھی کچھ توفیق ازلی دی ۱۲

معلوم ہوجائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اُسی کا محکوم ہوکر رہنا پڑے گا تو اُسے اُن چیزوں کے ارتکاب کرنے میں
جو نقصان رساں ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کردی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے مایوسی ہوجائے گی اور گویا کہ
نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کھانے و پینے کے بارے میں جوکہ روزہ دار ہی کی ملک تہیں
اور اپنی عورت سے صحبت کرنے کے معاملہ میں جن سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ بھی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اسوقت
میرا قابو کیونکر چلیگا کہ جب میں بلا اُس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت
ہی قبیح امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال کرانے پر کیونکر قدرت حاصل ہوسکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور آدمی
کی شرافت میں خلل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرانے کے لیے مجھے بہکانا کیونکر ممکن ہوگا جبکہ اُس میں
طرح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب سب مشتبہ ہوجاتے ہیں بچہ
جد اضائع ہوتا ہے۔ اور جنکو کسی قسم کا استحقاق نہیں وہ مستحق ٹھیرائے جاتے ہیں۔

پھر اگر ہم مسلمانوں کی اسوقت کی حالت کو غور کریں جبکہ ماہ رمضان میں وہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے مل جل کر بیٹھتے ہیں اور
اُنکے سامنے خورد و نوش کی چیزیں چنی ہوتی ہیں اُنکا دل اُن کی طرف کھچا جاتا ہے اُنکی مشتاق نظریں اُن نفیس چیزوں پر پڑتی
ہیں اور پھر اُنمیں سے کسی کا ہرگز جی للچاجائے کہ کھانے کا ایک لقمہ کھالے یا پانی کا ایک قطرہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی کی خصوصاً یہ کہ بخیر گاڑ
کی ہرگز جرأت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہیں گے تو اسوقت ہمکو ضرور اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمانوں
کو اپنے مولا کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

ف — روزہ نہ رکھنے والوں کی بدنامی اور روزہ کے فوائد

اِس تقریر سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ جو شخص اپنی بدبختی یا خواہش نفسانی کے پھندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز
اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقلمند کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت شکم پرور۔ کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا
بندہ رکھنا چاہیے اُس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جسقدر ذکاوت اِس عورت کو
حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اُسکا کہیں پتہ بھی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک
کی تکلیف اُٹھانا پڑے گی اُسوقت بیچارے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکیگا اور اسکا دل اسپر کڑھے گا اور خیر خیرات
کرنے پر مائل ہوجائے گا۔ کیونکہ دولتمند خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گذر نے پر بھی
اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اُسکے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور گرسنگی کی تکلیف کی شکایت کرکے
کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرسنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بھلا اُسپر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسنہ
رہنے کی قدر و عافیت اُسے معلوم ہوجائے گی تو یتیموں اور محتاجوں کی دل کھولکر مدد کریگا۔

ف — حج کے فرض ہونیکی حکمت اور اُسکے فائدے

اِس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنیوالوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُنپر عبادت حج کو بھی فرض کیا ہے
اور وہ کعبہ شریف اور اُن مقامات کی جو اُس کے قریب وجوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کرنیکا
نام ہے اور اسمیں جو جو راز اور حکمتیں پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلاء بھی اُسپر حاوی ہونیسے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی دیکھیے
کہ ہر سال اُن مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے حیلہ سے مجمع ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُنمیں باہم تعارف ہوجاتا ہے

اُلفت بڑھتی ہے۔ تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پھر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس ہند۔ داغستان افغانستان ملک مغرب۔ بربر۔ سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ممالک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک ہی مقصد یعنے اپنے بڑے رحیم و کریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال اُنکو وہاں کرنا پڑتے ہیں اُنکی بہتیری حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک بندوں اور باعظمت رسولوں پر زمانہ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آجائے جیسے کہ ابو البشر آدم اور اُنکی زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کہ جنت سے اُنکو زمین پر اُتار دینے کے بعد اُنکے دل میں خدا نے یہ بات ڈالدی کہ اُس سے التجا کریں یہانتک کہ خدا نے اُنکی توبہ قبول کر لی اسی طرح ابراہیم خلیل اللہ اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آنے سے اسبات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹھکانا ہے وہ لوگ خدا کی اطاعت میں کیسے سرگرم تھے اور جب اُنکی آزمایش کی گئی تو کیسے ثابت قدم نکلے خدا کی خوشنودی سے سیر ہونیکا وزنہیں ہونے پایا اور سب کو جانے دیجیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجیے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے اُنکو لخت جگر اور پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنیکا حکم دیا اور اُس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نکی اور اسپر آمادہ ہوگیا۔ اور اسیطرح اُس ہونہار لڑکے نے بھی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو رہنے کے لیے مستعد ہوگیا اور جب شیطان نے وادی منیٰ میں وسوسہ ڈالنا چاہا تو اُسے دفع کر دیا اور اپنا سا مُنہ لیکر نا کام رہگیا۔ پھر خدا نے فدیہ بھیجکر باپ بیٹے دونو پر احسان کیا اور اُنکے غم کو دور کرکے اُنکو خوشخبری سنادی۔ اسیطرح ان کاملین کے اور بہتیرے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو اُنپر ہوے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے کام یاد کرکے اُنکی پیروی کیجاتی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے بقیہ افعال۔ عبادتیں۔ عمدہ خصلتیں کیسی تہیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اِس سے اُنکی اقتدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُنکے پسندیدہ خصائل اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہوجاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اُنکی اسبات پر تعریف کیجائے اُنکے لیئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے کیسے عمدہ افعال جاری کر گئے ہیں کیسی کیسی نیک باتیں سکہا گئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اُسکی طرف رجوع ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے۔ تسلیم و رضا سے کام لے خدا کے سامنے ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ ان فوائد مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ بھی نہایت ہی عجیب و غریب ہے اسمیں خداوندی عظمت و تقدس سے تنزل کرکے انسانی عقول و خیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور اُن امور کی رعایت کیگئی ہے جنکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور جنکو کہ اُسوقت برتا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی ظالم یا ایذا پہونچانیوالے کے فریادی بنکر حاضر ہوتے ہیں یا جب اُن کی درگاہ میں اُن کے احسان و اکرام حاصل کرنے کی غرض سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

ف
احسانات کو بیان کہ اعمال حج کے مقرر کرنے میں انسانی خیالات اور عادات کی جنکو وہ اپنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ برتا کرتے ہیں بہت کچھ رعایت رکھی گئی ہے۔ اور اعمام طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں ۱۲

چونکہ اعمال حج جنپر کہ خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات و عادات کے موافق ہیں اسلیے حاجیوں کے جی کو

اُنکے ادا کرنے کے وقت اسبات کا پورا اطمینان حاصل ہوجاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا اُنکی ضرور مدد کریگا انکی فریادرسی جائیگی اور وہ اُنکی مراد پوری کرکے اُنسے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اسکا بیان یہ ہے کہ لوگ اسبات کے عادی ہورہے ہیں کہ جب کبھی کوئی دشمن اُنپر چڑھ آتا ہے اور وہ اُسکے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہوجاتے ہیں جسکی وجہ سے اُنہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اُسوقت بادشاہ کے حضور میں اُسکے محلوں پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پراگندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لیے ہوئے ننگے بدن برہنہ پا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اُسکے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور رستہ میں جو جو چیزیں ملتی جاتی ہیں کہ جنکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاقہ ہو خدم وحشم کے علاوہ حیوانات و نباتات تک کی بھی تعظیم وتکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچکر اُنکے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور اُسکے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہانتک کہ اُنکو اسبات کی اجازت ملجاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اُسکے سامنے مؤدب کھڑے ہوکر استغاثہ دائر کریں اُسکی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور اُسکے اور اُسکے بزرگوں کے اعلے وادنے پر جو جو بادشاہ کے احسانات رعائتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں اُنکی یاد دلائیں اسکے بعد جب بادشاہ اُنہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی وسعادت تصور کرکے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پر نہایت ادب وتعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ اُنکی درخواست قبول کرنے اور اُنکی مصیبت دور کرنیکا اُنسے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیرخواہ سلطنت کے بنے رہیں اور اُنکو اسبات کا یقین ہوجائے کہ وہ اُسکے ہمیشہ کے نمک خوار ہیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کرکے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے اُنکے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہوجائے وہ بھی اُن قدیمی احسانات ورعایتوں کو اُنہیں یاد دلاتا ہے جو کہ اُن کے آبائو اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کبھی کہ وہ اُسکی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوے اور اُنہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر اُن کو نعمتوں سے مالامال کردیا گیا۔

چنانچہ اسوقت اُن لوگوں کو بھی اُنہیں خدمتوں کے بجالانے کا وہ حکم کرتا ہے جنکی بجاآوری اُنکے آبائو اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے لیئے اُنکی خیرخواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور اُنہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجاآوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کرکے اُنہیں اپنا مہمان بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے اُنکی پراگندگی دور کردیتا ہے اُن کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اُسکے باب عالی پر اس اُمید سے ایستادہ ہوجاتے ہیں کہ اُس نے اُنکی فریادرسی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرے۔ چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ اُنکو مدد دیتا ہے اُن کی تکلیف دفع کرتا ہے جب اُنکا مقصد حاصل ہوجاتا ہے اور وہ کامیاب ہولیتے ہیں تو اُنہیں اُنکے وطن واپس جانے کی اجازت ملجاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست واحباب سے جاملیں اب رخصت ہونیکا وقت آپہنچتا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر

ہوکر اپنے منصب کے موافق اُسکی ثنا و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اُسکے کرم ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں غمِ فراق کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار باول دردناک مفارقت اختیار کرتے ہیں پس اللہ تعالے نے بھی انسانی عقلوں کی رعایت کرکے ایک قطعۂ زمین کو خاص کردیا اور جس امر کے کہ وہ دنیاوی بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے اُسکا لحاظ کرکے اُسی قطعہ کو فضیلت عنایت کردی اور اُسکا نام بیت اللہ یعنے اپنا گھر رکھدیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اُسے گھر وغیرہ کی مطلق حاجت نہیں۔ اسی طرح حجرِ اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست راست نام رکھدیا اگرچہ اُسکے دونوں ہاتھ ہمارے اپنے ہاتھوں کی طرح نہیں ہوسکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہوں گے اور نہ اُن میں راست و چپ کا امتیاز قایم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر اُنکی نسبت دست کا اطلاق کیا جائے تو تعظیماً دست راست ہی کا ہونا چاہیے۔ پھر چونکہ پیروانِ اسلام کی نسبت بھی یہ بات ضرور ہوا کرتی ہے کہ گناہوں کا لشکر اُنپر چڑھائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا اُنھیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے اُنہیں خدا کے احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلیئے جو لوگ اُن میں سے صاحبِ مقدور ہیں اُنپر یہ امر ضروری کردیا گیا ہے کہ اُسی مکان میں فریادیوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں اُنکے بال پراگندہ نظر آتے ہوں سر کھلا ہو جسم خاک آلود ہو۔ نہ بدن پر کوئی سلا ہوا کپڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو سارے عیش و آرام کے سامان برطرف کردیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریادی بنے ہوئے اپنی مرادوں کے برآنے کی اُمید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانۂ خدا کی سرحد میں پہنچکر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیا کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گھاس کاٹیں نہ کوئی درخت قطع کریں اور نہ کسی چرند و پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اِس معظم و مکرم مکان پر پہنچ جائیں تو جسطرح کہ فریادی بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اُسکے گرد پھریں اور اُسکے پردے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اِس بابرکت پتھر کو جسکا کہ نام بہ مصلحت خدا کا دستِ راست رکھدیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اُسمیں کسی قسم کے نفع رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دیسکتا ہے اگر مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنیسے محفوظ رہیں اور اُنہیں یہ معلوم ہوجاے کہ شریعت محمدیہ کی اُسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اُسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ اسکے بعد وہ مختلف اعمال کی بجاآوری کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اُس موقع پر ادا کرنیسے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں جیسے کہ آدم اور اُنکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل اور اُنکی والدہ ہاجرہ علیہم السلام کے ماجرے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا عرفے میں ٹہرنا اُسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منےٰ میں اُترنا شیطان کی ناکامی یاد کرنے کی غرض سے اُس مقام کی طرف کنکریاں پھینکنا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اُسنے دھوکا دینا چاہا تھا اور پھر ناکام رہا۔ اسیطرح اور اعمال کو سمجھ لیجیے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اُنسے مقصود اُن نیک بندوں کی یادوہانی

ف
کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام یمین اللہ رکھنے کی حکمت اور بزرگ اوقات کے احترام اور فضیلت کی حکمت ۱۲

اور اُن کی پیروی سے ناواقف رہا تو اُسے ضرور خلجان ہوگا کہ ان سب کی حکمت کیا ہے اور اُنکے فائدوں کے تجسس میں وہ گرواں رہیگا اور جسکی سمجھ میں یہ بات آگئی وہ بے کھٹکے دل کھولکر ان سب کو بجالائیگا اور اُنکے ثمرات کا نہایت شایق رہیگا اُسکی بڑی غنیمت یہ ہوگی کہ سارے فوائد حاصل کرکے کسی طرح سے کامیاب ہوجاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف پہنچکر ان اعمال کا ادا کرنا ضروری ٹھیرایا ہے اُسکو یوں سمجھئے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اسبات کے ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فریادی رعایا کو اُنکے آباؤ اجداد کی سی خدمات کی بجاآوری کا حکم دیتا ہے اور اُسکے سامنے وہ بجالاتے ہیں تاکہ اُنکی اطاعت وخیرخواہی ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ اُنکی خصلتیں بھی اپنے آباؤ اجداد ہی کے مثل ہیں یہ بھی اُنہیں کی طرح فرمانبردار رہیں گے۔

پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں اُن اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت نیک نفس بزرگوں کی پیروی کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کرنیوالے کی بندگی کا مضمون اُنکے دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔

ف اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال تعبدی ہیں یعنے بلاچون وچرا مان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان میں حکمتیں اور فائدے نہیں پائے جاتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی افعال ہیں کہ جو انکو ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک کا محض حکم سمجھکر بجالاتا ہے اور اُنکی بجاآوری کو اطاعت وفرمانبرداری خیال کرتا ہے اُسے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ ان میں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں وہ اسکی تفتیش کے درپے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد انکے فوائد مخفی نہیں رہتے۔ علاوہ بریں اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ انمیں کوئی حکمت نہیں تو اسوقت انکی بجاآوری سے بندوں کی جانب سے اور بھی خدا کی اطاعت وفرمانبرداری ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبانِ حال سے ان کے بجالاتے وقت یہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں اُسکی فرمانبرداری کرتا ہوں گو تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب بھی تیری شان عالی اور سلطنت عظیم کی تعظیم کی غرض سے میں بجالاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا بھی چاہیے کہ جو کچھ اُسکا مالک حکم دے بلاچون وچرا اُسے مان لے اُسے کیا منصب ہے کہ حکمت اور راز پوچھنے بیٹھے اور شریعتِ محمدیہ کا مقصد اصلی یہی ہے کہ اُسکی پیروی کرنیوالوں کی خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے اعلے درجہ کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جسکا ماحصل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندہ ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنیسے بھی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے حد سے نہ بڑھایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اُسکا پیغامبر ہے۔ خدا نے بھی آپ کی اعلے درجہ کی تعریف کے موقع میں اسی وصف عبودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خدا تعالے آپ ہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے "سُبحان الذی اسرے بعبدہٖ" یعنے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لیگیا وہ پاک ہے پس عبودیت آپ کے لیے نہایت ہی خوشی اور بڑی خوبی کی بات ٹھیری۔

ف ان حج کے تعبدی ہونے یعنے ازبر ... یہ عبودیت خدا ہی کیلئے ہے اور رسول اللہ صلعم کی اشرف اوصاف میں عبودیت شمار ہوتی ہے اسکا مطلب ۱۲

ف پھر حاجی اِن خدمات کی بجاآوری کے بعد اپنے مولے کے مہمان بنکر مقام منے میں جا اُترتے ہیں اپنی پراگندہ حالی کو دور کرتے ہیں۔ کپڑے بدلتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں حجامت بنواتے ہیں اور اپنے عیش وآرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تھیں اور جنسے کہ پرہیز کرتے تھے پھر اُن سب کو مباح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دنوں کو خورد ونوش میں گذارتے ہیں خوب قربانیاں

[illegible]

کہرتے ہیں یہانتک کہ گوشت بہا بہا پہرتا ہے لوگوں کے کہائے نہیں چکتا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحوش وطیور بہی خوب سیر ہوجاتے
ہیں۔ اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اصل پوچہیے تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے پاس
جو کچہ آپ دیکہتے ہیں خدا ہی نے بطور رعایت کے اُنہیں دے رکہا ہے اسیوجہ سے عید کے دن روزہ رکہنا حرام قرار دیا گیا ہے
کیونکہ اس دن روزہ رکہنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کرکے اور خدا کی
مہمانی سے فارغ ہوکر وہ اسی باعظمت مکان کا طواف کرتے ہیں گویا اُس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا اُنکے گناہ بدل اور نفس اور شیطان
کے حملہ آوروں کے مقابلہ میں اُنکی مدد کرے اُنکو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے اُنہیں مالامال کردے علاوہ اسکے اپنے وطنوں
کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قایم مقام بہی یہی طواف ہوتا ہے گویا اسکے بعد اُنہیں واپسی کی اجازت مل جاتی ہے اور
اس اجازت کو اسبات کی علامت سمجہنا چاہیے کہ خدا نے توبہ قبول کرلی وہ نہایت مہربان ہوگیا اور اب وہ ضرور اُنکے ساتہ
انعام واکرام سے پیش آئیگا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابلہ میں اُنہیں ضرور مدد دیگا چنانچہ اُنکے رسول علیہ السلام نے اسکی
خوشخبری اُنہیں سنا بہی دی ہے پہر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور اُن کے دلمیں
یہ خیال جاگزین ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری مراد ملگئی ہماری ساری کلفتیں دور ہوگیئں۔ اب وہ اس بیت معظم سے رخصت ہونیکی
طرف مائل ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں اُن نعمتوں کا شکر بجا لاتے ہیں جو اُن متبرک مقامات میں اُن کو نصیب
ہوئیں اور جب اُس سے جدا ہوتے ہیں تو اُنکا یہ حال ہوتا ہے کہ آنکہوں سے آنسو جاری ہیں دل ہے کہ صدمۂ فراق سے
بیچین ہوا جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے مولے کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اُسکی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اُس سے کامیابی
کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچہلے پیروں لوٹتے چلے آتے ہیں اور اس جدائی کا اُنہیں یہانتک غم ہوتا ہے
کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پہر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پہولے نہیں
سماتے اُنکے دل ابدی مسرت وشادمانی سے پُر ہوتے ہیں (چنانچہ اس امر کا مزامیر (زبور) میں ذکر آیا ہے) اسلیے کہ وہ سمجہتے
ہیں کہ خدا نے ہمیں بخشدیا ہم اُسکی نعمتوں سے مالامال ہوگئے ہمیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی
اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کرکے ہم حکمت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکہی جاسکتی ہیں کہ پڑہنے والے
بہی اُکتا جائیں اور اُن کے مطالعہ کے لیے وقت بہی مشکل سے ملسکے پس جو کچہ بیان ہوا ہے اُسے یوں سمجہیے کہ بطور مشتے
نمونہ از خروارے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہ راست دکہلا سکتا ہے۔
اِس فرقہ نے یہ بہی دیکہا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کردی ہے کہ جب اُنہیں موقع ملے تو وہ اُن لوگوں
سے مقابلہ کریں جو دین میں اُن سے مخالفت کرتے ہیں اور اُنکی ایذا رسانی سے سمجہانے سے بہی باز نہیں آتے تاکہ
وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کرلیں یا اُنکے مقابلہ میں سر اُٹہانا چہوڑدیں اور اِس مقابلے کا نام اُس نے جہاد رکہا ہے اور
اسمیں سراسر انصاف کا لحاظ رکہا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دیگئی ہے کہ وہ لوگوں سے
انصاف کے ساتہ لڑینگے چنانچہ شریعت نے سخت ممانعت کردی کہ کوئی لڑکے عورت۔ پیر فرتوت کو قتل نہ کرے اور نہ
اُس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوے ہے ہاں جب کوئی انمیں سے لڑائی میں شریک

ہو کر مقابلہ کرے یا کسی جانب سے تدبیریں تبلانے کا اندیشہ ہو وہ بیشک واجب القتل ہے اور مقصود جہاد سے یہ ہے کہ خدا کے
دین کی اشاعت ہو اور جو لوگ کہ اسکے مخالف ہوں اُنکی رہنمائی کردی جائے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ
لوگ بھی اور مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے ہیں اُن کے حقوق وحالات کی مثل تمام مسلمانوں کے رعایت کیجاتی ہے اسبارہ میں
عربی وعجمی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ سب کے سب باہم بھائی شمار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معاون سمجھے
جاتے ہیں ہر ہر مسلمان اپنے اور محمدی بھائیوں کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جیسے کہ ایک جسم کے اعضا میں باہم علاقہ ہوتا ہے
جہاں ایک عضو کو ایذا پہنچی اور تمام بدن بیچین ہو گیا سب ایک ہی اصول کے پابند ہوتے ہیں سب کا مقصد ایک ہی ہوتا
ہے۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور صرف اُسی یکتا خدا کا سزاوار عبادت ماننا ہے تمام مسلمان اُسی کی خوشنودی کے طالب
ہوتے ہیں جب کسی طرح نہ اپنی خوشی سے اور نہ کچھ خوف کرکے مخالفین اسلام ہدایت قبول ہی نہیں کرتے تو اُسوقت اُنسے
مقابلہ کرنیسے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سر اُٹھانا چھوڑدیں مسلمانوں سے درپے عداوت نہ ہوں اُنکی ایذا رسانی سے باز رہیں مسلمان
اُنکی ضرر رسانی سے محفوظ رہکر نفع حاصل کرسکیں یہانتک کہ آخرکار مسلمان اُنکو ذمی بنا لیتے ہیں یعنے اُنسے صلح کرکے اُنکے ذمہ دار
ہوجاتے ہیں کہ ہم لوگ تمہاری جان ومال اور آبرو کی پوری پوری محافظت کرینگے جو قانون کہ مسلمانوں کے لیے تمام معاملات
میں جاری ہے تمہارے لیے بھی وہی قانون رہے گا ہم تمہارے دین سے تعرض نہیں کرتے تم اپنے دین کے پابند رہنے
کے مختار ہو اور یہ کہکر اُنکا معاملہ آخرت پر خدا کے حوالہ کرلیتے ہیں اور اُنہیں مجبور نہیں کرتے۔
پس اگر اسلامی جہاد کا پہلی شریعتوں کے جہاد سے مقابلہ کیا جائے۔ تو صاف ظاہر ہوجائیگا کہ اسمیں طرح طرح کی آسانیاں
پائی جاتی ہیں کہ جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ یہ ہرگز حکم نہیں دیتی کہ تمام دشمنوں کا پورے طور سے قلع وقمع کردیا جائے
یہانتک کہ ننھے ننھے بچے بھی مار ڈالے جائیں جیسا کہ پہلی شریعتوں میں حکم تہا جو شخص کہ اس دین کے ساتھ پہلے شریعتوں
کے جہاد کے احکام سے بھی واقف ہوگا اُسے صاف معلوم ہوجائیگا کہ اُن میں اور اسمیں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور
اُسے اسبات کا قائل ہونا پڑے گا کہ شریعت محمدیہ کے جہاد میں انتہا درجہ کا عدل وانصاف مدنظر رکھا گیا ہے۔
اسیطرح اس فرقہ نے شریعت محمدیہ صلعم کی ساری عبادتوں میں غور کیا تو اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ اُسی کے اعمال میں جیسے کہ چاہیے پورے
طور پر اسبات کی رعایت کی گئی ہے کہ اُنمیں خالق کی اچھی طرح سے تعظیم پائی جائے اور مخلوق پر سراسر مہربانی ہو اور نیز اس
فرقہ نے یہ دیکھا کہ ان سب اعمال کا نفع اس عبادت کرنے والے ہی کو ملتا ہے خدا کو مخلوق کی اطاعت سے کچھ فائدہ نہیں
پہنچتا اسلیے کہ اُسے ضرورت ہی کیا ہے خدا تو تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے۔
پھر اس گروہ نے شریعت کے اُن قوانین میں غور کیا جو اُسنے اس غرض سے مقرر کیے ہیں کہ حقداروں کا حق نہ مارا جائے
اُسکی پوری حفاظت ہو۔ رعایا میں سے خواہ مسلمان ہوں یا غیر قوم کے لوگ کسی پر کوئی بدمعاش ظلم نہ کرنے پائے کوئی
کسی کی حق تلفی نہ کرے چنانچہ ان قوانین کو بھی اُنہوں نے اعلےٰ درجہ کا پایا۔
اُسی طرح اس فرقہ نے دیکھا کہ اس شریعت نے ازدواج کے احکام بھی نہایت ہی باقاعدہ مقرر کیے ہیں چنانچہ اُسنے زوجہ
وشوہر دونوں کے لیے کچھ اتفاق کی حالت میں حقوق قرار دیے ہیں اور کچھ اُسوقت جبکہ وہ علیحدگی اختیار کرنا چاہیں۔

ف حقداروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے جو قوانین شریعت میں ہیں اُنپر اس فرقہ کا مطلع ہوکر اُنکو اعلےٰ درجہ کا پانا ۱۱

ف قوانین ازدواج اور طلاق [illegible]

۱۲۵

اور اُسنے اِسبات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے کیونکہ اگر اُنکو اسکی اجازت نہ دیجاتی اور پھر اُن میں کسی وجہ سے آپسمیں نفرت پیدا ہوجاتی جیساکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہوجایا کرتی ہے تو اُسوقت یہ بات کچھ بعید نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلتے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کیجاتی بغیرت بنتا علاوہ اِسکے جب عورت بانجھ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالعکس قصہ ہوتا تو اِن دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اسلیے اُنکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق ٹھیرا پھر اُسنے طلاق دینا مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ طرح دیسکتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور اسکا پتہ اُسوقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی خصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوا اِسکے چونکہ عورت کا خرچ وغیرہ مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہو جائیگا اُسوقت تک اُسکو چھوڑکر کبھی اپنا نقصان گوارا نہ کریگا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اِسکے خلاف نکل بھی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہوسکتا سارا خرچ بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے اِسلیے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر بہ نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ مشقتیں اسمیں درپیش ہونگی وہ بخوبی برداشت کرسکتا ہے ہاں عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی دیکھہ بھال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول رہے جیساکہ مرد بیرونی مصلحتوں کیلیے کوشش کرتے ہیں اور اسطرح پر عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر بھی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہیگی۔ اِسی لیے فتنہ اور اسباب حرامکاری کے انسداد کی غرض سے جوکہ شرعاً اور عقلاً دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلےٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور اُنکے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اِس وصف میں وہ کامل ہوں اُتنا ہی زیادہ فخر کرسکتی ہیں۔ پس جسطرح کہ کسی نفیس شئے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور سات پردوں میں چھپاکر رکھتے ہیں اِسی طرح پردہ سے یہی مقصود ہے کہ عورتوں کی حفاظت کیجائے اُنہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھہ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچایا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیاکریں اور یہ خیال کرنا بھی بیجا ہے جیساکہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا اُنہیں قید کرنے کی مثل ہے اُنپر بڑی تنگی کیجاتی ہے جس سے کہ اُن کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہوئی جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہاکرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدائش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مالوف ہوجاتی ہے گویا کہ وہ اُسکی فطرت میں داخل ہوجاتا ہے اُسکو یہاں تک پردے کی عادت ہوجاتی ہے کہ وہ اُس سے اُنس اور محبت کرنے لگتی ہے اُسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیساکہ اپنی اور طبعی عادات کو حتے کہ جو عورتیں اِسمیں ذرا کوتاہی کرتی ہیں اُنہیں شرم دلانے پر آمادہ ہوجاتی ہے اُنکو بے شرم بیباک قرار دیتی ہے اِسکو اُنکا

عورتونکو پردہ میں رہنے کی حکمت اور اسکا پردہ اُنکی حق میں ظلم نہیں بلکہ بدمعاشوں سے اُنکی حفاظت کا ذریعہ ہے ۱۲

ہلکاپن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اُسے خوشی سے قبول کرکے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی اُمیدوار بنجاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکہا ہے ظلم تو جبہی ہوتا کہ اُسنے اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں پتہ ہی نہیں ہے۔

ف عورتوں کی بے پردگی اور اُنکے اجنبی مردوں سے میل جول کرنے کی خرابیاں ۱۲

حق تو یہ ہے کہ اِس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کیجاتی ہے بدکاروں اور بدمعاشوں کی نظروں سے خوب بچایا جاتا ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جنمیں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی اُنکی عادتیں اچھی نہیں ہوا کرتیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہوسکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اُسکے خاوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کرنیکا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اُسکے بطن سے پیدا ہوگی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کرلیگا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اسوقت شیطان کو اُسکے دل میں عورت کی نسبت وسوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہیگی بخلاف اُس صورت کے جبکہ عورت بےپردہ ہوکر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔

باوجود ان سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اُسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اُسکا خاوند یا اَور عزیز و قریب اُسکو نہیں بتلا سکتا یا اپنے بہائی بندوں سے اُسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھہ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے ہیجان کا باعث نہ ہو جسمیں کہ اُسکی پارسائی اور آبرو پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑکر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دیگی کہ بیشک عورت کیلیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا اِسمیں فائدہ ہے بلکہ یوں کہیئے کہ اِسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اِسکی وجہ سے شہروں سے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو حرامکاری کے لیے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کرنیکے لیے جمع ہوا کریں کیونکہ وہاں کے بےباک لوگونکی خواہش نفسانی میں بھی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جسکی وجہ سے باآبرو لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہونیسے محفوظ رہتے ہیں بخلاف اُن شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بےحجاب پھرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی میونسپلٹی کو حرامکاری کے لیے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکارونکو اُسنے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اِس فعل شنیع کی یہانتک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی تعداد پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونیوالے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اِس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر اُن بدکاروں سے جنکی شہوتیں کہ عورتوں کو ننگا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کرچکی ہیں اُنہیں خوف نہ ہوتا اور نہ آبرو والے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ اُنکو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ میں ہماری کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کبھی ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفریں اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

مدعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کرکے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو پھر اُنہیں ایسے قابل ملامت فعل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہو کر نکلنا نہایت ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کے پردہ میں رہنے سے نقصان ہے تو بے پردگی میں اُس سے بڑھ کر نقصان متصور ہے اور ظاہر ہے کہ جسمیں کم ضرر ہو اُسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں کہ جسکو ہر عاقل مان لیگا۔

ف قوانین معاملات بیع اجارہ وغیرہ کا شریعت محمدیہ میں نہایت عدل کے موافق ہونا جس سے منازعات کا بہت کچھ انسداد ہو سکتا ہے ۱۲

ف پھر اس فرقہ نے جبکہ شریعت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت کرایہ شرکت قرض وغیرہ کے احکام میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم اسمیں بالکل حکمت کے موافق ہے اُسی شخص کو اسمیں ترجیح دیگئی ہے جسکو کہ حاجت زیادہ ہوا کرتی ہے جسکے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قرابت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع پر جس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ اُمید ہو سکتی ہے پس اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت ہی کامل انتظام اور بند و بست کی رعایت کرکے مقرر کیے گئے ہیں جسمیں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور منازعت نہ ہونے پاوے۔

ف حدود و قصاص وغیرہ کی حکمت ۱۲

ف پھر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور اُن تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کے جان و مال آبرو اور عقل کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں پس اُن سب کو اُنھوں نے بالکل حکمت کے موافق اور امن و امان کا ذمہ دار پایا بیان اُسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کریگا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے ضرور باز رہیگا اس طرح سے کم سے کم دو آدمیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے عہ کہ قصاص لینے میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔

ف حد سرقہ اور اسکی حکمت ۱۲

ف علیٰ ہذا القیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اُسکا خیانت کرنیوالا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پھر اسے چوری کرنے کی جرأت نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دولتمندوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکا نہ رہیگا۔ ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اُسنے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو پانچسو اشرفیاں دینا پڑیں اور جب کوئی چوتھائی دینار ہی چرا لے تو اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں بیش قیمت ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے۔ اور اُسکی بیقدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھ جاؤ

ف رجم محصن کی حکمت ۱۲

ف چونکہ حرامکاری باوجود بہتیری خرابیوں کے اُس بچہ کے قتل کا سبب ہوا کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نسب بے پتہ ہوتا ہے اُسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا تاکہ اُسکی مدد کرے اور نہ کوئی اُسکا پرورش کرنے والا ہوتا ہے جسکی وجہ سے اکثر مر جایا کرتا ہے اسلیئے شریعت نے حرامکاری کرنیوالے کی جبکہ وہ اپنی منکوحہ سے متمتع ہو چکا ہے یہ سزا قرار دی ہے کہ پتھروں سے اُسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اُسی طرح اُسکا ہر ہر عضو اُسکی سزا کا مزہ بھی چکھ لے۔

ف جلد غیر محصن اور اسکے سو ہونے کی حکمت ۱۲

ف اور اگر وہ حرامکار ایسا نہ ہو تو اُسوقت کسی قدر اُسکو معذور رکھکر صرف سو کوڑوں ہی پر اکتفا کیا گیا ہے جو کہ اُسکے سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بیجا شہوت رانی کی لذت اُٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنیٰ

عہ و فی القصاص حیوٰۃ - الآیۃ ۱۲

ہیں جنپر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو یا اُسنے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو بچہ کہ اس سے پیدا ہو سکتا تہا اور اُسنے حرامکاری سے اُسے ضایع کر دیا ممکن تہا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور یہ عمر ہے جسکی انسان میں جسمانی ساخت اور آہستہ آہستہ نشو و نما پانے کے لحاظ سے فطرتًا قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض اطبا کا یہ قول ہی ہے لیکن چونکہ زندگی بسر کرنیمیں مختلف حوادث پیش آتے ہیں اُنکی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہو جاتے ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کبہی انسان کی اجل آ پہنچتی ہے جو اُسکے لیے مقرر تہی اور وہ مر جاتا ہے اور کبہی یہی مدت اُسکی اجل ہوا کرتی ہے تو وہ اِس عمر کو پہنچکر مرتا ہے پس جتنے سال تک کہ اس بچہ میں جسکو کہ اسنے حرامکاری کی وجہ سے ضایع کر دیا زندہ رہنے کی قابلیت ہو سکتی تہی اُنہیں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

ف — حد شرب خمر اور اسکے اسّی ہونیکی حکمت ۱۲

پہر چونکہ انسان میں سو برس تک زندہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتدا عمر میں پندرہ برس سے پہلے پہلے اُسکی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اُسکی سو برس کی عمر ہو تو اکثر قریب پانچ برس کے اُسکی عقل نہایت ہی ضعیف ہو جایا کرتی ہے اِس بنا پر جو زمانہ اُسکی عقل کے قوی قابل اعتبار اور کامل رہنے کا ہے صرف اسّی برس رہجاتا ہے پس جو شخص کہ عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے شراب پیکر خلل اندازی کرے جس سے کہ عقل یا تو بالکل ہی جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے شریعت نے اُسکی سزا اسّی کوڑے مقرر کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمتِ عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اُسکے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے اور اِس عدد سے شرابی کے لیے یہ اشارہ ہے کہ اے شراب پینے والے اِس مدت تک جو نعمتِ عقل تیرے پاس بخوبی پائی جاتی تو نے شراب پیکر اُسمیں رخنہ اندازی کی اِسی لیے تجکو اتنے کوڑوں کی سزا دیگئی۔

ف — حد قذف اور اُسکے اسّی ہونے کی حکمت ۱۲

پہر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنے اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے چونکہ مکلف نہیں ہوتا پس آبرو کے بارے میں اُسکی بے عزتی ایسی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اِسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنے سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اُسکے شہوت و قوائے میں انتہا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت مشکل سے اُسکی نسبت کسی فحش امر کے ساتہ متہم ہونیکا گمان ہو سکتا ہے اس لیئے غالبًا اس مدت میں بہی اُسکی بیعزتی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جسمیں کہ اُسکی آبرو کی کامل طور پر محافظت کی اکثر ضرورت پڑ سکتی ہے وہ صرف اسّی برس ٹہیرتے ہیں پس اسیوجہ سے شریعت نے ایسے شخص کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اُسکی آبروریزی کرے اسّی کوڑے مقرر کیے ہیں گویا کہ اِس عدد سے اُس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جسمیں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانیوالے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جسکی تہمت لگا کر آبروریزی کی ہے اُسکی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اِس مدت تک ضرورت پڑا کرتی تہی اسی لیے تجہے یہ سزا دیگئی۔

ف — شریعت محمدیہ شرایع سابقہ کے احکام کی جامع ہے اور اُسنے انسان کی ہر حالت کے مناسب آداب و قوانین مقرر کیے ہیں ۱۲

پہر یہ دیکہیے کہ شرائع سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تہا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت محمدیہ نے اِن دونوں حکموں کو جمع کر لیا اسلیئے اُسنے مقتول کے ولی کو اِس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لیلے یا معاف کر دے اور معافی کو تقوے کے قریب ٹہیرا کر اُسنے اُسکی ترغیب دی ہے اسیطرح پر آپ اور اکثر احکام کو پائینگے کہ

جو شرایع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کردیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے پس اللہ تعالے نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو اسمیں مجتمع کرلیا

پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو انکو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ انھوں نے دیکھا کہ اُسنے کھانے - پینے سونے قضائے حاجت کرنے یہاں تک کہ صحبت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ تبلایا ہے کہ باہم اُٹھنے بیٹھنے - باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر او حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیئے زن و شوہر اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح پر تمام امور کے آداب و قاعدے اُسنے مقرر کردیئے ہیں جنکا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

ف انسان کی جملہ حالتوں کے موافق شریعت میں قواعد و آداب مقرر کیے گئے ہیں ۱۲

پھر اس فرقے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور اسبات کی تفتیش کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اُسکا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہا درجہ کی باریک بینی اور اعلے درجہ کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا جسکا کہ فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اسکی منفعت عام نہ ہوتی۔

ف شریعت کا یہ بات معلوم کرنے کے لیے کہ آیا وہ ذاتی خود پرستی پر مبنی ہے یا نہیں اسکی بحث کہ رسول اللہ صلعم کے احکام کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود نہیں بلکہ انکا نفع عام ہے ۱۲

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم بھی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اُسکا نفع بھی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور اسمیں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتداءً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ علی العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلے درجہ کا مقصد ہے آخرکار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر ڈالتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا داب ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اسلیے کہ دولتمند اُسکے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور اس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالداروں کو حاجتمندوں سے کینہ رکھنے کا بھی موقع نہ ملے اور اُن کی کاربرآری بھی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دولتمند اُنکو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھکر اُنکے دشمن ہو جاتے اسلیے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ انکا تو علی العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اسمیں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھکر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کردیا کرتے تھے اور یہ ایسی بات ہے کہ جسمیں شبہ کی گنجائش نہیں متواتر طور پر یہ ثابت ہے یہانتک کہ آپ دنیا سے بھی اسی حال میں رخصت ہو گئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث بھی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائداد منقولہ کو خیر و خیرات میں صرف کردیا اور غیر منقولہ جائداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کردیا اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپنے ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کبھی آپ نے اپنے کو

ف اس فرقہ کے لیے جو مال غنیمت میں سے قبل تقسیم صفی کے لے لینے اور اسکے فقراء کو دیدینے کی حکمت ظاہر ہوئی اسکا بیان اور نیز یہ امر کہ آپنے اپنی وفات کے بعد کسیکو اپنا وارث نہیں بنایا تاکہ کسی کے لیے خلافت کی وصیت کی بلکہ یہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا ۱۲

ف رسول اللہ صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل و عیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات مدنظر رکھی ۱۲

اپنا سمجھ کر ترجیح نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت یعنے جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ امر محض مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کرلیں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحًا ارشاد فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک بھی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور اسبارہ میں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ آپ اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہانتک بچ سکیں بچیں اور دنیاوی منصب اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

ف پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپکی کتنی ہی بیباں کیوں نہ ہوں آپ اُنکے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں اسیلیے شریعت نے آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کرسکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا اُنکے علاوہ اور انبیا علیہم السلام لیکن جب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آنیسے عاجز پایا جاتا ہے اسیلیے آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

ف اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گویا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں کی تعداد کا بنسبت عورتوں کے اسوجہ سے کم ہو جاتا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دیجاتی تو فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہتیں اور بلا وجہ اُن کو نسل کی افزایش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک خواہ وہ سو ہی برس تک کیوں نہ زندہ رہے توالد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ پچاس یا پچپن برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اُسکا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم یعنے وہ مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُسمیں باقی نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں اسیلیے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اُس کی قوتوں میں ضعف آجاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُسکے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایاس تک باعتبار اکثر کے کل پینتیس برس کی مدت رہ جاتی ہے جسمیں کہ عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہکر اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق اپنی نسل پھیلانیسے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے نجات ملگئی اس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو صورت اُسکی زوجہ کے بانجھ ہونے یا کبرسنی کی وجہ سے اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود توالد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا اسیلیے کہ وہ طلاق تو دے ہی نہیں سکتا تاکہ بچا کرے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کرلیتا اسطرح پر اگر مرد میں توالد و تناسل کی قابلیت

ف تعداد ازواج اور اُنکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلعم کے لیے چار سے زیادہ نکاح جائز ہونیکا راز اور ہر شخص کے لیے چار سے زیادہ بیبی لونڈیاں رکھنی کی اجازت کی حکمت ۱۲

ف عام امتیوں کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں ۱۲

ف تعداد ازواج کی حکمت ۱۲

نہ ہوتی تو عورت کو اولاد سے معطل رہنا پڑتا اب یہ دو نو خرابیاں دفع ہوگئیں رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے)

ف ب صرف چار ہی عورتوں کی اجازت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل کسب معاش کے معتد بہ چار ہی قسم کے ذریعے ہوا کرتے ہیں اسیلئے ہر ایک کے مقابل میں ایک عورت کی اجازت دیگئی گو کبھی ایسا ہی ہو کہ صرف کسب معاش کا ایک ہی طریق وسیع ہونے کی وجہ سے باقی طریقوں کے قایم مقام ہو جائے اور وہ چار قسمیں یہ ہیں۔ تجارت صنعت زراعت حکومت۔ پھر شریعت نے چار شادیوں کی اُسوقت اجازت دی ہے جبکہ آدمی چاروں کے ساتھ انصاف کر سکے یہانتک کہ اگر کوئی دو عورتوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے سے قاصر ہو تو اُسے دو کی بھی اجازت نہیں ہے صرف ایک شادی وہ کر سکتا ہے اور اگر کسی کو ایک عورت کے ساتھ بھی بے انصافی کا خوف ہو اور اپنے کو عاجز پائے یا نان ونفقہ دینے کی وسعت نہ رکھتا ہو تو اُسے ایک سے بھی شادی کرنے کی اجازت نہیں سخت ممانعت ہے۔

ف
چار شادیوں کی اجازت کی حکمت ۱۲

ف
جو انصاف نہ کر سکے اُسے دو شادیوں کی اجازت نہیں ۱۲

ف پھر چونکہ لونڈیاں یعنے وہ عورتیں جو کہ لڑائی میں گرفتار ہو کر آئی ہیں افزایش نسل سے محروم رہی جاتی ہیں کیونکہ غلاموں کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کرکے اُنکی خبر گیری کرنا ذرا مشکل امر ہے بلکہ یوں کہیئے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں اسیلئے اُنکے (لونڈیوں کے) مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متمتع ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ توالد وتناسل سے بیکار نہ رہیں۔

ف
کنیز بنانیکی حکمت ۱۲

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضا ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اُسکے قبضہ میں رہے اُسپر پورا اختیار حاصل ہو پس اگر وہ اُسکا شوہر بن سکتا تو چاہیے تھا کہ اس کی مالکہ بحیثیت اُسکی زوجہ ہونے کے اُسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اُسپر قبضہ حاصل ہو پس اس مناقضت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بدانتظامی سے سارا عیش وآرام خاک میں ملجاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

ف پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب انہوں نے اس بارہ میں غور وفکر سے کام لیا تو اُنپر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان حکمتوں پر مبنی ہے۔ اوّل تو یہ کہ آپ کی تعظیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا اُنکے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آنا شرائع سابقہ میں ایک مانی ہوئی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ بھی مستحسن معلوم ہوتا ہے کیونکہ علے العموم انسانی طبیعتوں پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ اُنکے بعد کوئی دوسرا اُن کی عورتوں سے شادی کرلے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کے کسی دوسرے کیلیے اگرچہ وہ اس اُمت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم وفاضل ہی کیوں نہ ہو اسیلئے نہیں کی گئی تاکہ افزایش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔

ف
رسول اللہ صلعم کی ازواج سے آپ کے بعد نکاح حرام ہونا اور اُسکی حکمت ۱۲

دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا انسداد کر دیا جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے آپکے

بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص اُنمیں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جانشینی کے قابل بھی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہکر لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو تمہارے رسول کی زوجہ موجود ہے اسوجہ سے مجھے اوروں پر ترجیح حاصل ہے اور بیشک میں خلافت و جانشینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپکی زوجۂ مطہرہ کو اپنے دلی ارادوں میں عام لوگوں پر جو نادان ہوا کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لیے آڑ بنا لیتا۔ اور یہ بات کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ برابر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ملکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اُسکے مرنیکے بعد شادی کر لی تو وہ اس حیلہ سے ملک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر اسکی اجازت ہوتی تو آپکے پیروی کرنے والوں میں بڑا فتنہ فساد برپا ہو جاتا کیونکہ ہر شخص یہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجۂ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اُسکو اُن کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو اُنکی اولاد سے برکت حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلےٰ درجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے ہمچشموں پر فخر کرنے کا موقع ملجائے اُنکے ذریعے اُن باتوں پر واقفیت ہو جاوے۔ جو بڑے بڑے سمجھداروں کو بھی معلوم نہیں اسطرح باہم اُن میں بڑی مخالفت پیدا ہو جاتی جسکی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جاتا پس دراصل امر کے انسداد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے آپ کے بعد آپکی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قطعی حرام کر دیا۔

چوتھے یہ کہ اگر آپکی ازواج مطہرات آپکے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک اُنکے منصب عالی اور مرتبۂ عظیمہ کی بیقدری ہوتی اور تمام اُمت کے دلوں میں اُنکی وہ قدر و منزلت نہ باقی رہتی جو اُنکو اب حاصل تھی کیونکہ اُس عورت کی حالت جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہچکی ہو اور پھر وہ کسی دوسرے کے پاس رہے گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ شمار کیا جاتا ہو بالکل اُس شے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے بلندی سے پستی میں ڈالدیا ہو یا اُس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے بعد گدائی نصیب ہوئی ہو۔ اور پھر لوگوں کے دلوں میں اُنکی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اسوجہ سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے قبضہ میں ہوتیں کہ جسکے لیے تمام معاصی اور قبایح سے محفوظ اور معصوم ہونا ضروری نہیں اُنکی شرعی باتوں کی نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور ممکن تھا کہ اُنکو یہ خیال ہو جاتا کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں عملدرآمد کرتی ہیں اور اُسی کے خیالات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر رواج دیتی ہیں ربہ نہ سمجھیے کہ اُنکی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا و کلا وہ باعصمت بی بیاں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ اُنکی شان میں ایسا گمان کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا اُنکو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو اُمت کو اُنکے اُن علوم کے ثمرات کثیرہ سے جن پر کہ دین کے بڑے بڑے جلیل القدر احکام مبنی ہیں اور جنہیں کہ انہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام ہمیں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے اُن اقوال و افعال سے مستنبط کیے گئے ہیں جنکی روایت کرنیوالی یہی عصمت مآب عورتیں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کہانے پینے سونے بیٹھنے جلوت و خلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور صرف انہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کرنیکا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا اسیوجہ سے اکثر احکام ہمکو انہیں کے وسیلے سے معلوم

ہوئے ہیں پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہتیں تو اُنکی یہ عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو کہ اُنکی خبروں پر اب حاصل ہے اُسکا کہاں پتہ لگتا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہمسے فوت ہوجاتے علاوہ بریں اِس نکاح کے حرام کرنے میں خدا جانے اور کتنی حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کرنیکے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے پس اگر آپ کے بعد نکاح کرنے کی اُنہیں اجازت نہ ہونے سے خاص اُنکا ضرر بھی ہو تو اُس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض یا پست خیالات پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اِس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہوچکا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں آپکی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کرکے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم ہے پس جبکہ یہ فرقہ شریعت محمدیہ اور اُسکے انتظامات کی جانچ کرچکا اور اُسکو اُسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب وغریب حکمتیں جنکا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے معلوم ہوچکیں تو آپس میں یوں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اُسکو تو ماننا ہی چاہیئے پس بیشک جو کچھ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ بھلا دیکھیئے تو سہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک بے پڑھے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے تھوڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ بھی چند ماہ کے لیئے کہ جو مدت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہوسکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں اپنے شہر میں کسی واقف کار اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا کبھی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کبھی ملکی قوانین یا شرایع میں سے قدرے قلیل بھی سیکھنے کا اہتمام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل لگگئی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب وغریب انتظام وترتیب کو مستنبط کرلیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو جسمیں کہ تمام عمدہ خصائل پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام ہوتا ہو اُنکے حالات کی اصلاح ہوتی ہو اُنکے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں اُنکے شہر آباد ہوتے ہوں اُنہیں شریروں سے پناہ ملتی ہو اسیطرح اُسمیں تمام اِس قسم کی چیزیں موجود ہوں جنسے کہ بنی آدم کو نفع پہنچتا ہو اور جملہ ضرر رساں اشیاء سے وہ محفوظ رہتے ہوں باوجود اِس کے اُسمیں تمام عالم کی پرورش کرنیوالے کے بارہ میں صحیح عقیدے بھی پائے جاتے ہوں جنمیں کہ پست اور بے بنیاد خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو۔ اسیطرح جیسا اُسمیں خلقت کے رہنما اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت بھی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو۔
یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے فلسفی۔ سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تن تنہا ان تمام چیزوں پر حاوی ہوسکتے اور آپ کے لیئے اِن سب اشیاء کا جمع کرلینا ممکن ہوتا ہاں اُسوقت بیشک یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے اِن تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلا دیا ہو اِن سب کے بھید سمجھا دیئے ہوں اور پھر لوگوں کی تعلیم کا اُنہیں حکم دیا ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ تمام امور میں ماہر ہوگئے ہوں گو اُنکی کیسی ہی اعلے درجہ کی واقفیت کیوں نہو اور جملہ فنوں پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے ہوں بہت ہوا تو ایک دو فن میں اُنکو کمال حاصل ہوگیا جالینوس ہی کو دیکھیے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ ارسطو حکمت نظری اور الٰہیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا پایہ طب میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسیطرح کوئی کسی فن میں اور

کوئی کسی فن میں کامل ہوگیا اب رہا یہ امر کہ حکما اور عقلا میں سے کسی کو تمام فنون میں بھی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اُسے معرفت نصیب ہوگئی ہو یہ بات تو کبھی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جاوے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اُسنے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کرچکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اُسنے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اُسے تو خوب شرح وبسط سے ذکر کردیا اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش یا نفس کے مہذب کرنے میں اُنکی ضرورت نہ پڑتی تھی اُنکی طرف محض اشارہ کردینا کافی سمجھا گویا کہ اسطرح یہ بات بتلادی کہ اُنکے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اُنکے جاننے والوں سے سیکھ لو چنانچہ ہمنے بتلادیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب داؤ دھنا عا... وغیرہ کے بارہ میں اُسنے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اُنکے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اُسکو محض اُنکی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اُس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو اُنپر مطلع ہونے کی غرض سے اُسکی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ بھلا اُس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ بہ نظر تعصب اُسکو دیکھے یا اُسکے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جاوے اور محض بعض مباحث پر واقفیت حاصل کرکے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہوگئی چاہے حضرت کو سوحصوں میں سے ایک حصہ کی بھی خبر نہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و تفتیش کے بعد اس فرقہ نے بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے نہایت ہی مطیع اور اعلےٰ درجہ کے خیر خواہ بن گئے۔

فتح
میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کرنیکا ایسا دروازہ کھولدیا کہ جو قیامت تک بھی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانہ گذرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کرسکتا ہے اور اُسکے نزدیک بھی حق واضح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ لگائیگا اور قیود و تعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھیگا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رو رعایت کام لیگا ممکن نہیں ہے کہ اُسکی حقانیت کا اُسے یقین نہ ہوجاوے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جو شخص کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ دراز گذرنے پر خصوصاً تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اُسکے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اُس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائیگا علاوہ بریں اِس استدلال کا دروازہ اُسے اور بھی وسیع نظر آئیگا کیونکہ وہ دیکھیگا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت کے گذرنیکے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اسکے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہانتک کہ عقل یہ حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اُسکے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اُنکے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلا جنکی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانتے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ امتحان کرکے دیکھلے کیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر یہ شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے

ف — اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنیوالوں کے لیے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولدیا خصوصاً جو زمانہ بعثت نبوی کے دراز ... کے بعد ہوا ہے ... انکے ... استدلال دربھی وسیع ہوگیا کیونکہ اتنی مدت کے گذرنیکے ... اُنکی ... مسائل کے ... نہ ... رہے اور تغیر ... ۱۲

تو آئین ضرور خلل پڑتا اور اُنکا نظام فاسد ہوجاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کے تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑجاتا ہے۔

کہیں آپ بعض نادانوں کی یاوہ گوئیوں سے گھبرا نہ جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہانتک کہ بعض وہ لوگ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں اُنکو اسکی ہوا بھی نہیں لگی اُنکی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ اُنہیں کچھ دکھلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف اُنہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سن لیا ہے اسی بنا پر اُنکا بیقدر نفس طرح طرح کی باتیں بھگارنے لگا ہے اور اُنکی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کے لیے نیا قانون بننا چاہیئے اور یہ سمجھکر غیر قوموں کے بعض بعض قوانین اختیار کرنیکا اپنے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور سچ پوچھیئے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہیں کہ جنسے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کرسکتا اور جنکے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہانتک کہ اگر اُنمیں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو اُسکے ساتھ ہی بہت سی خرابیاں بھی نظر آئیں گی یا وہ فی الحقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ اُن لوگوں نے اسلامی لباس اُتار کر دوسرا لباس پہنا رکھا ہے جسکی وجہ سے اُنکی اصلی صورت اچھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اسیوجہ سے کم فہم لوگ اُسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے اُنکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی حکمتوں کی اُنمیں رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اُس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اُسپر یہ بات روشن ہوجاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلےٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنے بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لیے پورے پورے کافی ہیں اُسکے قواعد کے سامنے ان ناقص قاعدوں کا ذکر کرنا ہی بیجا ہے جو کہ ہرگز اس قابل نہیں ہوسکتے کہ اسکے قواعد کے مقابلہ میں اُنکی طرف ذرا بھی التفات کیا جاوے اور اگر یہ ہوتا تو اسی امر کا پتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد و ضوابط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں ہے کہ یہ شریعت اُنسے خالی ہے غایت سے غایت یہ ہوگا کہ اُنہوں نے اُنکی اصلی اسلامی صورت کو بدلدیا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہے یا اگر اُنہوں نے شریعت محمدیہ سے اُن قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور اُنکی عقل اُن قواعد تک اسوجہ سے پہنچگئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک مستحسن ہیں تو شریعت میں بھی وہ موجود ہیں اور اسوقت وہ ضرور یہ حکم کرتا کہ شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اُسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن ہاں اس بات کے دریافت کرنیکے لیے عقل رسا اور احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جب تک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حاصل نہ ہو اسوقت تک اس امر کا پتہ لگنا ہے ذرا مشکل محض سرسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کچھ کام نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہوجاوے اور اُنکی اصلاح ہو تو اُسکو چاہیئے کہ شریعت محمدیہ کے تبحر عالموں سے اس امر کو پیش کرکے اُنسے درخواست کرے کہ وہ کوشش کرکے اُن قواعد میں سے ایسی چیزیں یکجا کردیں جن سے کہ اسکی حاجت روائی ہوجاوے اور مقصد بر آوے "تاکہ وہ لوگ

ف
بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اُنکے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق نہیں رہے اور اصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا تو ناقص ہیں یا اسی شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ کوئی مفید قاعدہ ایسا نہیں کہ جو کہیں ہو اور شریعت اُس سے خالی ہو ۱۲

ف
جسے قانون عام سے تو اپنی بھلائی کرنا مقصود ہو اُسے چاہیے کہ علماء شریعت اس امر پر متوجہ کر کے [illegible] ۱۲

درخواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جنسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہوسکیں چنانچہ سلطان اعظم نے رخدانگی
سلطنت کا پایۂ عالی اور دولت کا وحید ہے جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جسمیں کہ ان تمام معاملات
کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ انکو آسانی سے سمجھ سکیں تو انہوں نے
ایسی ہی کتاب لکھدی جس سے کہ اسبارہ میں لوگوں کی پوری پوری مقصد برآری ہوسکے۔ اور اوس کتاب کا نام مجلۃ الاحکام العدلیہ ہے

ف۔ ان لوگوں کے حالات دیکھکر بھی آپ حیران ہیں نہ ہوجیئے جو کہ کہنے کو تو اسلام
کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن انہیں نہ تو کچہ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ انکے طرزِ عمل میں کچہ انتظام پایا جاتا ہے
انکے تمام کاروبار میں بدتدبیری اور بدنظمی پہیلی ہوئی ہے ایسونکو دیکھکر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو
یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کہانتک مخالفت کی ہے اُسے یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے اور وہ کہہ
سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ انکی شریعت اپنے پیروی کرنیوالوں کی اصلاح کرتی ہے انکو انتہا
درجہ کی تہذیب سکہلاتی ہے ہم تو دیکہتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن پہر بہی طرح طرح کی برائیوں میں پہنسے ہوے
ہیں انکو انواع انواع کی بدبختی گہیرے ہوے ہے انکے لیے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری
کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکہیئے انصاف نہ چہوڑیے یہ کس نے دعوے
کیا تہا کہ شریعتِ محمدیہ اُس شخص کی بہی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے
لیکن عمل کے اعتبار سے اُسکی پوری مخالفت کرتا ہے اُسکے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اُسکے بتائے ہوے آداب و اخلاق
اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجہ لیجیے کہ شریعت نے اِسکی کبہی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف اُنہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے جو
ہیں اُسکی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اِس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کردی گئی ہے
بلکہ شریعت نے تو یہانتک کہدیا ہے کہ جو شخص اِن امور میں اُسکے ساتہ مخالفت سے پیش آئیگا اُسپر طرح طرح کی مصیبتیں
اور بلائیں نازل ہوں گی یہانتک کہ اُسکو اُن اُن مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جنسے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ
رہیں گے اِسلیے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچہ مزہ چکہہ لے تاکہ اِسی طرح یہ کہیں وہ
مخالفت سے باز آجاے اور اُسے توبہ کرنا نصیب ہو۔ خدا کی یہ بہی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتہ اُسے اُسکی بعض
نیکیوں کو پسند کرکے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اُسکو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے
طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اُسکے گناہوں کا کفارہ ہوجائیں اور وہ اخروی عذاب سے بچ جاے

ف۔ آیئے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بباعث نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے
ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اِس مضمون کو بخوبی سمجہ جائیں پس فرض کیجیے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت
بڑا کتب خانہ موجود ہے جسمیں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں رکہی ہوئی ہیں اُنکے مضامین تمام پسندیدہ کاموں
کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن اُنمیں سے کسی کتاب کو کبہی کہولکر نہیں دیکہتا اور نہ اُس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا
آپ کی عقل اِسبات کا خیال کرسکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مطلا و مذہب کرکے اُنہیں اپنے کتب خانہ میں

ف — جو مسلمان ان کو عملاً شریعت کی پابندی نہیں کرتے انکی حالت سے شریعت پر اعتراض کرنا بڑی غلطی ہے ۱۲

ف — قسمانا کی مثال ۱۲

نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مہذب بنجائیگا تو وہ اسطرح پر فضیلت حاصل کرلیگا اور علمی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا
حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر کے ؎ نہ محقق بود نہ دانشمند ؛ چارپائے برو کتابے چند ؛ کے مصداق بننے کے وہ اور
کس لائق ہوسکتا ہے اور اُسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

ف اُن لوگوں کے حالات سے جنکو لوگ علماء دین شمار کرتے ہیں یا تو اُنکی حالت بھی ایسی ہے شریعت پر اعتراض کرنا غلطی ہے اور علماء آخرت و علماء سوء میں فرق ہے

پس اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنیوالوں میں ایسوں کو بھی پاتے ہیں کہ جنکا شمار اسلام کے
علماء میں ہوتا ہے پھر بھی اُن لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ اُنکی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں
اُنکا نمبر تو جاہلوں سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اوندھے سیدھے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کھولکر لوگوں کو ستاتے
ہیں اُنہیں کسی کے نقصان کی پروا نہیں ہوتی پھر بتلائیے کہ اس شریعت سے اُن شریروں کو کونسی تہذیب حاصل ہوئی
اُنہیں اُسکا کیا ثمرہ ملا بلکہ اگر اُن کا عالموں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر تھا بہتیری خرابیوں سے اُنکا ہاتھ تو رکا رہتا۔ اس
اعتراض کا جواب مجھسے سنئے حقیقت امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض
اُسکے پوست کو اُنہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں [بعض] اخلاق وآداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر تحقیق
کیجئے تو معلوم ہوجائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علموں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو
صرف۔ بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کرلیا ہے جو کہ شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب شریعت
پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ اُنہیں اپنے مقاصد بیجا حاصل کرنے میں کامیابی ہو اُنہیں نیت کے
درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود اُنکا یہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہوجائیں تاکہ حکام کو خوش کرسکیں
اور عام لوگوں سے جنہیں کہ برے بھلے کی تمیز نہیں ہوتی خوب مال حرام لے لیکر کھائیں۔

شریعت محمدیہ کے آداب اور نصائح صرف اس غرض سے اُنہوں نے یاد کررکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیٹھکر خوب باتیں بنا سکیں
اور اُنکو اپنے دام میں پھنسائیں اُنکا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور اُنکے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو اسی لیے
تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اُسکے آداب جمیلہ کو سیکھتے ہیں اُنہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ
اُسکی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال وافعال سے باز آئیں۔

اُنکا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کرکے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں اُن لوگوں کی مثال اُس طبیب کی
سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کرسکتا ہے۔ اُسکو اُنکی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی
طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی ملتفت بھی ہوتا ہے تو دوا استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اُسکا سارا
خیال اسی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اُسے اپنے مرض کی کچھ بھی پروا نہیں۔ تو پھر تمہیں
خدا کی قسم بھلا بتاؤ تو سہی کہ جب اُس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہو تو اُسکا مرض کیونکر صحت یاب ہوسکتا ہے۔ کیا محض علم
طب سے واقف ہونا اُسکے مرض کے دفع کرنے کے لیے کافی ہوجائیگا اور اُسکو اسطرح شفا حاصل ہوجائیگی؟ ہرگز
نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اُسوقت بیجا ہوسکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اُس سے بیماریوں کو ذرا بھی نفع نہیں پہنچتا دیکھو
نا یہ طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی۔ بس تو کسطرح

خیال نہیں کرسکتا کہ اس بیہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جسکے حواس ہی ٹھیک نہ ہوں وہ جو چاہے سو بکا کرے
آپ اسکو سمجھ لیجیئے کہ علماء اسلام میں سے جنکی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ لوگوں میں بدنام ہوں
ایسوں کو شریعت علماء السوء یعنے برے علماء کے نام سے پکارتی ہے کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کا ضرر
مسلمانوں کے حق میں بدرجہا بڑھا ہوا ہے یہ مسلمانوں کے پکے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے
دنیا سے ناپید ہو جائیں اور انکی عوض میں خدا ایسے علماء و فضلاء کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں
راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش اخلاق ہوں۔ آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں سنت
یعنے اپنے رسول ص کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور انکے عمدہ اعمال
اور نیک کوششوں کا انہیں ثمرہ عنایت کرے تمام امت کی جانب سے انہیں بہتر جزا سے مالامال کردے ایسے ہی لوگ علماء
آخرت کہلانے کے مستحق ہیں جنہیں کہ خدا نے اپنے خوف و خشیت کیلئے مخصر کردیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں انکی تعریف کی ہے اپنے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انکی توصیف و ثناء کا اظہار کرایا ہے یہی لوگ ہیں جنکے کہ جملہ اقوال و اعمال میں
شریعت محمدیہ کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں انہیں کی راست کرداری کا صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لیے اعتراض
کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی استقامت کا طفیل ہے کہ کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ یہ بات عقلاء پر
پھر اس شخص سے میں کچھ کہا چاہتا ہوں جسے کہ ان علماء سوء کو دیکھکر دہوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھنے
لگا ہے کہ یہی وہ علماء شریعت ہیں جو خود صلاح کار نہیں اور جنسے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی امید کیجاتی ہے خیر صاحب میں
آپکو معذور سمجھ سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھکر دہوکا ہو گیا ہے جو کہ رسمی علوم اور احکام شرعیہ کے الفاظ یاد کرکر
کے اپنے کو عالم ثابت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو اسطرح سے آراستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھدار ہیں تو میں آپ کو ایسا نہیں
خیال کرسکتا کہ اسکے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھکر آپ دہوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں انہیں کچھ بھی
واقفیت نہیں رہتی کا جنمیں نام و نشان نہیں محض جاہل اور ناداں ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے سیلے
پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پھنسانے کیلیے جبہ و دستار سے آراستہ ہو کر جال پھیلایا ہے فقط
کھانے کمانے کیلیے اپنی شکل بدل لی ہے انہیں سے بعض لوگ علم کے منصبوں پر بھی جرأت کر بیٹھتے ہیں درس و تدریس
میں مشغول ہو جاتے ہیں مفتی و قاضی بننے میں بھی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے نہیں جانتے ہیں
کہ کیا جانیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے خدا ہدایت کرے ایسوں پر تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے میرا کہنے سے
مقصود یہ ہے کہ تجسس و مناقشہ میں کہیں ان دہوکے بازوں کو نہ لے بیٹھیئے گا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے ذرا سی
بات میں تو انکی قلعی کھلتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ حیوانات سے بھی گئے گذرے ہیں
ف ایک اور مکار فرقہ رہ گیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت ضرر پہنچتا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکیوں کو رواج دے
دیکر انکے عقائد سے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ الٹے ان دہوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جانکر
یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ انپر حقائق اشیاء منکشف ہوگئیں اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ سبقت لیگئے اور پیچ تو یہ ہے

ف علماء سوء ۱۲

ف علماء کی صورت بنا کر ... والوں کا ... ۱۲

ف جاہل صوفیوں کی ... ۱۲

تو وہ اپنی اسی گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں ان دغابازوں کی حقیقت مجھسے سنیئے کہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں شریعت محمدیہ کے ایسے ایسے بھید اور علوم کی معرفت حاصل ہوگئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتے۔ اور خدا نے فلاں فلاں ذریعوں سے انکو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بھید انکو بتلا دیئے اور وہ ان رموز اور بھیدوں کو ایسے کلمات سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد کے خلاف سراسر کفر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ انکی باتیں علماء شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بظاہر مشابہ معلوم ہوتی ہیں جنکے عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں جنکی راست کرداری کی بہتیری شہادتیں موجود ہوتی ہیں اور درحقیقت خدا انکی پرہیزگاری اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہتیرے رموز اور بھید ونیز انہیں مطلع بھی کردیتا ہے جنسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو انکے ایسے ٹھیک اہل نہیں کرتے اور جن میں کہ انکی ایسی راستی اور استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا بھی مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ اسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ انکے بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑجاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خرابی زبان میں انکے ظاہر کرنیکے لیے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاحق ہوجاتی ہے پس انکے ظاہری الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا پھر چونکہ ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوا کرتا اسلیے علماء انکے کلام کی تاویل کر دیا کرتے ہیں یعنے انکے اقوال کے ظاہری معنے چھوڑ کر صحیح معنے لیتے ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ ان بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور انکے عقائد کی نسبت مشکوک ہونے سے محفوظ رہیں باقی رہے یہ دغاباز جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر کجروی اختیار کرتے ہیں۔ اور لذات فانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ محض مدعی ہوا کرتے ہیں جنہیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ واہی تباہی کلمات بک دیا کرتے ہیں جو کہ بظاہر انکے کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن انکی ایسی پرہیزگاری سے کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ انکے علوم و معارف کا انکے پاس نشان تک ہے ہوشیار رہو دیکھو خبردار کبھی ان دغاباز گمراہوں کی باتوں میں نہ آنا انکی طرف ذرا بھی التفات نکرنا یہ لوگ دین کے تباہ کردینے والے ہیں۔ اس زمانہ میں انکی بڑی کثرت ہے خدا جانے انہوں نے کتنوں کے عقیدے خراب کرڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کردیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہے یہ چاہیے کہ وہی عقیدے رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور اسبارہ میں انہیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جنکا علم اور جنکی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص تمام لوگوں کے نزدیک مسلم الثبوت ہو اور اسکے سوا تمام خیالات اور اوہام کو الگ کرے خدا بطفیل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین

انہیں سے ایک فرقہ اور تھا جنکی نظر ان استدلالات مذکورہ تک تو پہنچی نہیں لیکن انہوں نے اس امر میں غور کرنا شروع کیا کہ دیکھیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کیا ہیں اور یہ تمام فرقے جو کہ پہلے آپ کے مخالف تھے کیونکر مطیع بن گئے اور وہ کونسی دلیلیں ہیں جنکی وجہ سے ان سب کو آپ کی اطاعت اور تصدیق کرنا پڑی پس کہنے لگے کہ یہ سارے فرقے جنھوں نے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرلی بیشک نہایت عقلمند ہیں انکی عقل بھی بالکل صحیح و درست معلوم ہوتی ہے ایسا نہیں

ف
سبب مرفہ ...

فائدہ
سوا فرق سابقہ
کا فرق سابقہ
کہ باالاتفاق
رسول اللہ صلعم
کی تصدیق
کرلینا آپ کے
صدق پر
استدلال ہے

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کرکے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کرلیں ہمنے ان لوگونکو دیکھا کہ پہلے تو ان سب نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی بڑے زور و شور سے آپ کی تکذیب
کرنے پر آمادہ ہوگئے یہانتک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت
کرنیمیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاصکر اُن لوگوں کو دیکھیے جو کہ پہلے رسولوں کے دین کو مانتے تھے اور اُنکے پاس اُنہیں
رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں بھی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زجر
اور توبیخ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ کسیطرح سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں اُن سب کو بیوقوف
نہ بنایا کریں اُنکے بتوں کے ساتھ طعن و تشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور اُنکے باطل اعتقادات کی خرابی نہ بیان کریں اس
مقصد کے حاصل کرنے میں اُنہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کردو تو تمہیں
اپنے مال میں شریک کرلیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے تمہاری شادی کردینگے پھر اُنہیں لوگوں کا یہ حال
ہوا کہ کہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصًا
وہ لوگ جو کہ پہلے رسولوں کے دینوں میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ اُنکی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے
آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کر کرکے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت
ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھکر ان ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف
پورے پورے متوجہ ہوگئے کیونکہ خود اُنہیں کی کتابوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راستی کی متعدد شہادتیں اُنہیں
ملیں اور جو جو علامتیں اُنمیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر منطبق ہوگئیں پھر کیا تھا اُنہوں نے جب
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو اُن شریعتوں
کے بہتیرے احکام کو جنکو وہ مانتے ہوئے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے بتلائے ہوئے احکام بجا لانے لگے سچ پوچھیے
تو یہ بات تھی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلاوجہ دفعةً چھوڑ دیں کبھی ہو ہی
نہیں سکتا اور یوں تو وہ کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتے ہاں جب کوئی ایسا ہی سبب درپیش ہوجاوے تو اُسوقت یہ امر
ممکن ہے کیونکہ وہ اسبات کو یقینًا جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائع کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے
حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق ٹھیرینگے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم
پر اُن لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرلینا ہو نہ ہو ضرور دلیلونکی بڑی دیکھہ بھال پر مبنی ہے
کیونکہ اگر وہ دلیلیں یقینی اور قطعی نہوتیں کہ جنسے اُنکے دلونکو پورا پورا اطمینان حاصل ہوگیا اور اُنکی عقلوں نے اُنہیں تسلیم
کرلیا اور حق دریافت کرلینے کے لیے کافی پایا تو وہ کبھی اُن دلیلونکے مقتضا کے موافق کاربند نہ ہوتے اور اپنی عادیات
کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور اُنکی صحیح
عقلیں اس باطل امر پر پیشقدمی کرنیکو ہرگز روا نہ رکھتیں اور اُنکو اسبات کی کبھی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل
پر اعتماد کرلیں یا اپنی بد انجامی کا لحاظ نہ کرکے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر مائل ہوجائیں اور اپنے آپ کو اتنے بڑے

خطرے میں ڈالدیں اس موقع پر انہیں کوئی اور سبب مثل نفسانی جذبات وغیرہ کے بھی نہیں پایا جاتا کہ جسکی وجہ سے کبھی کبھی آدمی جوش میں بیجا امور کا ارتکاب کرلیا کرتا ہے بلکہ اگر دیکھا جاوے تو جنکے دلوں میں اس کے خلاف نفسانی جوش - قومی پاس اور مذہبی تعصب موجود تہا کہ جو بجائے تصدیق کے انکو تکذیب پر زیادہ تحریک دے سکتا تہا اور ان کے لیے اپنے قدیم مذہب پر ثابت قدم رہنے کا بہت قوی ذریعہ ہوسکتا تہا پس باوجود طرح طرح کی دلیلوں کے موجود ہونے کے کہ جن سب کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے ان سب کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر متفق ہوجانا بیشک ایک اور مستقل دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس سے آپ کا دعوے بخوبی ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ یہ بات محال ہے عقل سلیم اسکو ہرگز نہیں تسلیم کرسکتی کہ یہ سب عقلاء باوجودیکہ وہ اپنی عادات اور خیالات کے بڑے طرفدار تہے اتفاقی طور پر متفق ہوگئے اور نیز یہ کہ اتنی بہت سی دلیلوں کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راستی پر حاصل ہوجانا بہی محض ایک اتفاقی امر تہا ایسی باتوں کے اتفاقی ہونے کا وہی قائل ہوسکتا ہے جو کہ انصاف کو چھوڑکر ہٹ دہرمی کرنے لگے - پس اسبات پر اعتماد کرکے کہ ان سب فرقوں کا اتفاق کرلینا اور اتنی بہت سی دلیلوں کا مجتمع ہوجانا ہرگز اتفاقیہ نہیں ہوسکتا ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرلی اور آپ کے جملہ احکام کو قبول کرکے ہمنے اقرار کرلیا کہ آپ بیشک خدا کے رسول ہیں -

آیئے آپ کو اس فرقہ کا استدلال ہم منطقی طرز پر سمجھائیں اس فرقے نے ایسے قیاس استثنائی سے استدلال کیا ہے جس میں کہ نقیض تالی کو ایسلے استثناء کرتے ہیں تاکہ نقیض مقدم نتیجہ نکلے چنانچہ ہم انکی دلیل کو بالاختصار یوں بیان کرسکتے ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے نہ ہوتے - تو یہ عہ تمام مخالف عقلاء جو بڑے متعصب تہے آپ کی تصدیق پر اتفاق نہ کرتے اور نہ اتنی ایک دلیلیں آپ کے موافق جمع ہوجاتیں - لیکن ان تمام لوگوں نے اتفاق کرلیا اور اتنی ایک دلیلیں جمع ہوگئیں - تو آپ ضرور سچے ہوے پس یہ شبہ نہ کیجیئے کہ اس فرقہ نے پہلے فرقوں کی تقلید کرکے ایمان اختیار کرلیا ہے بلکہ انہوں نے بھی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا -

(نقیض مقدم الخ ۱۲ — نقیض مقدم الخ ۱۲ — استثناء الخ ۱۲ — نتیجہ الخ)

ف — آٹھواں سائنٹفک اور مادہ کا قدیم ماننے والا دہریہ فرقہ ۱۲ از زمانہ کی ضرورت کے موافق اس فرقہ سے طول طویل اور نہایت تفصیلی گفتگو کی گئی ہے ۱۲ — ۱۲-۱۲-۱۲

ف اور انہیں سے ایک دہری مادہ عہ کا قدیم ماننے والا اور طبعیات عہ کا جاننے والا فرقہ بھی تہا جسکا خیال یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے - عالم کے لیے کوئی خدا نہیں جسنے کہ عالم کو پیدا کرکے اس عمدہ انتظام پر اسکو مرتب کیا ہو - وہ باوجود اپنے رنگ برنگی اور اس عجیب وغریب حالت پر موجود ہونے کے جسمیں کہ عقل چکرا جاتی ہے محض عناصر کے ملنے اور قوانین قدرت کے موافق جو انمیں موجود ہیں فعل وانفعال ہونے کی وجہ سے بنگیا ہے اور چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنیوالے کے وجود کو نہیں مانتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی بھی تصدیق نہیں کرسکتے جبکہ یہ دعوے ہوتا ہے کہ انکو اللہ یعنے اس عالم کے پیدا کرنیوالے نے ہدایت کے لیے بہیجا ہے - پس جب انہوں نے یہ سنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بہیجا ہوا کہتے ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پہر آپ کی تصدیق کرنے لگے اور وہ مختلف دلیلیں بہی انہیں معلوم ہوئیں جسنے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال کیا تہا اور یہ مشاہدہ کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجیب انقلاب عظیم پیدا ہوگیا کہ ان سارے فرقوں نے اپنی تمام رسموں

عہ میٹریالسٹ ۱۲ - عہ سائنٹسٹ ۱۲ -

اور عادتوں کو جنکے کہ وہ مدتوں سے عادی ہو رہے تھے ترک کردیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو ہی بدل ڈالا اور ایک بے پڑہے لکھے شخص کے مطیع ہوگئے جسنے کہ تن تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوے کیا اور اُنکے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت یہہ تھی کہ نہ اُسکا کوئی یار تہا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور اس قابل ہے کہ اسکی طرف توجہ کیجاے اسبارہ میں خوب غور و فکر سے کام لیا جاے اُسکے اسباب سے اور اس بات سے بحث کیجاے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا جاے کہ آیا یہ سب کچھہ یقینی امور کی وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوہام اور خیالات اسکے باعث ہوے ہیں پس اُنکی عقلوں کو اسکی وجہ سے تحریک پیدا ہوئی اور اُنہوں نے فکروں کو اس طرف متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو سنتا ہے ضرور اُسکے دل میں اُس کی نسبت کچھہ نہ کچھہ خیال پیدا ہوتا ہے اور اُسکے دریافت کرنے کی فکر پڑجاتی ہے پس وہ بھی آپس میں یوں کہنے لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا ذرا سی چیزوں سے بحث کیا کرتے ہیں اُنکے اسباب کی تفتیش کرتے ہیں اُنکی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو اس بات کو مانے ہوے بیٹھے ہیں کہ انسانی دنیا میں ہر حادث اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حوادثات میں ہمارے نزدیک ثابت ہوچکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا جاسکتا کہ جسکا کوئی موثر نہ ہو بلکہ اُسکے ہر ہر تغیرات کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور مقتضی موجود ہوگا تو کیا اسبات کے ماننے کے بعد ہی اتنے بڑے عظیم واقعہ سے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں کامیاب ہوگئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع ہوگئے ہم چشم پوشی کرسکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ تاریخ میں اسکی نظیر مشکل سے مِل سکیگی تو پھر کیا ہمیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کیے ہوے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہدیں کہ اجی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کرنیکے لیے یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم ہوگیا ہے کہ اُنہوں نے آپ کا اتباع کرلیا۔

کیا اسموقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب دریافت کریں اور اسکی کوئی وجہ ڈہونڈہ نکالیں کہ اس بے یار و یاور اور محض بے پڑہے لکہے شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع ہوگئے اچھا اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت حاصل کرنیکی غرض سے تہا تو ہم اس کا کیا سبب بتا سکتے ہیں کہ ان تمام متعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کرلی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور اپنے خیالات کے بڑے طرفدار تہے آپ کے کیسے مطیع ہوگئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب اُن سب کا تعصب تہا تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تہے اسکا تو مقتضا یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرنا کیا معنے اُلٹے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اس کا یہ سبب ٹھیرائیں کہ اُنکو قومی پاس تہا اور یہ لالچ کرتے تہے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہوجاے گی تو ہم بھی اُس سے بہرہ یاب ہونگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مندوں کو تو دیکھتے ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالف تہے اور جو کوئی انہیں سے آپ کا مطیع بھی ہوا تو اُسوقت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہوچکی اور

ف اس فرقہ کے لیے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بحث کرنیکا کیا باعث ہوا اور اس فرقہ نے بڑی تفتیش کے بعد تمام لوگوں کے لیے رسول اللہ صلعم کا اتباع کرنیکا کیا صحیح سبب قرار دیا ۱۲

آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو اُنکا قومی تعصب کسیطرح اسکا سبب نہیں ٹھہر سکتا علاوہ بریں اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والے آپ کی حمایت کرتے تھے تو بھلا اسکو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُنسے بہت ہی کم تھی اور ان لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا بھی آسان نہ تھا پس اگر آپ اپنے قرابت مندوں کی طرفداری پر بھروسہ کرکے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب کو معرض ہلاکت میں ڈالدیا ہوتا اور اِن ہزاروں کی قوت کے سامنے اُنکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُسوقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کیجاوے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہہ لالچ کرکے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو غلبہ حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اِس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملیگا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو ایسا غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداءً ابتدا میں یہ دعوے کرنے کھڑے ہوئے تھے تو بالکل تن تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا ذریعہ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جسکی وجہ سے آپ کی کامیابی کی اُمید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا تھا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا کرتے تھے کہ اِس خبط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کونسی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اُسکے دعوے میں جھوٹا ہی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تن تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اُسکو کوئی ذریعہ بھی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جنسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی اُمید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کرکے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اُسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو اُنہیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملیگا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ مجنوں ایسا کر سکتے ہیں اور اِس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب فرقے مجنون تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادر بیانی سے ان سب کو اپنا فریفتہ کر لیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا ذہبہ کو رنگ آمیز یاں کرکے سچ کر دکھایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب فرقے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے مطیع نہیں ہوئے جیسا کہ اُن لوگوں کی ساری دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ اُنہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے بھی استدلال کیا ہے کہ جنمیں آپ کو کوئی دخل نہیں

ھ اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اول امر میں ان تمام فرقوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی خوف نہ تھا اسلیے کہ آپ تن تنہا تھے نہ کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے بھی آپ کا اتباع کیا ہے لیکن یہ کب؟ جبکہ آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن اُسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو پھر ان لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

اور نہ اُنکا قایم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تھا بھلا بتلائیے تو سہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اپنے میں اُن ساری علامتوں کو جمع کر لیتے جو کہ اُنہیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں کہ وہ پہلے رسولوں کی کتابیں بتلاتے تھے اور وہ اُنہیں یہ خبر دے گئے تھے کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئیگا کہ جسمیں یہ ساری علامتیں پائی جائیں گی چنانچہ آپ میں وہ ساری علامتیں اُنہوں نے بچشم خود دیکھ لیں۔ کیا آپ کی طاقت میں تھا کہ اپنے قرآن میں تمام اعلےٰ درجہ کے صفات جمع کر لیتے جنسے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی بھی عاجز ہیں اور حالت یہ تھی کہ آپ بالکل بے پڑھے لکھے شخص۔ آپ نے جاہلوں میں پرورش پائی اور پھر جمع کر کے اپنی راستی کی دلیل میں پیش کرتے کیا یہ آپ کی قدرت میں تھا کہ ان جملہ قوانین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اِس عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ جسکو دیکھکر عقلیں دنگ ہو جاتی ہیں مرتب کر لیتے تاکہ اپنی راستی کی دلیل میں پیش کر سکیں اور پھر نہ آپ لکھے نہ پڑھے ہے متفرق قوموں کے حالات سے بیخبر اور مختلف ممالک و بلاد کے قوانین سے محض ناواقف کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تھی کہ قرآن کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے مقابلہ سے بھی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگا بنا دیں یہاں تک کہ بعض تو اپنے عجز کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو جنگ و جدال کی مصیبتوں میں پھنسائیں اور ایک سورت کے بھی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ پر قادر ہوتے تو اِس سے بڑھکر اُنکے لیے اور کوئی آسان تدبیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر کوئی یوں کہے کہ اِن سب لوگوں پر چونکہ وہم طاری ہو گیا تھا اسیوجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے اِسلیے کہ جب آپ نے اُنسے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل لانے سے بھی عاجز ہو تو اُنپر وہم غالب ہو گیا اور اُنہوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پھر اُنسے کچھ نہ ہو سکا اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جسکی تاثیر سے کوئی انسانی عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اِس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اِس شخص کا یہ قول ہرگز نہیں تسلیم کیا جا سکتا کیونکہ جو اثر ہم وہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اُسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہوگا بھی تو بھی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بھی ایک آدہ مقام پر اور اگر رہا بھی تو ایک یا دو دن اور اگر بہت رہا تو ایک یا دو مہینے بھر لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جاوے ہر مقام میں اُسکا دخل ہو بیس بیس برسوں سے بھی کچھ زیادہ زمانہ گذرنے پر بھی باقی رہے بلکہ صدیاں گذرنے پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اُس وہم کے سبب کے دار پہنچنے کے وقت بہت دور ہوں اُنپر بھی قبضہ کر لے اور وہ بھی محض اِس وجہ سے کہ اُنکو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جنپر کہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سنتے ہی جن پر بھی وہم کا قبضہ ہو جاوے کبھی ایسا دیکھا نہیں گیا اور نہ آج تک سننے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے والا تسلط بھی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں ہی ہو برسوں گذرنے پر بھی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اِس خاصیت کو بغیر کسی خارجی سبب کے پائے جانیکے کہ جس سے اِسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کیسی ہی وہمی باتیں کیوں نہ ہوں لیکن غور و فکر کر لینے امتداد زمانہ کے بعد اُنسے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جاوے اور پھر بھی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سارے

فرقے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی حریص تھے تاکہ آپکی تکذیب ثابت کرسکیں اور باوجود اس کے بھی اُن کی کسی ایسی چیز تک رسائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اُنکا عاجز رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جسمیں وہم کی ذرا بھی تاثیر ثابت نہیں ہوسکتی پس آپ بخوبی ظاہر ہوگیا کہ اُنکو وہم نہ تہا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تہے اور اگر وہم کے عام تسلط اور مستمر رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جاے کہ دیکھیے قدیم ہیئت وال علما کو عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم رہا کہ آسمان گہومتا ہے اور زمین ساکن ہے تو اُسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تہا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے آسمان کا دورکرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں اُنکے پاس وہ آلات بہی موجود نہ تہے کہ جس سے حقیقت حال کے دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ اُنکا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث درپیش ہے اُسمیں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہوسکے کیونکہ اسکا سبب (جیسا کہ معترض کا گمان ہے) سواے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کرکے آپنے فرمایا تہا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اسقدر قوت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہوجاے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اچہے طور سے فرق ظاہر ہوگیا۔

(میں کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے مین بس سے کچھ زائد بہی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور بہی کوسوں دور ہوگا اور جب یہ ٹہیرا تو سنیے کہ اتنی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر انشاپرداز محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے بہتیروں نے آپ کی شریعت کی روشنی کو ٹہنڈا کرنا چاہا اور اُنکے لیے کوئی ایسا مانع بہی نہ تہا پہر بہی ہمیشہ قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کا بہی مقابلہ نہ کرسکے اتنی قلیل مقدار بہی قرآن کے مثل لانے سے سرتاپا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو کہلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک بہی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکیگا۔)

پہر اسطرح یہ فرقہ ایسے سبب کی تفتیش کرتا رہا کہ جسکی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہوں لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے استقرا اور تلاش کے بعد اُن کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہوسکتا پہر کہنے لگے کہ کیا ہمنے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہے اور جو کہ ذہن میں آسکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کرلیا اور اشیاء کا ہمیں پورے طور سے پتہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آسکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیز یعنے اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکہا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر ہمسے مخفی رہے چنانچہ دن بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہمکو دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر جسے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیاء سے ہمکو واقفیت حاصل ہوچکی ہے اگر اُنکی نسبت اُن اشیاء کے ساتہ دیکہی جاے کہ جو ابتک ہمکو دریافت نہیں ہوئیں

ف — اس فرقہ کا اس امر کو جاننا کہ ہم تمام چیزوں سے پورے پورے واقف نہیں اپنے حق میں سمجھنا اور سب اشیا کا قائل ہونا کہ اور حقایق بھی ہوسکتی ہیں جنکا پتہ ہمیں اب تک نہیں لگا ہے ۱۲

تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ اتنا گھٹا ہوا ہو اور تمام اشیاء پر حاوی اور محیط ہونا ہمارے لوازم ذات سے قرار پانا تو جدا رہا ہمکو تمام حقایق کا پورا پورا علم بھی نہ ہو تو پھر ہم اسبات کا کیونکر اطمینان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جسکی اطلاع ہمکو نہیں ہوئی اور ہم اسکو دریافت نہیں کر سکے خواہ اسوجہ سے کہ ہماری فکریں مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمہ تن مصروف تہیں اس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے عادی ہو رہے تہے تو اس سے یہانتک نوبت پہنچگئی کہ ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہوگئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اسوجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اسوجہ سے کہ ہمکو ایسے ذرایع حاصل نہیں تہے کہ جنکے وسیلہ سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرے عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہوجاتے۔ بہلا بتلائیے تو سہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اسکا کون خیال کرتا تہا اور اسکے خواص و آثار کسکی سمجھ میں آسکتے تہے اور انکو کون مان سکتا تہا یہانتک کہ اتفاقیہ وہ قوت دریافت ہوگئی اور متعدد تجربوں سے اسکے فوائد کی تحقیق ہوتی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اسکے ہم اسکو آنکھہ سے آج تک دیکھہ بھی نہ سکے غایت سے غایت یہ ہوا کہ ہمنے اسکے آثار دیکھکر اسکے موجود ہونے پر استدلال کرلیا۔

علاوہ بریں ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نکرلیں نہیں مانتے اسپر بہی قایم نہ رہ سکے اور اسکا ہر موقع پر التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہوگیا بلکہ ضرورت کے وقت ہمکو اپنے اس قاعدہ کو برابر چھوڑنا پڑتا ہے یہی دیکھیے کہ مادۂ اثیر (یعنے ایتھر) کو ہم مانتے ہیں اور اسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہمنے اسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہمکو صرف اسکے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اس کے ثابت کرنے کے بعد اسبات کے قائل ہوگئے کہ روشنی اس مادۂ اثیر یعنے ایتھر کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اثیر (ایتھر) انکے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی خلا میں بہرا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اسمیں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور انکے اثر کرنے کی وجہ سے اسمیں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا جسم کے اثر کرنے سے آواز کے لیے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اسکی حرکت آنکھہ تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے اسمیں اثر ہوتا ہے اور اسے مرئیات کا شعور ہوجاتا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ عوامل یا قوی کہربائی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف اسی اثیر (ایتھر) کی لہریں ہیں اور وہی ایسی اصل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کہربائی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور جب ہمارا یہ مشہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کونسی شے مانع ہوسکتی ہے کہ جنکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کرسکتے اور یہ بات ان موجودات سے جو کہ خوردبین (مائکراسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت بھی ہوچکی ہے کیونکہ ان کا ادراک جب تک کہ آلات بصریہ نہ استعمال کیے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے

اس فرقہ کا اپنے اس دعوے پر قائم نہ رہ سکنا کہ ہم بغیر حواس خمسہ کے ادراک کیے ہوئے کسی چیز کو نہیں مانتے اور حقایق کے دریافت کرلینے سے اپنے قاصر ہونیکا اعتراف کرنا اور نیز یہ کہ مادی عالم کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض تخمینی بات ہے۔

کہ جنکے ادراک کے لیے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آلہ سے مدد ہی کیوں نہ لیں کافی نہ ہوں بلکہ اُن کے ادراک کے لیے کسی دوسرے حاسہ کی ضرورت ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ بہی اثیر دایتھر ہی ایسا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی دنیا کے اعتبار سے اسقدر عاجز ٹھیرے تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی مستبعد نہیں۔ پس اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم معرفت اور شناخت کے رستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور اُن تمام اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہے ہم میں بیشک ناتمام ہیں پس عقل اسبات کو جائز رکہتی ہے کہ بہتیری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہوسکتی ہیں کہ جنسے ہم محض ناواقف رہیں یا اُنکی ہمکو خبر ہی نہ ہو اور اُن اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں یا اُنکی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑکر انصاف کے مددگار بنیں گے تو ضرور ہم یہی سمجھیں گے کہ عالم طبعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک تخمینی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہوگا کہ جہانتک ہمنے بحث کی ہے ہمیں اِس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اِس امر کی دلیل ملی جس سے کہ اِس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا۔ رہی یہ بات کہ اس عالم مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل ملگئی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سمجھدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ نفس الامر میں بھی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل ہمیں معلوم نہ ہو تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے بھی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھیئے کہ اگر مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہمکو پتہ نہ لگے یا اُسکے موجود ہونے کی دلیل ہمکو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الامر میں بھی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہو اور ہمیں دریافت نہ ہوا ہو چنانچہ یہی دیکھیے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبعیات کے جاننے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گذر گیا اور وہ رعد اور برق کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن اُنہیں اُسکی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہوسکی اور اُسکی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اُسکی دلیل نہ معلوم ہونے سے اُس کا فی نفسہ موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اُسکی دلیل معلوم ہوگئی اور اُنہوں نے اُسکی حقیقت کو دریافت کرلیا (اور وہ اُن کے خیال کے موافق قوت کہربائی ہے) اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جسکی وجہ سے اُسمیں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

پس بنا بر جمیع امور مذکورہ کے کہ جس سے حقایق اشیاء کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور ناتمام ہونا معلوم ہوچکا ہے یہ بات بلاشک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی پایا جاے اگرچہ اتبک ہمکو اُس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اسبات سے کیونکر مامون ہوسکتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن حقایق ممکنۃ الوجود کا دعوے کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم اُنکی حقیقت اور وقعت سے ناواقف ہوں اور اسیوجہ سے

ف
اس فرقہ کا انتہا کی ہونا کہ شاید رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے سچا ہی ہو۔ اور پھر اپنی بالنجاہی سے خوف کرکے اشیا کا قطعی فیصلہ کرنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اچہی طرح جانچ کرنا ہی چاہیے ۱۲

ہمنے اسکو حکومت حاصل کرنیکا حیلہ سمجھ لیا ہو اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ اِن تمام فرقوں کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
قبول کرلینا محض وہم پر مبنی ہے اور اُن کے پاس اسکی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو بھی ہی دلیلیں معلوم ہوگئی ہوں کہ جنکی وجہ سے
اُنہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں اُنکی صحت کا ذرا بھی پتہ نہ لگا ہو اور جب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کرنیوالے یعنے خدا ہی کے بھیجے ہوئے ہوں اور اُنکی بتلائی ہوئی سب باتیں ہو بہو ٹھیک ہوں اور
اُنہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے لیے ضرور حشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اُس شخص کو جو محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کریگا اور جو شخص کہ آپکی تکذیب کرتا ہے اسکو ابدی سزا دیگا۔ تو بھلا بتلایئے کہ اُسوقت
ہمکو کیا بہتری حاصل ہوسکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و تفتیش سے کیا ثمرہ حاصل کرسکتے ہیں جو کہ ہم اپنے
بڑے لمبے چوڑے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات[عـــ] الارض۔ علم نباتات[عـــ]۔ علم حیوانات۔ علم
کیمیا[عـــ] وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا اُسوقت ہمپر یہ بات صادق نہ آئیگی کہ ہم ادنے درجہ کی فانی چیز کیساتھ مشغول ہوکے
اور باعظمت دائمی شئے کو ہمنے چھوڑ دیا بیشک ہم خسارہ میں رہینگے۔ اور جس سے کہ ہم برداشتہ خاطر ہوئے جاتے ہیں
اور جس سے کہ ہم سوء اختیار یعنے بے تمیزی کے ساتھ کسی شئے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر ہے
کہ اگر کہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہ میں صحیح ہوگیا تو بیشک ہمکو نقصان
اُٹھانا پڑیگا اور ہم انتک خود ہیں سے قائل ہوجائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان مرنے کے بعد زندہ
نہ کیا جائیگا صحیح ہی ہوگیا تو اُنکا ذرا بھی نقصان نہ ہوگا چنانچہ طبیب اور منجم دونوں کے بارہ میں کہ جنکا قیامت سے
انکار کرنیمیں ہمارا ہی سا خیال تھا کسی نے[عـــ] کیا خوب کہا ہے ؎ قال المنجم والطبیب کلاھما لن یبعث الاموات قلت الیکما ان
صح قولکما فلست بخاسر او صح قولی فالخسار علیکما یعنے منجم اور طبیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کبھی زندہ نہ کیے جائینگے
تو مینے اُنہیں جواب دیا کہ بس الگ رہو۔ اگر تمہاری بات صحیح بھی ہوگئی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہوسکتا اور اگر میرا کہنا صحیح نکل آیا
تو تم دونوں کو ضرور نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ پس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حزم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی
چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں اُنکو سنتے ہی بلا تحقیق اُنسے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہٹ دھرمی کو ترک
کریں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی تفتیش کریں کہ لوگ اُنکی کیوں تصدیق کرنے لگے اور اُنکے
دلائل میں غور و فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اسمیں ضرر ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کونسا امر مانع ہوسکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ
اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرر سے بچ جائیں پس دلائل سابقہ کو دیکھکر اسی امر پر اُنکی رائے قرار پائی اور سب متفق ہوگئے اور
اُنہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کمر ہمت باندہی اور اُس سے بحث کرنے پر آمادہ ہوگئے کہ آیا آپ کا دعوی
سچا تھا یا جھوٹا اور اُن دلائل کی تفتیش کرنے لگے کہ جنکی وجہ سے اُن لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تا کہ
اُن میں غور کرنے سے اِس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیلیں صحیح ہیں کہ جنکی وجہ سے اور لوگوں کی طرح اُنہیں بھی

عـــ جیالوجی۔ عـــ بوٹانی۔ عـــ کیمسٹری۔ للعـــ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ ۱۲ منہ

تصدیق کرنا چاہیے یا غلط ہیں یہانتک کہ اُنکی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شبہہ رفع ہوجاے اور کچھ تردد باقی نہ رہے
پس سب سے پہلے اُنہوں نے اُن اشیاء کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت اُنکا
یہ دعوے تہا کہ یہ اللہ جل شانہ اس عالم کے خالق کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔
پس اُنہوں نے اس میں بہتیری ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو اُن کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تہیں جنکہ وہ بالکل یقینی
سمجھتے ہیں منجملہ ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہوا ہے کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تہا اور پھر پیدا ہوا ہے اور جسنے کہ اُسے
بعد عدم موجود گی کے موجود کیا ہے اور اُس سے طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے وہی خدا ہے اور اُسنے
چونکہ اُسے عدم سے موجود کر دیا ہے وہ اسی طرح بعد موجود ہونے کے اُسے پھر معدوم کرسکتا ہے۔ اور اسی خدا نے علاوہ تمام
حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اُسی سے اُسکی عورت کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر اُن دونوں کو اسی کے
ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں اور بعد اسکے ان دونوں کو اُسنے ایک امر میں خلاف ہوجانے کی وجہ
زمین پر اُتار دیا۔ انسان کے لیے اُسکے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس بھی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اُسکے
بدن کے ساتھ اُسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اُسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ
جاتا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ ادراک کرتی ہے اُسے لذت
اور الم بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اُسکے فنا ہونے کے بعد بھی خدا اُسے پھر زندہ کریگا اور اُسکے ساتھ
دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کر دیگا اُسنے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کیے ہوں گے اُسکو اُنکی جزا دیگا۔
اور جو بُرے عمل کیے ہونگے اُنکی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اُس مکان میں ملینگی جسکا نام جنت ہے اور اُسکا عذاب اُس مکان
میں ہوگا جسکا نام دوزخ ہے خدا انسان کو اُن دونوں میں زمین و آسمان کے تباہ ہوجانے اور لوگوں کے مرنے
کے بعد پھر اُنکے دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد داخل کریگا۔ لوگ اُن دونوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بدن کے ساتھ
روح کے متعلق ہونے اور اُسمیں زندگی پائے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونو
مشترک ہیں انسان کی طرح باقی حیوانات میں بھی روح پائی جاتی ہے اور جتنی سمجھ کہ اُنکی زندگی کے لیے ضروری ہے تمام
حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اُسقدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی جسقدر کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے بخلاف
اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کیے ہیں کہ جنکا نام فرشتہ
ہے اُنکو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گذر جائیں اور ہم نہ دیکھیں اُنمیں نہ بُرائی
ہی پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کرسکتے ہیں کہ جنسے انسانی طاقتیں بالکل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اُس کے اُن
نیک بندوں کے مابین کہ جو رسول کے نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا نے
اسی طرح اور اجسام بھی پیدا کیے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں اُنہیں فرشتوں کے مشابہ ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نظر سے
چھپا رہنا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا لیکن ان باتوں میں اُنسے فرق ہے کہ وہ اُن کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ اُنمیں
نری بھلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اُسکے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام کا نام جن ہے

ف: شریعت کو یہ غلطی پیدا ہونا مطلع ہونا اُنہیں سے بعض اُنہیں اپنے علوم کے خلاف علوم ہوئے چکی تو سے قریب تھے کہ شریعت کے حال سے بحث کرنا چھوڑیں لیکن وہ نہیں بحث کرنے کے بارہ میں اپنا قطعی فیصلہ یاد آیا ۱۲

خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیئے ہیں کہ جو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اُتارتا ہی
اُسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا
ایک اور جسم ہے کہ جسکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اِس
فاصلے کو بہت تھوڑے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی
کی قضا و تقدیر[1] سے واقع ہوتا ہے یعنے اسوجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اُسکو اپنی قدرت سے
موجود کر دیتا ہے۔ اُسنے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اسلیے پیدا کیا ہے
کہ جو کچھ واقع ہو اُسمیں ثبت کیا جاے اور مسطور رہے اگرچہ اُسکو اُسکی کوئی ضرورت نہ تھی جتنی چیزیں کہ اُسکی قضا اور حکم سے
ہوتی ہیں سب اُسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُسکے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ
مرتبط کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سبب کے بعد مسبب پایا جاے لیکن ان دونوں کے لیے وہی خالق ہے وہی سبب کو
پیدا کرتا ہے اور وہی اُس کے بعد مسبب کو پیدا کر دیتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اُسی کے خلق
اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھدی گئی ہے حقیقۃً موثر نہیں ہے۔
وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُسپر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے
اُسکے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُسکے مشابہ ہے اور نہ
وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا
یا ہو رہا ہے یا آیندہ ہوگا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُسکے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں
چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے
ساتھ جو کہ اُسکے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھیے کہ جنکو
اُنہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جو انہیں اپنے علوم سے دریافت ہوے یا جہاں تک
اُنکی عقل کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُنکے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھکر قریب ہی تہا کہ وہ لوگ
اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جسپر کہ اُنھوں نے پختہ قصد کر لیا تہا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کرکے
اُسکی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تہا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر جم جائیں لیکن اِس ارادہ سے باز رکہنے والا امر اُنکا سابق کا وہ فیصلہ
ہوا کہ جس پر سب لوگ متفق الراے ہو چکے تہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
دعوے سے بحث کرکے اُسکی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اسلیے کہ اُنکا تمام حقایق
کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہونا اُنکو معلوم ہو چکا تہا جسکی وجہ سے وہ اِس امر کے
اختیار کرنے پر مجبور رہے پس وہ اپنے فیصلہ کیے ہوے حکم پر عمل کے موقع پر بڑی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اِس کے

[1] قضا و قدر کی بحث آ گئے آتی ہے یہاں اتنا سمجھ لیجیے کہ قدر اور تقدیر کے معنے اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنے حکم کرنے کے ہیں پس حاصل یہ ہوا
کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اُسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۲ مترجم

کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں ہمیں اُن مسائل سے بحث کرنا چاہیئے کہ جو شریعت میں ہمیں ملے ہیں اور وہ ہمارے اُن خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ ہمنے اپنے علوم کی مدد سے قایم کیا ہے یا ہمارے علوم میں اُنکی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی اُنسے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہوجائے اور پیروانِ شریعت کے نزدیک بھی اُنکا غلط ہونا مدلل ٹھیرجاے تاکہ اول امر سے اُنکا دعوے ساقط ہوجاے اور اُسکے متبعین یا اوروں کے دلائل سے بحث کرنے کی محنت ہمیں نہ اُٹھانا پڑے اور اسی طرح معاملہ طے ہوجاے لیکن اسوقت اُنکے دلمیں یہ بات آئی کہ جب اِن مسائل سے باہم ہم بحث کرینگے تو بسا اوقات واقعی امر کے ظاہر ہونے میں ہمیں دقت پڑسکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اُنسے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھمیں آتا ہے یا کوئی ایسی صحیح وجہ نکل سکتی ہو کہ جسکی وجہ سے ہمارے علوم کے ساتھہ مطابقت ہوجاے اور ہم خود اُسکو نہ دریافت کرسکتے ہوں۔

ف اس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لیے ایک لائق شریعت داں عالم سے ملنا تاکہ خرابی بات ظاہر ہوجائے ۱۲

اِسلئے بہتر یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیروی کرنیوالوں میں سے کسی عالم سے ملیں اور یہ مسائل اُسکے سامنے پیش کرکے اُنکے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہمیں یا تو اُنکی غلطی معلوم ہوجائے گی یا اُنکی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور اُس عالم کی وجہ سے ہمیں مطلب کے سمجھنے میں دقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماء اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور اُنہوں نے اپنا قصہ اور اُن مسائل میں اُسکے ساتھہ گفتگو کرنے سے جو اُنکا مقصد تھا سب بیان کیا۔

ف اُس عالم کا فلاسفہ جدید کے مذہب کا خلاصہ دریافت کرنا اور اُنکا بیان کرنا ۱۲

اُس عالم نے اُنسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اِس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات کے وجود کی اصل مجھسے بیان کردیں کیونکہ شاید اِس طورپر میں اُن شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں کے خیالات کے موافق ثابت کرسکوں یا میں آپ کے اعتقادات اور خیالات کی غلطی نکالدوں یا اُسکے سوا کوئی اور صورت اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہوجاے تب اِس رائے کو سب نے پسند کیا اور کہنے لگے کہ لیجیئے ہمارے مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنیئے کہ جو ہمنے اپنے علوم کی مدد سے قایم کیے ہیں وہ یہ ہے کہ اِس عالم کی اصل اور انواع انواع کی ارضی اور سماوی اشیاء کی پیدایش کے بارہ میں قدماے فلاسفہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا مذہب قائم کیا لیکن زمانۂ حال میں جس امر پر کہ رائے قرار پاچکی ہے اور جس بات کا پتہ تجربہ اور دلیل سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اِس عالم کی سماوی اور ارضی اشیاء کی اصل دو امر ہیں مادہ۔ اور اُسکی قوت[ع] (حرکت) اور یہ دونوں قدیم اور ہمیشہ سے ہیں ازل سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اُس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہوسکے اور ان دونوں میں سے کوئی بغیر دوسرے کے پایا جاسکے۔ مادہ سے مراد یہی ایثیر (ایتھر) ہے جو کہ خلاء میں بھرا ہوا ہے مادہ کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اُنہیں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت کے اعتبار سے اُسکو ایثیر (ایتھر) کہتے ہیں رہی مادہ کی قوت اُس سے اُسکے غیر منقسم[ع] اجزا کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں جنکی شکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنے سائنس جاننے والے) اِس بات کے قائل ہیں کہ یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اِسکے پیدا کرنے کی کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ پہر اجرام سماوی یعنے ستارے اور کائنات ارضی

ع یعنے جنکی قسمت کی نہیں ہوسکتی ۱۲ مترجم

یعنے جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور اسی مادہ سے بذریعہ اسکی حرکت کے بنے ہیں اور ان کا بننا بھی اسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اور اشیاء کی پیدائش میں مادہ اور اسکی حرکت کو نہ کسی قسم کا ادراک ہوتا ہے اور نہ انہیں قصد پایا جاتا ہے۔

ف سماویات ارضیات۔ حیات۔ عقل انسان وغیرہ کے بارہ میں فلاسفر جدید کا خیال ۱۲

اب سنیئے کہ پہلے تو انہیں اجزا کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہوجانے سے سدیمی مادہ کا وجود ہوا سدیمی مادہ سے چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا اسطرح پر ایک کرہ بنگیا اور وہ اپنے محور کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر وہ سدیمی قوانین قدرت کے موافق دو مشتعل ہوگیا وہ کرہ یہی شمس تھا پھر اسکی گردش کے مقتضا کے موافق باقی ستارے اس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بنکر اپنے محوروں پر گردش کرنے لگے منجملہ انکے ہماری زمین بھی ہے جسپر کہ ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنے محور کے گرد مدت تک گردش کرتی رہی اور اسطرح پر اسکا پوست یعنے سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور معادن حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سبب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم انکا اجتماع تھا علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ہمارے نزدیک یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر انکا وجود ہوا ہے اور یہ اسلیئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آخری طبقہ میں جہانتک کہ ہماری رسائی ہوسکی ہمنے حیوانات اور نباتات کے بالکل آثار نہیں پائے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذرا ہے کہ جب اسپر ذی حیات اجسام یک لخت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث تحقیقات اور کیمیاوی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہانتک رسائی ہوگئی جس سے کہ ہمنے یہ دریافت کرلیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اس کے اجزاء کے اجتماع سے پیدا ہوے ہیں کہ جو شمار میں ستاسٹھ سے بھی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر ملنے کی وجہ سے معدنیات اور جاندار اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا زلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل جما ہوا ہوتا ہے اور نہ پتلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکھتا ہے۔ اسمیں غذا حاصل کرنے منقسم ہونے توالد وتناسل کی قوت پائی جاتی ہے ہمنے اس مادہ کا نام پروٹوپلاسما یعنے پہلی شے رکھا ہے اسی کے منقسم ہونے سے وہ خول طیار ہوے ہیں جنسے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہوجانے سے حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوے ہیں حیات (زندگی) انہیں عناصر کے فعل و انفعال اور ان کے کیمیاوی امتزاج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں بھی حیات ہی ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو انکے لیئے ضروری ہیں توالد وتناسل کیوجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مباین ہونا ہے جسکا نام تباین افراد ہے پس کوئی فرد اپنی اصل کے تمامہ مشابہ نہیں ہوسکتی منجملہ ان تباینات کے نر اور مادہ کا ہونا ہے۔ دوسرا قانون فروع کا باوجود دوسرے تباینات۔ باپ دادا کی خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے انہیں اصول کے

ف سے سماویات (یعنی آسمانی) اجرام ارضیات (زمینی) اجسام سے مراد ہے ۱۲ مترجم

تبائنات یا خصوصیتوں کا منتقل ہوجاتا ہے جسکا نام قانون انتقال تبائنات الاصول الی الفروع مع بقاء الامتیاز ہے پس اسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور کوئی خارجی صدمات کا متحمل ہوسکتا ہے کوئی نہیں کسی کے بیئے ظروف موافق ہوتے ہیں کسی کے بیئے ناموافق پھر قانون باہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا واقع ہونا جسکا نام قانون تنازع بقا ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے متحمل نہ کرسکنے والے اور وہ جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہوجاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ جو تنہا قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کرکے حفاظت کرنا مراد ہے پس لاکھوں برس کے گذرنے پر حیوانات اور نباتات کو اجزاء مادہ کی اضطراری حرکت اور فطرت کے ان قوانین ارتقا کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہوگیا یہانتک کہ خود انسان بھی منجملہ تمام حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق عمدگی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کرکے اس موجودہ حالت پر پہونچگیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر انسان ترقی کرنے لگا ہو حتے کہ ترقی کرتے کرتے اپنے قریبی یعنے بندر سے بڑھگیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع کے اعتبار سے بالکل نوپیدا ہے اور اسکی پیدایش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اسی وجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے نہایت محدود اور معدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کروڑوں برس اس سے پہلے بھی بکثرت انواع موجود رہی ہیں عقل اور انسانی ادراک منجملہ اُن تمام افعال مادہ کے کہ جو مادہ کے اجزاء متحرکہ اور عناصر ممتزجہ کی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علیحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے دونوں عقل و ادراک سے بالکل خالی تھے پھر انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقول میں محض کمیت اور مقدار کا فرق ہے ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھی ہوئی ہے پھر وہ باقی مسائل کہ جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا دار نعیم و دار عذاب یعنے جنت اور دوزخ کا پایا جانا۔ فرشتوں۔ جنوں۔ آسمانوں۔ عرش کرسی۔ لوح اور قلم کا موجود ہونا۔ فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل یعنے وہ مسائل جو پہلے بیان ہوچکے یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے علوم میں اُنکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اسلیئے ہم اُنکا اعتقاد ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض امور تو ایسے ہیں کہ جنکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور انکے استحالہ پر دال ہیں کیونکہ اُنسے اُن قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ ہمنے کائنات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ ماننا ایک نہایت ضروری بات ہے یہ تو ہمارے مذہب کا علے وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبعیات (سائنس) جاننے والے فرقہ کی عام طور پر رائے قرار پاچکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ کہیئے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔

> ف ۱ محمدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کرنے کے لیے تمہید بیان کرنا ۱۲

تب اسلامی عالم نے اُن لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ اے میرے انسانی بھائیو سنو میرا محمدی دین اور آپ لوگوں کا بغرض اظہار حق گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص او سچی خیرخواہی سے پیش آنے اور اظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھپر لازم کرتے ہیں لیکن اسموقع پر میں آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کرلیں کہ بلا تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفداری کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اُسے اپنے دماغ میں جگہ دیں کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائیگا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی اور عقل کی بینائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن دوپہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائینگے اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ کی طرفداری نہ کی اور اسطور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے ضمیروں کو آزاد کرلیا تو پھر دیکھ لیجیے گا کہ میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا (بشرطیکہ اُس خدا کو منظور ہوا جسکے سوا میں کسی دوسرے کو کسی شئے کا پیدا کرنے والا نہیں مانتا)

> ف ابطال مذہب فلاسفہ کی تمہید ۱۲

پس آپ لوگوں کے مذہب یعنے اُن خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کرنیکے بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو قدیم مان لیا اسلیئے بظاہر آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوے کہ جو اُسکو پیدا کرتا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سماوی اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اُنکا حادث ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل اُن تمام تنوعات اور تغیرات کے حدوث کو محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے تسلیم نہ کر سکی کیونکہ اُسکے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان وجوہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسیطہ کے لیئے حرکت ثابت کریں۔ اسطرح پر تمام تنوعات کو آپ نے مادہ اور اُسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو اُسے پیدا کرتا اور اُسکے عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اسکے بعد جب آپ اُسکے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اُسوقت بھی کہنے لگتے کہ جس خدا نے کہ مادہ کو پیدا کیا ہے وہی اُسکے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر اُن تنوعات کے لیئے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لیے حرکت ہی ثابت کرنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے بھی نجات ملجاتی اور اس زبردستی کی بات کا قائل بھی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی انواع اقسام کی چیزیں محض مادہ اور اُسکی حرکت سے علی وجہ الضرورۃ پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں یعنے مادہ اور اُسکی حرکت میں نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے۔ نہ اُنہیں کسی شئے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر بھی اُنسے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام عالم نہایت ہی عجیب وغریب انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھکر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُسکے لیے اتنی چیزوں کی ضرورت ہے کہ قدرت پوری پوری ہو۔ علم نہایت ہی کامل ہو حکمت اور تدبیر اعلےٰ درجہ کی موجود ہو اسموقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

کہ جب میں مادہ کے قدم کے لبطلان پر دلیل قایم کر دوں گا اور اسکا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اسوقت لامحالہ آپکو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جسنے مادہ کو پیدا کیا اور جو عدم سے اسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ سمجھنا بھی آسان ہو جائیگا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اسکی قدرت علم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی مسائل کی تصدیق کر لینا بھی جنہیں کہ آپ اب تک اپنے علوم اور اعتقادات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نہ رہیگا۔

سنیئے سنیئے آپ کے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پاے ہیں کہ جنکا آپ لوگ بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور انپر ایمان لائے ہوے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے انہیں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان سب کے ثبوت کی معا تصدیق کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض انہیں سے بالکل قطعی ہیں مشاہدہ سے انکا ثبوت ہو چکا ہے انکی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر انکی تصدیق کیجاے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا (پہلا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اسکے ذرات بسیطہ کی حرکت کے قدم[عہ] کے قائل ہیں اور ان دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جا سکتا یعنے مادہ اور حرکت میں مفارقت ہونا محال ہے۔

(دوسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث[عہ] کے قائل ہیں یعنے تمام اشیاء سماوی اور ارضی خصوصًا حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہ تہیں اور اسی مادہ سے پیدا ہو گئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیکھ بھال سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوے ہیں اور انکی پیدایش کے لیے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھیرایا ہے اور اسی کی مقتضا کے موافق آپ نے یہ حکم لگایا کہ انسان کی پیدایش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ اسکے آثار صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پاے جاتے ہیں طبقات زیریں میں اسکے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا پھر اسکی پیدایش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا اختلاف کیا ہے جیسا کہ مینے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

(تیسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے لیے ازل سے لازم ہے اور نیز ان قوانین قدرت کے مقتضا کے موافق کہ جو انہیں موجود ہیں علی وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث مانتے ہیں اور پھر مادہ اور اسکی حرکت کا نہ اس میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقصود اس سے یہ ہے جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جسطرح معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے اسیطرح مادہ اور اس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہوئے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھیرے اور مادہ اور اسکی حرکت

ف: ابطال مذہب فلاسفہ کے لئے انکے مسلمات سے تین قضیوں کو انتخاب کرنا اور مادہ کا قدم باطل کرنا ۱۲

عہ قدم سے مراد کسی شئے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اس پر عدم کا کوئی زمانہ نہ گذرنا ۱۲ مترجم عہ حدوث سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہو جانا کہ جو پہلے موجود نہ تہی ۱۲ مترجم

تنوعات کی علت۔

(حقیقت میں اُن کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اُسکی حرکت میں انفکاک نا ممکن تھا یہانتک کہ وہ اس امر کے قائل ہوگئے ہیں کہ مادہ اور اُسکی حرکت میں سے کیسکا وجود بغیر دوسرے کے متصور ہی نہیں ہے اسلیئے دونوں کو بمنزلہ شئے واحد کے اعتبار کر لیا ہے اور اسی کو علت کہدیا ہے اور چونکہ اُن دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے اسلیئے یہ اعتبار کر لینا جائز ہے کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے)

جب آپ کو یہ مطلب کچھہ معلوم ہوچکا تو اب سُنئے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شئے اپنی علت سے جس سے کہ اسکا وجود لازم ہوجاتا ہے ہرگز تخلف نہیں کر سکتی پس اگر اُسکی علت حادث ہوگی تو وہ شئے بھی اُس کے بعد ہی بلا تاخیر موجود ہوجائیگی اور اگر اُسکی علت قدیم ہوگی تو وہ شئے بھی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کریگی اُس سے ہرگز متاخر نہ ہوسکیگی ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو پائی جاوے اور معلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت ہوگیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اُسکی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو جمادات نباتات حیوانات اور تمام عالم کی انواع انواع کی چیزوں کے لیے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیا بھی کہ جو اُنکی معلول ہیں قدیم ہوجائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبیعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق اُنکے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت کو اُن معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُنکا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل ہوجاوے اسلیئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جا سکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار موقوف ہوسکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہوسکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے موجود ہوجاوے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہیڈروجن اور آکسیجن ....

.... اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے اُنکی ترکیب حاصل ہوسکے موجود نہیں ہوسکتے پس حیات کا وجود پانی کے وجود پر موقوف ہے چاہیے اُس سے ایک لحظہ ہی پہلے کیوں نہ ہو۔ پس کونسی عقل یہ قیاس کرسکتی ہے کہ مادہ اور اُسکے سارے مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہوسکتے ہیں اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت بھی (اور وہ مادہ اور اُسکے اجزاء کی حرکت ہے) حادث مان لی جاوے اُسوقت بیشک اُن قوانین قدرت کے موافق جو پیدایش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرور ایک مدت کی حاجت پڑسکتی ہے تاکہ اُسمیں استعداد آجاوے اور مادہ کے اجزاء اسطرح پر مجتمع ہولیں جس سے کہ عناصر کی تالیف ہو پھر پانی بنے اُس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلا شبہہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہوسکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہوجاوے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہوجاوے یا اجزاء مادہ کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر بنجائیں (یہ سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ اُنکے نزدیک تو یہ سب کچھ خدائے قادر ہی کرتا ہے اور اُسکی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہوسکتا کوئی شئے ہمکو چاہے کتنی ہی مستبعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جاوے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ سارے معلولات حادث ہوں باوجودیکہ انکی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت اُنکے موجود ہونے کو بالاضطرار لازم کرتی ہے تو پھر تبلائیے کہ ان سب اشیاء کو اتنے لاکھوں یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس وجہ سے اتنی مدت گذرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہوگئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ اتنی مدت کی اسلیے حاجت ہے تاکہ علت میں معلولات کے پیدا ہونے کی استعداد آجاوے یعنے اُسمیں استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپسے پوچھیں گے کہ آپکی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہوگئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اُسکی مقتضی بھی موجود تھی اور کس چیز نے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر اسقدر مدت گزرنے کے بعد اُسے پیدا کردیا۔ معلولات کے حدوث اور اُس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے جتنی مدت آپ بڑھاتے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی بہرحال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ اُٹھ سکیگا۔ خلاصہ یہ کہ علت اولیٰ ہی سے استعداد کے بالاضطرار پیدا ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے پس حدوث و قدم کے اعتبار سے استعداد کی بھی وہی حالت ہوگی جو اُسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اسلیے ضروری ہے کہ استعداد بھی قدیم ہو اور استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہے کہ تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ بھی قدیم ہوں ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول ندارد۔ حالانکہ یہ صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو بھی جو معلول ہیں قدیم مانیے اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اُسکی تکذیب کیجیے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہوسکتے اور یا اسکے قائل ہو جائیے کہ مادہ اور اُسکی حرکت صادر سے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس اُنھوں نے ان تنوعات کی پیدایش کے لیے جو زمانہ چاہا مقرر کردیا اور آپ لوگ اسکو بھی کبھی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ ہمنے آپ لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل بھی ہو جائیں تو یہ خرابی لازم آئیگی کہ اُنکو اجزاء مادہ کے ہر ہر جزو کے لیے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑیگا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہو تاکہ عالم کی بیشمار انواع میں سے کوئی خاص نوع بنجاوے اور پھر وہ اپنی وضع کونسے طریقہ سے بدلے جس سے کوئی دوسری نوع بنجاوے علیٰ ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجیے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں اتنے امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کمیٹی بھی دریافت نہیں کرسکتی اور وہ بھی عاجز ہیں۔ اس موقع پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم اُن سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جاوے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جسکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متخلف رہے اور اتنے کروڑ برس کے بعد جاکر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کرسکتے ہیں اسکا بیان کرنا کیا

حدوث مادہ کی اول دلیل منطقی سیست پیرا ۱۲

سنہ کا نوالہ ہے ذرا کام رکہتا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اسکی حرکت کو حادث مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔

تتمہ آیئے اسی دلیل کو ہم اختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کرکے دکہلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت (اور وہ مادہ اور اسکی حرکت ہے) قدیم ہوگی تو اسکی استعداد بہی قدیم ہوگی اور اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات بہی قدیم ہوں گے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اسلیئے استعداد بہی قدیم نہ ہوگی اور یہی مقصد ہے۔ پہر اگر آپ یہ کہنے لگیں (اگرچہ میں آپ کی نسبت ایسا ہرگز خیال نہیں کرسکتا کہ آپ ایسی بدیہی البطلان بات کے کہنے کی جرأت کرسکینگے) کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات بہی حادث ہیں لیکن پہر بہی مادہ اور اسکی حرکت دونوں قدیم ہی ہیں تو میں آپ سے دریافت کرونگا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اسکی حرکت ازل میں یعنے لگاتار زمانہ غیر متناہی تک کیا کرتے رہے اور مادہ پر کیونکر لامتناہی زمانہ گذر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور پہر نامتناہی ازلی اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اسے اس امر پر آمادہ کردیا کہ ایک محدود زمانہ سے انہیں استعداد پیدا ہوجاوے پہر اسیطرح سے محدود زمانہ سے تنوعات بہی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے کہ آپ کے پاس سوا ساکت ہوجانے کے اور کیا جواب ہوگا۔ پس اس ساری بحث کے بعد حق اور ماننے کی بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہوگئیں مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت جسکے کہ آپ قائل ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہیے یعنے پہلے انکا وجود نہ تہا اور پہر وجود ہوا۔

اسموقع پر اور بہی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حدوث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل دلیل سابق کے آپ لوگوں کی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمیں کوئی مضائقہ بہی نہیں معلوم ہوتا اگر میں انہیں سے ایک آدہ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ نیک گمان کرکے بیان کردوں کہ آپ کی عقلیں اسکے سمجہنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اسے تسلیم کرینگی خصوصًا جب آپ اپنے ترک تعصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدم رہیں جسکو کہ ہمنے آپ کی جانب سے کچہ دیکہا بہی ہے

حدوث مادہ کی دوسری دلیل ۱۲

دوسری یہ ہے کہ یہ امر ذرا بہی مخفی نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اسکے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام صورتوں سے مجرد ہوکر پایا جانا ممکن ہی ہے (جیسا کہ مادہ کا بغیر تحیز اور کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گہیرے ہوئے موجود ہونا ممکن نہیں ہے) پس مادہ جب کبہی پایا جائیگا اسکے لیے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت ایہتری ہو یا سدیمی عــہ عنصری ہو یا معدنی، نباتی ہو یا حیوانی۔ اسیوجہ سے تو آپ اسبات کے قائل ہوگئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اسے تمام انواع کے بننے سے قبل حاصل تہا جتنی صورتیں کہ متصور ہوسکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تہا اور یہ کہ جتنی صورتیں کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں بہی تمام صورتوں سے مجرد اور خالی نہیں مانا ہے اسلیئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کرسکتی۔ پہر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی اسلیئے کہ وہ زائل ہوسکتی ہے اور اسپر عدم طاری ہوسکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے ابسط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت

عــہ سدیمی سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جسمیں عنصر بننے سے قبل موجود تہا ۱۲ مترجم

کو مان لیجئے جسکا کہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے لیئے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور یہ پہلی صورت
کا معدوم اور زائل ہونا ہمکو اسطرح پر معلوم ہوا کہ اُسکا معدوم ہو جانا اور اُسکے بعد بہتیری صور نوعیہ کا طاری ہونا مشاہدہ کرلیا
گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اُسے قبول کر سکتی ہے اُسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم
ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسکا بیان آگے آتا ہے اسلیئے کہ اُسکا قدم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اُسکی
ذات ہی اُسکے وجود کو مقتضی ہوگی یعنے اُسکا سبب سوائے اُسکے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور
اِسکا نام قدم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اُسکی علت قدیم ہوگی اور خود اُسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیم اُسکے قدم کو
مقتضی ہوگی اور اِسکا نام قدم غیر ذاتی یا قدم بالغیر ہے اِسکے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں نکل سکتی اور ظاہر ہے
کہ اُس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اُسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شے جب تک حال اور قایم ہے تا وقتیکہ
کیونکر ممکن ہے کہ اُس شے پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ اُنپر عدم کا طاری ہونا
ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور نوعیہ کا حدوث
ثابت ہو گیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو لیتے ہوئے اُس صورت تک
پہنچ جائیں کہ جو سب سے ابسط ہو اور مادہ کے لیئے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ٹہر سکتا کہ
اِس سے پہلے بھی مادہ کے لیئے کوئی صورت ہو سکے مادہ کے ابسط صورت کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اِس طرح ظاہر
ہے کہ وہ پہلے نہ تہیں اور اُس کی اوّل صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی ابسط اور سب سے
پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی حادث ہے اسلیئے کہ وہ معدوم اور زائل ہو گئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ
ابھی ثابت ہوا پس اب بتلایئے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے قبل کس حالت میں موجود تہا یہ تو آپ کہہ ہی
نہیں سکتے کہ مادہ کے لیئے کوئی صورت نہ تہی کیونکہ اِسکا سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا
جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ مانیئے کہ اِس صورت سے پہلے کوئی اِس سے بھی ابسط صورت موجود تہی اور یہ خلاف
مفروض ہے کیونکہ آپ نے اِسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ اِس سے قبل کوئی صورت ہو ہی نہیں
سکتی اور یا تو آپ اِسکے قائل ہو جایئے کہ مادہ اِسی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ٹہریگا نہ قدیم۔ اور
یہی مقصود ہے۔

ف
حدوث مادہ
کی دلیل ثانی
منطقی پیرایہ میں
۱۲

ہم اِسی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اِس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اِس اول صورت اور اُسکے بعد والی صور نوعیہ
کے لیئے ملزوم ہے اور یہ صورت اور اُسکے بعد آنیوالی صورتیں مادہ کے لیئے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی سب منفک
مقدم الخ
اور جدا نہیں ہو سکتیں جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اب یوں تقریر کیجائے گی کہ اگر مادہ جو ان
تالی الخ
صورتوں کے لیئے ملزوم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں بھی جو اُس کے لیئے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم
رفع تالی
کا اپنے ملزوم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اِس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں
نتیجہ رفع مقدم
پس مادہ بھی قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تالی کے سلب اور رفع کرنے سے مقدم کا رفع یا سلب لازم آتا ہے جیسا کہ علم منطق

میں یقینی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

پھر بحث سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادث یعنے ایسی شے کے لیے جو پہلے نہ تھی اور پھر موجود ہوگئی ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہیئے جو اُسے موجود کردے اور جسکی وجہ سے اُسکے عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح ہو جاوے اور وہ عدم کی تاریکی سے وجود کی روشنی میں نکل آئے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور وہ منجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ لوگوں کی یہ حالت ہو جاوے کہ آپ ترجیح بلا مرجح کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھے مطلے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ یعنے انسانی ایجاد کردہ ترازوؤں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جسکے دونوں پلڑے بوجھ میں بالکل برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اُس کے دونوں پلڑے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجیئے کہ بائیں جانب کا پلڑا کسی سبب سے جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا پھر دفعۃً داہنا پلڑا بائیں سے راجح ہوگیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ گیا اور بایاں اتنا اونچا ہو گیا جہاں تک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجح کے پایا گیا راجح ہونیوالے پلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے راجح کیا یعنے جھکایا نہ اُسے ہوا کا دھکا لگا نہ کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو اسکا باعث ہوا خلاصہ یہ کہ جتنی چیزوں سے پلڑا جھک سکتا ہے اُن سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پھر بھی وہ بلا وجہ جھک گیا پس اسموقع پر اگر آپ اِس قائل کے قول کو سچ سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا عناد انتہا درجہ کو پہنچ گیا بس اب آپ سے گفتگو کرنا جائز نہیں اور اگر آپ نے اُسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو محال ہے تو اسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجح ہے اسی کی نسبت یعنے سابق میں آپ سے کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

اِس مثال میں اور جتنی حقایق کہ اِس کے علاوہ متصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ حسّی ہوں یا عقلی ان سب میں اِس لحاظ سے ذرا بھی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجح سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر ہر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر ہے اور جب آپ اپنے بہتیرے علمی مباحث اور گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مدمقابل سے بحث کرتے وقت بشمار مواقع پر اسی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجح کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اِس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب پایا گیا اور اُسکا وجود اتفاقات فطرت میں فلتۃً[1] یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اُس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جسکو لوگ فلتۃً یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اسکا سبب نہیں معلوم ہوا ورنہ حقیقت میں اُسکا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہمپر مخفی رہا ہے بے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اِسی ترجیح بلا مرجح کے محال ہونے پر بھروسہ کرنا ہے اِس تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ بھی اِس قاعدہ کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور یعنے جو باوجود اسکی بداہت اور وضوح کے تقریر کو اِس موقع پر اتنا طول دیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ یعنے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اِس بدیہی

[1] فلتۃً یا اتفاقی فلاسفہ کی اصطلاح میں اسے بخت و اتفاق کہتے ہیں ۱۲ مترجم

دلیل اثبات آلہ کے مقدمات میں سے استحالہ ترجیح بلا مرجح کی تصحیح ۱۲

اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلا مرجح کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنے اسبات کے قائل ہیں کہ بلا وجہ بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرمی اختیار کر لینا اُنکی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا ارتکاب وہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹھس طبیعت کا ہو اور جسکی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوفسطائیہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو حقائق اشیاء کے حتے کہ مشاہدات کے بھی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض اوہام اور خیالات ہیں

ف اثبات مادہ ۱۲

یہ سب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے اب سنئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تبعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت سی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے اُنہیں دلائل میں سے وہ دلیلیں بھی ہیں جو ہمنے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف اُنہیں دلیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپکی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں نیز اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو دقت ہو۔ اور اُنکے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلا مرجح محال ہے اسلئے وہ اسبات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہیئے کہ جس سے مادہ حادث ہوا اور اُسکے وجود کو اُسکے عدم پر ترجیح ہوئی اور اُس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اُس سے کوئی شے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہے جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) معتقد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ہے ضرور موجود ہے اُسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور اُنھوں نے اُسکا نام عالم کا خدا رکھا

پھر اُن لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم بھی ہونا چاہیئے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اُسکا حادث کرنے والا کوئی اور دوسرا ہو کیونکہ ترجیح بلا مرجح تو محال ہی ہے اور پھر اُس دوسرے کے لیے تیسرے کی ضرورت پڑے گی اور اسطرح یہ سلسلہ چلے گا پھر یا تو دور لازم آئیگا یا تسلسل۔ اور دور اور تسلسل دونوں محال ہیں اور جو چیز کہ اُن دونوں کی طرف مفضی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم آئیگا وہ بھی محال ہوگی اور اس موقع پر اس خدا کے حادث ماننے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حدوث بھی محال ٹھیرا اور جب اُسکا حدوث محال ہوا تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

ف ابطال دور ۱۲

اب دور کے معنے سمجھئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئیگا کہ شے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جائے اور یہ بالبداہتہ باطل ہے۔ پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جس پر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اُسکا وجود بھی اسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شے کے واسطہ سے اسطور پر کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہو اور اُس شے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو اسصورت میں یہ لازم آئیگا کہ مادہ قبل اُس شے کے پایا جائے کہ جو وجود مادہ کے لیے سبب ہے جس سے کہ یہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جائے اور یہ امر صراحۃً باطل ہے اور کوئی عقلمند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اسکا نام دور حقیقی ہے کہ جسکے باطل ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔

ف دور صحیت جائز ہے ۱۲

ف اور ایک دور صحیت بھی ہوتا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ دو شئے ہیں سے بعض بعض پر اسوجہ سے موقوف ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے معلول ہیں۔ مثلاً دن کا موجود ہونا اور دنیا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا اسمیں کلام ہی ہے۔

ف ابطال تسلسل

ف اب رہا تسلسل اسکے یہ معنے ہیں کہ بیشمار امور جانب ازل عہ میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اسکے ناممکن ہونے کا اسلئے حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوتی ہے

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم انمیں سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کرینگے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جنکو کہ آپ کی عقلوں سے مناسبت ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف دو ہی دلیلیں بیان کرینگے۔

ف ابطال تسلسل کے مقدمات کا بیان ۱۲

ف پس سنئے ہر عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور اجلی بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد زائد کے ہرگز برابر نہیں ہوسکتا مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جتنی پانچ میں اکائیاں ہیں اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اسیطرح ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سمجھ لیجیے خلاصہ یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا یعنے چھوٹے اور بڑے عدد کا عہ اکائیوں میں برابر ہوجانا صریح محال ہے اسی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار دو حدوں کے درمیان گھری ہوگی وہ ضرور محدود اور متناہی ہوگی اور یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شئے دو حدوں کے درمیان گھری بھی ہو اور غیر محدود بھی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہوجانا سراسر محال ہے پس جب آپنے ان دونوں حکموں کو تسلیم کرلیا اور انکے تسلیم کرلینے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہوسکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں سنئے۔

ف برہان تطبیق سے تسلسل کا ابطال ثابت کرنا ۱۲

ف پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ممکن ہوگا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مرتب ہونیکا نام ہے تو ضرور یہ بھی جائز ہوگا کہ ہم ایسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کرلیں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانہ موجودہ سے ہو اور دوسرا اس سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ (جو زمانہ موجودہ سے شروع ہوا ہے) دوسرے سلسلہ سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہوگا۔ پھر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک سے ایک ایک امر کو ساقط کرنا شروع عہ کرتے ہیں یعنے ہم پہلے سلسلہ سے ایک ساقط کرینگے اسکے مقابل دوسرے سے بھی ایک ہی ساقط کرینگے پھر اسی طرح سے دونوں سے برابر ساقط کرتے چلے جائینگے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہوجائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے معاً ختم ہوجائینگے پس جانب ازل میں انکا غیر متناہی اور غیر محدود ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے باطل ہوجائے گا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ

عہ ازل مبدء کی جانب غیر محدود ہونے کو کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ عہ یعنی تفریق کرنا ۱۲

ہوگا تو اسصورت میں لازم آئیگا کہ سلسلۂ ناقصہ سلسلۂ زائدہ کے برابر ہو جاوے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ عدد ناقص کا عدد زائد کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشیاء کا جانبِ ازل میں غیر متناہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جو شے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوا کرتی ہے اسلیے تسلسل بھی ضرور محال ٹھہرا۔

ف
برہان سلمی سے ابطال تسلسل کا ثبوت ۱۲

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کر لیں کہ جو ایک نقطہ سے مثلث کی دو ساقوں کے شکل نکلکر لگاتار چلے جائیں پس اُنکے اجزا بمنزلہ اُن غیر محدود امور کے ٹھیرینگے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہوتے ہوئے چلے گئے ہوں پھر ہم اِن دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لیے ضرور پے در پے خطوط فرض کر سکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط بھی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض بڑھتے جائینگے اِس صورت سے سمجھ لیجیے پس جب ہمنے ان دونوں خطوط کا غیر متناہی ماننا ہے تو ضرور ہے کہ اِن دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جسکو ہمنے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس اِن خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کریگا ضرور غیر متناہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدوں کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیانی مسافت کی دو حدوں کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدوں کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور متناہی ہوگی اور یہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اُسکا غیر متناہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اِس محال کو مستلزم ہوا اور وہ اِس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا۔ پس جب آپ میری تقریر میں جسکو کہ مینے دور اور تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کرینگے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہویدا ہو جائیگی کہ وہ خدا جسنے مادہ کو بنایا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آئیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اُس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور یا تسلسل لازم آئیگا اگر ہم کہیں کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اُسکا وجود کسی تیسری شے پر پھر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرتے چلے جائیں اور دور اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے پس جو امر (اور وہ اِس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے) اُن دونوں محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہوا تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھہرا کیونکہ موجودات میں سوائے حدوث اور قدم کے کوئی تیسری شق نکل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔

ف
خدا کا قدیم لذاتہ ہونا ۱۲

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اُس خدا کے قِدَم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اُسکا قِدَم لامحالہ کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا کہ جو ازل میں اُس کے وجود کو مقتضی ہوا اب اگر وہ امر اُسی کی ذات مانی جاوے تو قدیم لذاتہ ٹھہریگا لیکن اگر وہ امر اُسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیجائے گی تو اُسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اُسکے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اُسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اُس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال نکالنے تو اسصورت میں اِس غیر میں گفتگو جاری ہیگی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ بھی قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اِسی طرح برابر سلسلہ چلا جائیگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے قدیم [ع] ...

[ع] یعنے ہم اُس قدیم لذاتہ کا نام خدا رکھیں گے ۱۲

لذاتہ سے گریز کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا پس حق یہی ہے کہ اس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جاسے یعنے خود اسکی ذات ہی اسکو مقتضی ہے کہ وہ ازل میں موجود ہو اسکی نظیر آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی حرکت کے لیے کوئی دوسری شے مقتضی نہیں بلکہ اسکے لیے خود نفس حرکت ہی مقتضی ہے جیسا کہ یہ آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اسبات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجیے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ ہے یعنے اُس کی ذات ہی اُسکے وجود کے لیئے مقتضی واقع ہوئی ہے) اب اسوقت یہ کہا جائیگا کہ جب تک خدا کی ذات جو اُسکے وجود کو مقتضی ہے قایم رہیگی اُسوقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کرسکتا ورنہ لازم آئیگا کہ کسی شے کے وجود کا مقتضی تو موجود ہو اور با وجود اس کے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہوگیا کہ اُس خدا کا فنا اور معدوم ہوجانا محال ہے اور اُسکا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہنے والا ہے۔

پھر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اُس سے بلا ارادہ اور اختیار کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہوگا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہوگا یعنے اُسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کیا اور اُسے اختیار کرلیا اور اُسکے لیئے وہی وقت مقرر کردیا جسوقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حدوث خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اُس سے بطریق علیت اُسکا حدوث ہوتا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اُسکی وجہ سے تمام تنوعات بھی ضرور قدیم ہوجاتے کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لامحالہ تنوعات کا حدوث اُس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اسصورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ٹھیرتا اور اپنی علت سے متاخر ہوسکتا حالانکہ مادہ اور اُسکے تمام تنوعات کا حدوث بخوبی ثابت ہوچکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حدوث بطریق معلولیت نہیں ہوسکتا اب سوا اسکے کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اُسی نے اُسکے لیے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کردیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لیے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اُسکی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایاں ہے اُسکے لیے اُسکی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔ خدا کا مرید اور مختار ہونا ۱۲

پھر اُس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کرکے اُسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اُسکے وجود کا ایک زمانہ معین کردیا (اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیاری صنع اور فعل ہے) اسیلئے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب وغریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ (جسکی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفروں کی عقول پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ اُنکی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اُسکی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ خبط مچایا ہے) بنایا ہے کہ جو سماوی۔ ارضی۔ جمادی۔ نباتی اور حیوانی عجیب وغریب انواع پر منقسم ہوا ہے اور جسمیں کہ طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود ہے۔

بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم وقدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اسبات سے کہ اُسی خدا کے کمال علم وقدرت کا ثابت کرنا ۱۲ منہ

مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہو اور تمام تعجب خیز کائنات کو باوجود عجیب وغریب استحکام کے اس سے بنایا ہو جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُسنے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُس کے ذرات بسیطہ کی حرکت اور اُن قوانین فطرت کے موافق جو اُس کے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شئے کو پیدا کرے اور پھر بدل بدل کر اس کے بیشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا اور تعجب خیز اشیاء کو اس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شئے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ اُن قوانین فطرت کے مقتضا کے موافق ہی سہی جو اس میں قایم ہوں بیشمار عجیب وغریب انواع کی جانب منقلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہوگا اور اُس کا عاجز یا ناواقف ہونا سراسر محال ہے مثلاً جب ہم کسی گھڑی کو جس سے کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کیسی عجیب اُس کی ترکیب ہوا کرتی ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جسطرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں کہ اس گھڑی کا ضرور کوئی بنانیوالا ہے کہ جسنے اسے بنایا ہے اور نہایت محکم اصول پر اُس کی بنا رکھی ہے اسیطرح قطعی طور پر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُسکا بنانیوالا بھی اُسکو بنا سکتا ہے کہ اُسکے بنانیکی کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور مستحکم اصول پر مبنی کرنیکا اُسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اُسی نے اُس کے پرزے بنائے ہوں اور پھر اُنہیں اس طرح خود ہی جڑا ہو کہ وہ بخوبی کام دیسکتی ہو اور یا اُسنے محض اُس کے پرزے ہی اس انداز سے بنائے ہوں کہ جنکو مرتب کر کے گھڑی جڑی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہنے لگے کہ اس گھڑی کو ایک شخص نے کہ جو اندھا۔ بہرا۔ دست وپا بریدہ۔ ناسمجھ۔ بیخبر علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ۔ اور کل سازی کے اصول سے محض ناواقف ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ بڑے درجہ کا احمق ہے یہ تو آپ نے سُنا اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اُس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسنے کہ مادہ پیدا کیا ہے اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اُس کے مختلف تنوعات اور تطورات کو آپنے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر حادث ہوئے اور یہاں بھی آپ اُس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کرنیوالا ہے اب تیئں آپ لوگوں کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب سے بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ عقل ہرگز اسکو نہیں تسلیم کر سکتی کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لیئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیے کہ جس میں اُس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی سرگردانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذرات بسیطہ کی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث سے یہ اجزا مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

گھڑی کی مثال دیکر خدا کے علم وقدرت کو بتانا اور یہ ظاہر کرنا کہ حرکت اجزا مادہ کو انواع بننے کا سبب قرار دینا غلط

محض یہہ کہکر اپنی عقلوں کو سمجھا لیا کہ ان تمام تنوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزا کو نہ تو محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آسکے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزا کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا کیسکو ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہ آپکو مادہ کے اجزا اور ان کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اسپر بھی آپ نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزا کے لیئے مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزا کے اجتماع سے باوجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن ان اجزا کے اشکال کا دیکھنا تو جدا رہا محض ان اجزا تک کو تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ یہہ ساری باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جن کے ماننے پر آپکو محض اس ضرورت نے آمادہ کیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اب اس موقع پر آکر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بالا ئے طاق رکھدیا جسکی نسبت ہمیشے آپ لوگ بلند آہنگ ڈینگ مارتے سنا ہے وہ یہہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اس کا احساس اور مشاہدہ نہ کرلیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نہ کیجیئے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکما کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صرف آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سوا کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہوسکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکے۔ (اور نہ ہرگز قایم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ موقع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزا اور ان کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لیے اور وہ آثار یہی تنوعات ہیں اور انہیں آثار سے ان کے موثر پر ہمنے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کرکے ہم اور اسیطرح تمام مذاہب والے خدا کے وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف سے پوچھیئے تو عقل ہمارے ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کرینگے ۞

اس تمہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جبکہ مادہ کا حدوث اور نیز امر ثابت ہوچکا کہ اس مادہ کے لیے ضرور کوئی محدث اور موجد ہے جس نے کہ اسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجود کردیا کہ وہ تمام تنوعات اور تطورات قبول کرنیکے قابل ٹھیرا اور اس سے ان کے نزدیک اس موجد کا ارادہ اور اسکی قدرت اور اس کا علم بھی بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا اب اسکے بعد ان کو اس امر کے سمجھنے کے لیئے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیئے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اسکو تمام تنوعات قبول کرنیکے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ۔ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اس سے ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو جنہیں دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے ایجاد کیا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیئے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ ان کے حدوث کو اس خدا کی طرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ قدرت

حاشیہ: اہل سائنس کو یہہ بتلانا کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر کہ بلا مشاہدہ کچھ نہیں مانتے نہیں رہ سکتے کیونکہ چونکہ ذرات کی شناختیں ضرور اور ثابت کرنا کہ وہ ان استدلالات کے بغیر مانے نہیں رہ سکتے ۱۲

حاشیہ: یعنی اسکو ثابت ہونا کہ جب تنوعات عالم کا پیدا کرنیوالا کسی اور سبب کی ضرورت نہیں ۱۲

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ اُن کے حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جنمیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اُس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل درآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لیئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ تبائنات اصول کے لیئے فروع کی وراثت کا قانون ہے جیساکہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور یہ وہ تبائنات ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کیگئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تبائنات کا موجود ہونا لازمی ہوگیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہوا کہ کسی امر میں تبائن ہونیکے بغیر فروع اپنی اصل کے موافق ہوا کرتی حالانکہ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہوا کریں اُن کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس محقق پر کوئی ایسی شے جو ان تبائنات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھہر سکتا اب رہا کہ محض اجزاء کی حرکت ان تبائنات کو دائمی طور پر ضروری کر دے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ اُن اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیساکہ ہر فکر سلیم کے لیئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بغرض توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہمکو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دخانی کل کے پرزے طیار کیئے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دخانی کل اُن سے مرکب ہوکر مکمل ہوگئی اور چلنے لگی اور ہر جزء اپنا اپنا کام دینے لگا اب تبلایئے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کسکو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اُسی نے اُن کو جوڑ کر اس کل کو چلایا ہوگا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اُس حرکت کے ذریعہ سے جو اُن میں پائی جاتی ہے۔ خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر لگنا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانۂ دراز کے بعد یہ کل اس طرح جڑ جڑا کر مکمل ہوگئی اور چلنے لگی اس میں ذرا شک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کریگی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کریگی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسنے مادہ کو ایجاد کر کے اُسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اُسی نے اُسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنیوالے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کیوجہ سے قانون وراثت اور قانون تباین کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں تنوع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لیے اعلے درجہ کی قدرت نہایت ہی کامل علم و حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اسے عقلمند و ذرا تو انصاف کرو۔

خدائے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قائل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اُس کی قدرت دونوں

ف ایک دخانی کل کی مثال دیکر ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب تحقیق عالم کے بارہ میں محض لچر ہے ۱۲

ف خدا کا علم ارادہ اور قدرت ان تمام میں ایک کن کن اشیاء کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے ۱۲

صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جس کے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُس کے نزدیک وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور معدوم بھی ممکن ہونیکے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا اوسکو وجود یا عدم کے ساتھ اور اسیطرح اُس کے اور احوال میں سے جسکے ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جسکے ساتھ کہ اُسنے اپنے ارادہ سے اُسے خاص کر لیا ہے اُسیکے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب ہو یعنی عقل اُس کے معدوم ہونیکی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدار شے کا لازمی طور کچھ نہ کچھ جگہ گھیرنا ؎

ف خدا کی ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا ۱۲

اسیطرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسکے موجود ہونیکی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع نقیضین سو ان دونوں قسموں کی اشیا کے ساتھ خواہ ایجاداً ہو یا اعداماً البتہ نہ تو خدا کا ارادہ ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اس کی قدرت اسلیے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً حاصل ہو گی اُس کا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُسکے ساتھ نہ ایجاداً متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعداماً۔ ایجاداً تو اسلیے کہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا موجود کرنا لازم آتا ہے اور اعداماً اس لیئے کہ اُسکا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا امر محال وہ حتماً معدوم ہوتا ہے اُس کا وجود میں آجانا ممکن نہیں پس اُسکے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) نہ اعداماً متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاداً اسوجہ سے کہ اُس کا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہو جانا محال ہے ؎

ف خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گذشتہ یا آیندہ ۱۲

لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس منکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گذشتہ یا آیندہ بخوبی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اُس کو اور اُس کے استحالہ کو جانتا ہے اب رہا امر گذشتہ جبکا کہ وجود منقطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ہوگا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اُسیکے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کر دیا ہو اُس کے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آیندہ کے ساتھ بھی جو اب تک موجود نہیں ہوا اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونیکے قابل ہے اور بغیر اسکے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُس کے وجود کی تخصیص کرے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کرے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اس لیئے کہ کل حوادثات خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُسکے ایجاد کرنے سے پہلے خدا اُسے جانتا بھی ہو کیونکہ اُسنے تو اُسکے وجود کا ارادہ کیا ہوگا جب تو اپنی قدرت سے اُسے موجود کرے گا اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ جب انسان نے پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک ماہ کے بعد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اُس گھر میں بنائیگا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں اور خدا کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کیوجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اُس کا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اُس کے افعال سے جسکے کرنیکا اُسنے ارادہ کیا ہے

کوئی مانع باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور ہی ہو اُنہیں کرتا ہے اس لیے اُسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اُسکے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ؁

ف اثبات قضا و قدر اور اُن کے معنی کی تردید

ف اُس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہونگے کیونکہ جب یہ امر ٹھیرا کہ عالم میں ہر حادث جسطرح پر اُسکے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہوچکا ہے اُسکے موافق اُسکے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکو علم سابق کے موافق اُسکو ساتھ خدا کی قدرت ایجاد متعلق ہوا اُس کا نام قضا ہوا اور یہ بھی ضرور ہوا کہ اُسکے ساتھ خدا کا علم متعلق ہوا اور وہ اس کے لیے ایک حد مقرر کر دے جسکے موافق وہ اسے ایجاد کریگا اور اسے قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کیگئی یہ مجملاً انہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علما باجوری نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر یا تردید یہ کیا کرتے ہیں) ؁

ف انبیاء اور اولیاء کی پیشین گوئی کی تحقیق

ف یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیا غیب اور آئندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہونگے کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادث اُسکے علم سے اُسکے ارادہ کے متعلق ہونے سے اُسکے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہوسکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیا میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آئندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اسکے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ مقتضا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسیکو بتلا دے تو اُسے کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیتے ہیں اُن میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعوی کرتا ہو........ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعوے کرنیکو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعویٰ کرے اُسکو کافر بتلاتی ہے ؁

ف خدا زندہ ہے

ف پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا ایسے عالم جسکا ہمارے نزدیک وجود - قدم - بقا - قدرت - ارادہ اور علم ثابت ہوچکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیے اس لیے کہ مردہ کا صفت ارادہ - قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے پس خدا کے لیے صفت حیات ثابت ہوگئی اور اُس کا موت کے ساتھ موصوف ہونا محال ٹھیرا ؁

ف خدا مادہ کے تمام خواص سے مبرا ہے

ف پھر وہ کہتے ہیں کہ وہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہوسکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جنکے لزوم کے لیے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اُس سے جدا نہ ہوسکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اسکے جمیع انواع کے لیے لازم ہیں اور یا وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کرسکتی ہو خواہ وہ اُس کے تمام انواع میں پائے جاسکتے ہوں یا فقط اُسکے بعض مرکبات ہی میں اور یہ وہ اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یا وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جوہریت - جسمیت - عرضیت - متحیز ہونا (یعنے کسیقدر جگہ کو گھیرنا) مرکب ہونا - متجزی ہونا - غیر سے جدا جانا - غیر کو جذب - اتصال - انفصال - حیوانیت - نباتیت - جمادیت - ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا - تمام انفعالات نفسانیہ اور اسکے مثل جتنی چیزیں ہیں کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اُسیکے مثل مادہ ٹھہریگا اسلیے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شئے کسی دوسرے کے ساتھ
اُس کی ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اُسیکے مثل اور ویسی ہی
ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھہ کہ مادہ کے لیئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لیے بھی ممکن ہوگا اور
خدا بھی حادث ٹھہریگا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لیئے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر
بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لیئے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قایم ہوچکی ہے اور اُس کے حدوث کا محال ہونا ثابت ہوچکا
ہے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اسکے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ
کا مقصد ہے جسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتقد ہیں کہ خدا سے عالم کے لیئے تمام حوادثات کے خلاف ہونا ضروریات
میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے اسلیے خدا نہ مادہ ہوسکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کیسکے
ساتھہ اُسکا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ❊

مکان اور محل کا محتاج نہیں ۱۲

پھر چونکہ ظاہر ہوچکا ہے کہ خدا نہ جوہر ہے نہ جسم اس سبیئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قایم
ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اُسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قایم ہوتا ❊

دا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل ۱۲

علاوہ بریں اگر اُسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت
ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھہ جن کا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹھہریگا اور وہ صفات قدرت
ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھہ موصوف ہونے پر دلیل قایم ہوچکی ہے اس لیئے اُس کا
صفت ہونا ممکن نہیں ہوسکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہو سکیگا۔

ا موجد کا محتاج نہیں ۱۲

پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہوچکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اُسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہوسکتا۔ غرض یہہ
کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم متبعین کے اس عقیدہ سے
مقصود ہیں کہ خدا سے عالم کا بنفسہ اور خود ہی قایم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھہ اُس کا قایم ہونا محال ہے۔
خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہہ ہے کہ اگر وہ مکان کا۔ یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ
یہہ امور مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُس کے بنائے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اسبات پر دلیل قایم ہوچکی ہے۔
کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شئے اُسیکی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس
کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شئے کیجانب محتاج ہو ❊

ات خداوندی صفات انواع میں محض آثا رکت ہے ۱۲

اس سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شئے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہہ نہ کرنا چاہیے
کہ چونکہ خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہوگیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور
اسیطرح اور صفات ہیں جو کہ اُسکے لیئے ابھی ثابت ہوئیں کیونکہ مادہ کے انواع ان صفات کے ساتھہ تو موصوف ہوتے ہیں
اس لیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض آثار کی مشابہت کیوجہ سے
انواع مادہ کے صفات کے ساتھہ صرف اسمی مشارکت حاصل ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور مباینت پائی

جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ اُن کے نزدیک صفات قدیم ہیں اعراض نہیں ہو سکتی لیکن انواع مادہ کی وہ صفات جنکے ساتھ اُن کو ادنی مشارکت حاصل ہے بلاشبہ اعراض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونیوالے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خفا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصًا جبکہ صفات خداوندی کے آثار میں اور ان صفات انواع کے آثار میں اس اعتبار سے زمین اور آسمان کا فرق بھی موجود ہو کہ صفات خداوندی کے آثار باعظمت محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کرنیسے صاف صاف واضح ہوتا ہے -

ف
فلاسفہ ... میں وحدانیت کی ... بیان کرنے کی حاجت

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خداے عالم کے وجود پر دلیل قایم کر چکے اور آپ لوگوں پر اُس کے وجود کی تصدیق کرنیکو دلیل سابق کے مقتضا کے موافق لازم کر چکے تو اب اُنہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قایم کریں کہ وہ خدا ایک ہے خدائی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے اُنھوں نے دلیل سے اُسکے وجود کی تصدیق کرنیکو آپ پر لازم کر دیا اب اُنہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اُس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں گے اس لیئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو کچھ ظاہر بات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خداے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کونسا امر مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لیئے بھی ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لیئے صرف ایک ہی خدا جسمیں کہ اُسکے ایجاد اور محکم کرنے کے لیئے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے معتقد ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اُس کی خدائی میں کسیکا شریک ٹھیرانا سراسر محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کیئے ہوئے باز نہیں رہ سکتے اُن کے عقیدوں کی بنا ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس لیئے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کرنے میں اُسکے منفرد ہونے پر اُسکے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قایم کریں علی ہذا القیاس جب وہ اُن فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ متعدد خدا ماننے والے ہیں اور عالم کے لیئے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی اُن فرقوں پر خداے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کرنیکے لیئے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اُس کے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قایم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں اُن کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہیئے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر اُن کے سامنے اُس کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا ✤

ف
مسلمانوں کو عقیدہ ... نہیں بلکہ یقینی دلیل ... مبنی ہیں اسکی ... کی دلیل بھی ضرو...

ف
وحدانیت کے منکر ... فرقوں کے لیے ... وحدانیت کی ضرو...
۱۲ منہ

رہی خداے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن میں جسکی نسبت اُنھوں نے خداے عالم کے پاس سے ہونیکی خبر دی ہے بکثرت موجود ہیں قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کرنے میں اُس کے منفرد ہونیکی تصریح کرتی ہیں بلکہ اُن میں اُس کی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برہانی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور ہیں ✤

ف
قرآن میں توحید ... عقلی برہانی اور ... دونوں قسم کی دلیلیں ... موجود ہیں ...

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لیے کہ آپ کے دعوی کی حقانیت پر متعدد دلائل قایم ہونیکی وجہ سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجد ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے پھر جبکہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو پھر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑیگی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ان فرقوں کے مقابلہ میں جو متعدد خداؤں کے قائل ہیں خدائے عالم کی وحدانیت قایم کرتے ہیں نیز جیسے کہ اسکی وحدانیت کے اعتقاد کے بارہ میں خود بھی اعتماد کرتے ہیں اس کی کثرت سے تقریریں اور مختلف طریقے ہیں ان مقامات میں

وحدانیت کی عقلی دلیل ۱۲

الغرض یہ تقریر انہیں سے ہم ایک ہی دلیل بیان کرینگے پس سنیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں (یا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا) تو عالم میں کسی شے کا کبھی وجود نہیں ہوسکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اس لیے کہ اس کا وجود تو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں پس وہ امر یعنی خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہوگا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ٹھیرا تو اس کی وحدانیت ثابت ہوگئی اور یہی ہمارا مقصود تھا اب سنیئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکر لازم آتا مثلاً فرض کیجیے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہوجائینگے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہوجائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئیگا کہ دو موثروں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جدا گانہ اور مستقل وجود ہوگا تو لازم آئیگا کہ عالم دو وجودوں کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے ایک ہی وجود جس میں عالم کا فقط ایک ہی وجود حاصل ہوتو ماننا پڑیگا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے بالانفراد و استقلال ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا پس اگر دونوں قوتیں اس کے پیدا کرنے کا باعث ہوں پھر ایک ان میں سے بالانفراد اس کے ظاہر کرنے کیلئے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجموعہ کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج ٹھیریگی اور اس کے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہوکر ایک قوت بنینگی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ ظاہر ہونیکی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا پس اس بنا پر دونوں خدا مرکب ہونگے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کیونکہ دونوں کی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہوسکیگی کیونکہ ہر ایک موجد کا جزو ہوگا نہ مستقل موجد حالانکہ خدا تو عالم اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہوچکا ہے کہ خدا کے لیے یعنی موجد عالم کیلئے مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اسمیں اور مادہ اور اس کی تمام انواع کے ساتھ تمام صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھ مختص ہیں مخالفت ہونا ایسا لازمی امر ہے اور انہیں صفات میں ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لیے حدوث لازم ہے تو اس بنا پر خدا کا حدوث لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئیگی اور وہ محال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیزوں کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لامحالہ اُس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونیکا طریق وہ پہلا مسدود کردیگا پس دوسرا اُس کی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہوسکیگا اور عاجز رہیگا اور اگر دوسرا اُس کے خلاف کرسکا اور اُسنے اپنی قدرت کے متعلق ہونیکے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا اور خدا کا عجز محال ہے ÷

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنیکا ارادہ کرے اور دوسرا اُسکے معدوم کرنیکا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہوسکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہوا اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا ارادہ نافذ نہ ہوسکیگا وہی عاجز ٹھیریگا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا اسواسطے کہ دونوں میں مماثلت منعقد ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہیں تو جسکا ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹھیریگا دوسرا نہیں ہوسکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہوگئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملاً اور علی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قایم ہوسکتے اگرچہ اللہ بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم و برہم ہو جاتے۔ یعنے آسمان و زمین) کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن اُن دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ اُن کا موجود ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے پس وہ شے یعنے اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا (یعنے کسی اور خدا کا موجود ہونا) بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھیری تو اب ثابت ہوگیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنے عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہوسکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا۔ یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجرد متعدد ہونا محال ہے چنانچہ ہمنے اپنے قول جنس خدا سے اسیکی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہو جانیکے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرسری نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب غور کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا سرے سے احتمال ہی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام غلبہ اور کامل استقلال کو مقتضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن لذھب کل الہ بما خلق ولعلی بعضھم علی بعض) اتیو (یعنے اگر کئی خدا مانے جائیں) ہر ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کو لیجاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر بیٹھتا۔ (یہ تو آپنے سُن لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اسیطرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قایم کیجا سکتی ہیں کہ جو خدائے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔ پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعوی سے باز رکھے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اُن کے مقابلہ میں اس دلیل کا قایم کرنا اُسیوقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اُنپر اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے کہ اُسے ایجاد کیا پھر اُنکو خدائی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدائی کا منصب مقتضی ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ اُنہیں اسکی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا عجز لازم آتا ہے یا اسکے سوا اور محالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیشتر ذکر ہو چکا ہے لازم آتے ہیں پس اس سے ذرا آگاہ رہنا چاہیئے)

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجد عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہر چند کہ خدائی کا مدار ٹھیر سکتی ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت اُس کا بنفسہٖ قائم یعنی مستقلاً موجود ہونا - وحدانیت علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہو تب بھی وجود کائنات کی علت بننے کے لیے کافی سمجھا جا سکتا ہے اور ہر عاقل اسنتے پر قناعت کر سکتا ہے لیکن اُنہوں نے اس خدائے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا شروع کیا اور اوس کی عجیب غریب مصنوعات اور اُن کی کمال پائداری میں تامل کیا تو کہنے لگے کہ جب اُس کی مصنوعات میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدائے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی ٹھیر سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں تک ہم خیال کر سکتے ہیں کسیکو ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے اکمل کو ایجاد کرنے کے قابل ہو سکے - انہیں جمادات کو لیجئے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ اُن کو اس سے عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے - انسان کو لیجئے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلے درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل بنانا تو جدا رہا اُس کے مصنوعات میں اُس کمال کے قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اُس میں قایم ہے - حیوان یا انسان کا بنانا تو بالائے طاق رہا انسان میں نباتات بنانیکی تو قدرت ہے ہی نہیں - نہایت سے نہایت وہ جو کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جمادی صورت جو کہ حیات سے بالکل خالی ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیادی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں پایا جاتا - یا کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جر ثقیلی کے موافق غیر دائمی اور ناپائدار حرکت کرنے لگتی ہیں اور پھر نہ اُن میں حیات کا نام ونشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا - اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اُس کی صورت کے متغیر کرنیکے لیئے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو وہ خود ہرگز اسپر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کار چار و ناچار اُنہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تغیر دینے کے لیے اس خدائے پاک کی جانب سے مقرر ہیں - اور جو تغیر کہ اُس سے حادث ہوتی ہے وہ حقیقت میں اُسکا فعل بھی نہیں ہے اُسکو صرف اسیقدر دخل ہے کہ اُسنے اُس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تغیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اُسنے جس شے کو تغیر دینا مقصود ہے اُس پر اُسے مسلط کر دیا - اور اگر یہ تغیر اُسکے بنانے اور اُس کے پیدا کرنے سے ہوتی تو اُس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اُسکو اُس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اُس کی مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اُس کی خلقت میں بدصورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہونچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف - اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے پس بچہ بدصورتی اُس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنمائی کی مقدار - اس کی کیفیت - اور یہ کہ بچہ کے کس عضو پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اُس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا نہایت سے نہایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اُس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی ہے -

خدا کے سوا صفات مذکورہ بالا کے اور اوصاف کمالیہ سے اسکی شان کی تنزیہ ۱۲

انسان کسی چیز کا خالق نہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتا ۱۲

انسان جو کچھ تصرفات کرتا ہے وہ حقیقت میں خدا کے مقرر کردہ قوانین قدرت کو برتتا ہے اور اُس سے کام لیتا ہے خود مستقل طور پر کچھ نہیں کر سکتا ۱۲

اور وہ بدنما ہوجاتا ہے اور اُس قانون کو وہ استعمال کرنے لگا جیسے کہ کسی شخص کو یہ معلوم ہوگیا کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے پھر جب اُسے پیاس لگتی ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پہونچا لیتا ہے اُس سے اُسے سیرابی حاصل ہوجاتی ہے اور اُس کی پیاس بجھ جاتی ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے معدہ میں پانی پہونچایا ہے خود اُسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو دفع کردیا اور کیا یہ اُس کے مصنوعات میں شمار کیا جاسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ پس اُس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اُسنے اپنے معدہ میں پانی پہونچا لیا۔ پانی جب معدہ میں پہونچا تو اُس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب جو کچھ حاصل ہوا اُس میں پانی پہونچانیوالے کی ذرا بھی تاثیر نہیں۔ اس تقریر سے یہ امر بطریق اولےٰ واضح ہوگیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور اون کے بار آور ہونے میں اُس کے لئے مقررہ قوانین قدرت استعمال کرکے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اُس کی نسبت یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اُسی نے کھیت کے درختوں کو ایجاد کیا اور بنایا ہے اُن سے پھل نکالے ہیں اور اُن کی عجیب و غریب ترکیب اور حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کرنیوالا ہے اس لئے اُس میں سے فی الحقیقت کوئی شے بھی اُس کی بنائی ہوئی نہیں ہاں اگر مجازی اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اُس میں کوئی مضائقہ نہیں اُسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام اُن اشیاء کی نسبت جنکے وجود کا سبب انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کرکے ہوا کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُن کا انسان بنانیوالا اور موجد نہیں صرف اُس کا کام اتنا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو اُن کے مقررہ راستوں میں جاری کردیتا ہے اُس کے بعد تمام آثار اُن سے پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ انسان آثار کو نہیں پیدا کرتا (عنقریب اس کا بیان آتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خداتعالیٰ کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے ہیں نہ فقط قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اس کی تحقیق عنقریب آئیگی) پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ بات جس کا پیشتر ذکر ہوا واضح ہوگئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر بھی قادر نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھکر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب و غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جنکی وجہ سے کہ اُس میں بیشمار تطورات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اُس سے یہ حیرت انگیز بعید الانواع وجود میں آئیں ضرور اُس خدا کی جملہ صفات جو کہ اُس کے لئے دلیل سے ثابت ہوئیں اور جو صفات کمالیہ کہ اُس کی ذات کے شایاں ہیں سب حد کمال کو پہونچی ہوئی ہوں ورنہ وہ اپنے مصنوعات کے مثل یا اُن سے بھی کمتر ٹھیرے گا حالانکہ یہ امر اُس کے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور پر جان چکی اور اُس کی تصدیق کرچکی پس وہ اس کے معتقد ہوگئے کہ وہ خدا ضرور سمیع۔ بصیر متکلم۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں متصف ہے اس لیے کہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ بہرا۔ اندھا۔ گونگا ہو اور پھر اُسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو آنکھوں کو روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص ہو حالانکہ اُسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے لیکن جنتی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں اُن کے بارے میں اُنہیں یقین ہے کہ نہ وہ حوادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں اُن کے مشابہ ٹہر سکتی ہیں اگرچہ باہم اُن میں آثار کی مشابہت کیوجہ سے مشارکت اسمی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ آثار کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج نہیں بلکہ یہ

اُس کی صفت قدیمہ ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مسموعات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح اُس کا دیکھنا آنکھ کی پتلی پر موقوف نہیں بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مبصرات اُس کے نزدیک منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جسکے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کسیکو جو کچھ سمجھانا چاہتا ہے سمجھا سکتا ہے اسیطرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات۔ وغیرہ کی نسبت جو سابق میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیمہ ہیں جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قایم ہیں جنمیں سے ہر ایک کا اُسکے مقتضا کے موافق اشیاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تخصیص کے یا احداث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی اُنہیں کیطرح حادث ٹھیریگا حالانکہ اُسکے قدم کے ضروری ہونے پر اور اُس کے حدوث کے محال ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اسکا تفصیلی بیان پہلے گذر چکا ہے ؛

ف پھر جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اسی خدائے پاک کی جانب سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کیوجہ سے جو آپ کے صدق پر قایم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ آپکی شریعت خدائے عالم کے لیے صفات سابق الذکر جو کہ عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدائی کا مدار ہے اور نیز وہ صفات کہ ایسے خدا کے لیے کہ اُسکی شان عظیم مقتضی ہے اور سوا اس کے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات بھی کہ جنکا پتہ نصوص شرعیہ سے لگتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت نے خدا کے لیے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی جنکے نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور نہ اُن کی نفی پر لیکن شریعت محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی تو وہ اُن صفات کے بھی معتقد ہو گئے اس لیے کہ اُن صفات کے خبر دینے والے (اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں) صادق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطعہ کیوجہ سے جو اُن کے صدق پر قایم ہو چکیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں سمجھتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ پس و پیش کرنے کا موقع ہوتا

ف اسیطرح اس شریعت میں خدائے پاک کے لیئے چند ایسی اشیاء کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جسمیت کا شبہ پڑتا ہے اور یہ اشیاء جیسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ اُنگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیاء کو خدا کے لیے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور نقلی دلیل کی رو سے خدا کا جسمیت سے منزہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اس لیے اُنھوں نے اُن کے ظاہری معانی نہیں تسلیم کیئے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں حوادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا اُن کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اسی خدائے پاک پر رکھا اور اُس کے حوالہ کیا۔ اسی سبب سے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ہاتھ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتا اسیطرح اُس کی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کیطرح نہیں ہو سکتی علے ہذا القیاس اور اشیاء کو بھی سمجھیے اتنا تو ہم کہہ سکتے ہیں باقی رہی اسکے مرادی معنے کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر وہ خدا کو منزہ مانتے ہیں اور حقیقی علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک کہ عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ سے معلوم ہوا

ف خدا کے لیے شریعت محمدیہ کے مطابق ایسے صفات بھی ہو سکتے ہیں جن کا ثبوت یا عدم ثبوت محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا ۱۲

ف صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم ۱۲

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شان عالی کے سزاوار ہیں موصوف مانتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اُس کو زیبا نہیں منزہ اور مبرا اعتقاد کرتے ہیں ✣

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اسیطرح اُس کے وہ نام بھی جو اُسنے اپنے لیئے خود تجویز کیئے ہیں بتلائے اُنہیں میں سے لفظ (اللہ) ہے جو اُس کا خاص نام ہے دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کرنیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالی پر اسی لفظ کا اطلاق کیا اس لیئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہوگئی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ اُنھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی لغت کا اسیطرح پر خدا تعالی کے باقی ناموں کو سمجھیئے۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کرنیوالوں کو خدا کے وجود کے اور اُس کے اُن صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونیکی تعلیم دی ہے کہ یا تو ثبوت ہی پر عقل دلالت کرتی ہے یا خدا کے لیے اون کو جائز رکھتی ہے اور اُسکے نام بتلائے اسیطرح اُس نے خدا کے وجود پر اُس کی عظمت پر اُس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کرنیکا طریق بھی سکھلایا عام ہے کہ وہ دلائل برہانی قطعی ہوں۔ یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہو جاتی ہے اور دل اُن کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔ اسطرح پر اسلامی امور کے ثبات کے لیئے نہایت ہی وسیع طریق اُن کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کرنیکے واسطے اُنپر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدائے عالم کے وجود پر صفات کاملہ کے ساتھ اُسکے موصوف ہونے پر اُسکی اور اوسکی صفات کی عظمت پر۔ اور پھر اُن کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جن سے کہ دلوں میں اُسکی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایک سے ایک مصنوعات اور اعلے سے اعلے عجیب و غریب اشیاء کے بنانے پر اُسکو پوری قدرت حاصل ہونیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے ✣

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کردوں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو مخفی نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع کے لیئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تحیز (یعنی کسی نہ کسی قدر خلا کو گھیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہتوڑے کی چوٹ کھا سکنا اور شیشہ کا چور چور ہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی (سائنس کی) کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہوسکتیں اُن کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جسم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی سبب سے اُس سے ضرور جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً لوہے سے ہتوڑے کی چوٹ سے بڑھنے کی صفت جدا ہوسکتی ہے اور پھر اس میں اُس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جانیکی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بھگو یا جائے تو پیدا ہوسکتی ہے زلزلہ آنیکے وقت مقناطیس سے لوہے کی کشش کرنیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب الوقوع

ہونا دریافت ہوسکتا ہے تاکہ انسان اُس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ
میں سے کسی نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہوسکتی ہیں جیسا کہ ہمنے پیشتر ذکر کیا لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اُن تمام صفات کی
نسبت جنکا ثبوت اُن کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں مدلل ہوچکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ صفات دو قسم پر منقسم پائی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منفک نہیں ہوسکتیں
اُن کا منفک اور جدا ہوجانا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود اُن کے متحقق الوجود ہونے کے
اون کے معدوم کرنے کے لیئے متعلق نہیں ہوسکتی اس لیئے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنے ایسی شے کے انعدام کے ساتھ
جسکا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہوا کرتی جیسے کہ جسم کے لیئے تحیز یعنے جسم کا کسی نہ کسی قدر خلا کو گھیرنا
پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلا کے گھیرے ہوئے پایا جاسکے ٭

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جسکے منفک ہونیکو عقل جائز رکھتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ
کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہے کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہوجائے۔ کیونکہ
یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آسکتا ہے۔
جیسے کہ اجسام کی عام کشش جسکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنے جس کشش کی وجہ سے
کسی جسم کے ایک ہی جنس کے اجزاء فردہ یعنے ذرے جیسے لوہے کے مثلاً باہم ملے رہتے ہیں اور اُن کے ملنے کی وجہ سے
جسم بنجاتا ہے اسی قسم کی اور صفات لے لیجئے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن
اُن کے لیئے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اُس کا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لیئے یہ ممکن ہے
کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا اُن کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے
کہ اگر ہم کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنے وہ نہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرا جسم اسکو
اسیطرح اسمیں بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی کہ اگر ہم کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اُس کی ذرات کا باہم
ملنا کسی دوسرے سبب کا مان لیں علاوہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کے ساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل
ہونا گویا اجتماع نقیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت سے وہ قوت مراد ہے جسکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں
سکتے اور وہ اُن کو ملنے سے روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجی
قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اس کا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آپ
کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بنتا ہی خیال میں نہیں آسکتا تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت سے
بغیر اس قوت کے مانے ہوئے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہوجائیں تو ہم کہہ سکتے
ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قوت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ بھلا بتلایئے اسمیں کونسی قباحت ہے کہ یہی اجزاء
فردہ (ذرات بسیطہ) جنکے اجسام میں موجود ہونیکے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کی شکلیں ایسی ہوں کہ اُن میں
کچھ اُبھار پائے جاتے ہوں اور کسیقدر تجاویف یعنے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت

کشش عام اور کشش اتصال اور قوت مدافعت پر ایک محققانہ بحث ۱۲

یہی اُبھار اُن گڑھوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہوں پس جب یہ گڑھے ان اُبھاروں پر دباؤ پاکر نہ بیٹھتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پھیلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو جسم سیال یا ذی قسم گیس[ف] بنجاتا ہو اور جب یہ اُبھار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ برودت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جسم میں بمقدار دباؤ کے سختی آجاتی ہو اور ٹھوس جسم بنتا ہو اور اس موقع پر قوت مدافعت کیوجہ سے باہم ذرات کی مدافعت کے بجائے یہ علت بیان کیجا سکتی ہے کہ جب یہی گڑھے اپنے تنگ ہوتے ہیں جنہیں کہ یہ اُبھار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہجاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سوراخ ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام متحد الجنس کے ذرات کے باہم ملنے کیوجہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اُسی طرح عقل کے لیے اجسام مختلف الجنس کے باہم ملنے کیوجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے مراد اس علت سے اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اُبھار اور خلا پائے جانیکی وجہ سے اس امر کا واقع ہونا ہے اور ظہور کیوجہ یہ ہے کہ یہ علت آپ لوگوں کی اُس علت سے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لیے بیان کی ہے یعنی یہ کہ یہ امر بذریعہ قوت کشش اتصال کے انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ ہمنے پیشتر بیان کیا ؛

اور جبکہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن وہمی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم کچھ اُبھار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بخلاف اُن اجزاء البسیطہ کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ نہ سمجھ جایئگا کہ میں اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اُبھار اور خلا کے وجود کو مانتا ہوں اور اسپر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے وارد ہونے میں مانع نہیں ہوں میں نے تو صرف یہ دکھلانے کے لیے آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں اُنکو ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور نہ وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں یہانتک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قایم کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے وہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی رہ سکتی ہیں اور اُن سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لیئے کہ عقل اُن سے نہ اُن کے موجود ہونیکو محال سمجھتی ہے اور نہ اُن سے اُن کے معدوم ہونیکو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیاء پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور داخل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے پس جیسے کہ اُس نے اُنہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود رہنے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لیئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدائے پاک بلا قوت کشش اتصال کے بھی

[ف] گیس کی قسم کے وہ اجسام کہلاتے ہیں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۲ مترجم۔

اجزار فردہ (ذرات بسیطہ) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعہ سے ہو یا بلا وساطت کسی سبب کے ہر طرح پر قادر ہے اگرچہ وہ لوگ خدائے پاک کی عادت پر جو کہ اُسنے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدانے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ منضبط کر رکھا ہے یعنے اُسنے اپنی یہ عادت ٹھیرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اُس کے مسبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو اُن کے بارہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لیئے ضروری نہیں ہیں بلکہ اُن سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے اُسوقت جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُسکے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کیوجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور پھر آپ کے نزدیک اس مفارقت کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک نوبت پہونچ جاتی ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبتک کہ اُن کے نزدیک امر واقعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی یہی کہتے ہیں کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیطہ کی وضع کے متغیر ہو جانیسے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے سبب سے ہو اور جب اُن کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو بہرحال وہ خدا ہی کے پیدا کرنیسے ہے اور اُن اسباب کی نسبت جنہیں آپ اُس کے لیئے موجب ٹھیراتے ہیں +

اُن کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنے خدائے تعالی کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت وہ اُن کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کے لیئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ اُن اشیاء کو اُن کے سبب کیجانب نسبت کرتے سنیں گے لیکن اُن کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ اُن اسباب کو اُن کے وجود میں بالطبع کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کرنیسے اُن کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالی اس مسبب کو اُس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹھیرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کرنیسے قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جسکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالی کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

ف قوانین قدرت کا محض عادی اسباب ہونا اور مسبب کا حقیقت میں خدا ہی کے پیدا کرنے سے موجود ہونا

ف۔ اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال جھنڈی دکھلانے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سبز سے برابر چلی آتی ہے تو اہالیان ریل نے جبکہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالعکس مقرر نہیں کر سکتے یا بغیر جھنڈی دکھلائے جانیکے ریل کو نہیں لا سکتے اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سُرخ جھنڈی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سبز سے آئے گی اور جب وہ اپنی اس عادت کو بدلنا چاہیں تو اس کے خلاف بھی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنے جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت ہوئے ہیں وہ جھنڈی کے مثل ہیں اور خدانے اُنہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے موافق وہ اُس کے مسبب کو بھی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کرے چنانچہ جبوہ کسی مصلحت سے مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر پیدا کرتا ہے تو اس کو خرق عادت کہتے ہیں۔ جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹھیرائے گا اور ذرہ بھی اختیار دیگا اُسکو اسکے سمجھنے میں ذرا دقت نہیں [illegible]

توکر سکتا ہے وہ اتنے درازِ زمانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لیے مجبور نہیں ہے مثلاً جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بھگو یا جائے تو بوجہ بھگونے کے اُس کے ذراتِ بسیطہ کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے چوٹ کھا کر بڑھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اس کے چوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُس کے لیئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بالطبعہ مؤثر اور موجب ہے اور اتنا زمانہ لازمی ہے یہاں تک کہ بغیر اس کے یہ امر پورا ہی نہیں ہو سکتا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا تعالے کے فعل سے اس طرح پر حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کھا کر بڑھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اس کے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایجاد کر دیا عام ہے کہ یہ بات اُس کے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہمکو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بالطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُس کے لیئے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بھگو دینے کے وقت اس تبدیلی پیدا کر دینے کی عادت جاری ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جسمیں کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بھگونے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسیطرح اس قول کے بارہ میں کہ آگ فلاں جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں چیز سے فلاں اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بالطبعہ مؤثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں اُن آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم رکھ سکتا ہے ؛

خمس چیزیں نے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جسکا پیشتر بیان ہوا کہ اشیاء میں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آمادہ کر دیا دو امر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قایم ہو چکیں کہ خدا اُن تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد و مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں جو اُن سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع مؤثر مانی جائینگی تو وہ اُن کے لیے ضرور خالق ٹھیریں گی حالانکہ خدائے عالم کے سوا کہ اُسیکا نام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس استحالہ پر دلیل قایم ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط اور مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھکر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُن کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ اُن کا پیدا کرنیوالا صاحب تدبیر پورے علم اور کامل ادراک والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیاء کے لیے ثابت کرنا ایسی بات ہے جسکا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا مثال کے لیے آپ ایسے نبات کو لیجئے جسمیں کہ عجیب عجیب چیزیں ہیں جیسے جڑ۔ تنہ شاخیں

پتے پھول پھل نسل بڑھنے کے اجزاء اور تخم سے قسم قسم کی شکلوں طرح طرح کے رنگوں ذائقوں اور خاصیتوں کے جیسے دیکھکر عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ پھر یہ پیدا کہاں سے ہوئیں مٹی پانی اور ہوا سے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمہ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرسکتیں کہ یہ تمام چیزیں جنکے لیئے اعلے درجے کے علم قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کردی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لیے اُن کے ایجاد اور پیدائش کو ذی قدرت اور اعلے درجہ کے واقف کار خدائے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جسکی نسبت اُن کے نزدیک دلیل قایم ہوچکی ہے کہ اُسی نے عدم سے اصل مادہ کو گوناگوں امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں مستقل اور متفرد ہونے سے قطع نظر بھی کرلی جائے تو دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ اُنھوں نے اُنہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اُس کی حقیقت کو سوچا تو اُنھوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لیئے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھہر سکتیں کیونکہ اُن میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی گئی جس کی نسبت عقل اس امر کے یقین کرنے کو ضروری کرے کہ فلاں اشیاء فلاں آثار کے لیئے مقتضی ہوجائیں مثلاً حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پانی کو جما دیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں غور کیا جائے تو عقل کے لیے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقتضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم حیز کو مقتضی ہے (یعنی ہر جسم کسی نہ کسی قدر خلا کو ضرور گھیرے گا) اور یہ کہ دو جسم مقتضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی حیز یعنے ایک ہی جگہ میں دونوں کا حلول نہیں ہوسکتا مثلاً جب وہ آپ سے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دیسکتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ آپ سے دریافت کرینگے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہوگئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت اتصالیہ کمزور کردیتی ہے اور برودت اُسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ بتلایئے بہر حال اسیطرح چلے چلیئے کہاں تک چلیئے گا آخر کار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجایش نہیں مل سکتی کہ اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کرنیوالے نے خاص کردیا ہے اسیوجہ سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپکو یہ بتلا دینگے کہ یہ تخصیص کرنیوالا وہی خدا ہے (یعنے اللہ تعالے) جسنے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اُسنے جس شے کو جس شے کے ساتھ چاہا خاص کردیا کیونکہ اختیار کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپ سے کہیں گے کہ جب اشیاء مؤثر بالطبع نہ ٹھہریں اور تاثیر خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لیے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہیں ٹھیر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لحظہ میں جیسے کہ پلک مارنا یا اُس سے بھی کم زمانہ میں اثر کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کامل ہی حوادث کی توتیں ایسی نہیں ہوسکتیں اس لیے کہ اُس کے کرنے میں اُسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی

قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہانتک کہ وہ جتنی ہی شدید ہوتی ہیں اُن کے عمل کرنے میں اُتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے ۔
اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اُتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اُس کی قوت اپنے
عمل کرنے میں زمانہ کی محتاج ہوتی جیسے کہ اور قوے محتاج ہیں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں
اور جن میں کہ نہایت باریک صناعیاں بکثرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ اُن کے بننے میں
اُن مصنوعات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جنمیں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات
نہیں ہے اس لیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی مدت میں نکل آتی ہے ۔ اور
دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف اسبات
پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا ممتد ہونا خدا کی مخلوقات کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہمنے
دی ہے اُس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا ۔

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس قول سے کہ ذی آثار اشیاء کا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی
ہے اور ان آثار کے بننے کے لیئے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور
کے کثرت و تنوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ اُن سے خرق عادت پر دلالت کرنیوالے واقعات کثیرہ کے بیان
کرنیکا مطالبہ کریں ۔ کیونکہ وہ یہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سببیت عادی ہے اور وہ زمانہ
بھی شرط عادی ہے اور خدا خلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے
سوائے چند مخصوص حالتوں کے مثلاً کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیئے اور کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا
اُن کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا اُنھوں نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بچشم خود دیکھا ہے جبکہ اُنھوں نے
رسالت کا دعوی کیا تھا اور اُن کے ہاتھ پر معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے ۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا
ہوا مقدمہ متقرر ہو گیا اور آپ لوگوں نے اُسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آیئے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے
مادہ اسکے انواع اور اُن عجیب و غریب صورتوں میں جن پر وہ مشتمل ہے اور اُن حیرت انگیز گوناگوں تبدیلیوں میں جو اُن
میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ مادہ میں اُن امور کا قیام مادہ اور
اوس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا اُن چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث
سے یا اُس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلے درجہ کا علم رکھنے والا ۔ صاحب ارادہ ۔ قادر اور ذی قدرت ہے کہ اپنے
ارادہ سے جسکے ساتھ چاہتا ہے اُس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اُسے متغیر کرتا ہے ۔ اور پھر
اس کے اعمال بھی ایسے باعظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اُس کی اور اُسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اُس کو نہیں پا سکتی اور نہ افکار اُس کو حاوی ہو سکتے ہیں اس امر کے
واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائز رکھتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہونچ جائے اور اوس میں کیسی ہی اعلے
درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اُس خدا کی عظمت اور اوس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہیچ ہے

علم ہیئت کی دلچسپ بحث اور عالم کواکب سے خدا کی عظمت و قدرت پر استدلال ۱۱

بالکل آسان۔ اور ظاہر معلوم ہوگا۔ اُس پاک ذات کی عظمت کا کیا کہنا ہے اُس کا تسلط عجیب کمال رکھتا ہے پیدائش اور ہر طرح کی تدبیر اُسی کے ہاتھ میں ہے اُسے ہر شئے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

اب آیئے ہم عالم کواکب کیطرف متوجہ ہوں اب ضرور ہمکو آپ لوگوں کی کتب ہیئت کی تصریح کے موافق یہ ملے گا کہ انمیں ہر ایک کی ایک جدا خاصیت ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک خاص حالت کے ساتھ مخصوص نظر آئیگا چنانچہ بعض اُن میں سے نہایت ہی چھوٹے ہیں اور بعض بہت ہی بڑے حتے کہ ہماری زمین کو اُسکے ساتھ وہی نسبت پائی جاتی ہے جو ایک بالو کے ذرہ کو اُس کرہ کے ساتھ ہوتی ہے جسکا قطر ایک ہاتھ یا کچھ اُس سے بھی زائد ہو۔ پس اگر ہماری زمین کا قطر سات ہزار نو سو بارہ (۷۹۱۲) میل کا اور اوس کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو ننانوے (۲۴۸۹۹) میل کا ہے تو آفتاب کا قطر آٹھ لاکھ بانوے ہزار پانچسو اسی (۸۹۲۵۸۰) میل کا اور اُس کا محیط چھبیس لاکھ اٹھتر ہزار پانچسو (۲۶۷۸۵۰۰) میل کا ہے۔ اور اوس کا جرم ہماری زمین کے جرم سے بارہ لاکھ انسٹھ ہزار سات سو (۱۲۵۹۷۰۰) گنا بڑا ہے۔ اور اُن میں سے بعض ہم سے بہت ہی قریب اور بعض لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہیں اُن میں سے بعض کا دن اور سال ہمارے یہاں کے دن اور سال سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعض کا ہمارے یہاں کے دن اور سال سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے حتے کہ زحل کا ایک سال ہمارے یہاں کے انتیس سال کے برابر اور اورانوس کا چوراسی سال کے برابر اور نپتون کا ایکسو چونسٹھ اور چند کسور سال کے برابر ہے بعض اُن میں سے اپنے مدار پر بطئی حرکت کرتے ہیں اور بعض بہت ہی سریع الحرکت ہیں حتے کہ مشتری کی چال تیس ہزار (۳۰۰۰۰) میل فی گھنٹہ ہے پس جتنی دیر میں کہ انسان ایکمرتبہ سانس لیتا ہے وہ نو میل چل جاتا ہے اور اُس کی محوری گردش کے لحاظ سے اُسکے اجزا سطحیہ کی حرکت کی سُرعت چار سو ستر سٹھ میل ہے۔ ان میں بعض کا نور سرخ ہے بعض کا زرد بعض کا سفید اور بعض کا کسی اور رنگ کا اُن میں سے بعض کا نور اصلی ہے جیسے کہ آفتاب اور ثوابت کا۔ اور بعض دوسروں سے نور حاصل کرتے ہیں جیسے قمر اور باقی سیّاروں کا اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جنمیں ذرا بھی حرارت نہیں پائی جاتی اور بعض میں بکثرت حرارت موجود ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے قول کے موافق آفتاب میں اتنی حرارت ہے کہ اگر وہ جمع کیجائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلانے کے لیے کافی ہوسکتی ہے جس سے تمام روئے زمین چھپ جائے اور اوسکی موٹائی گیارہ میل کی ہو اور جو حرارت کہ اُس کی زمین تک پہونچتی ہے وہ اسکی حرارت کے دو ارب اڑتیس کروڑ دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہے اُن میں سے بعض ثوابت ہیں کہ جو شموس (آفتاب) کہلاتے ہیں اُن کی روشنی ہمارے آفتاب ہی کیطرح ذاتی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تمام عالم جو اُس کے متعلق ہے روشن ہوتا ہے وہ ثابت اور اپنی جگہ پر ٹھیرے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ اُن کے نام سے شبہ ہوتا ہے بلکہ وہ بھی حرکت کرتے ہیں لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس سبب سے ہمکو اُن کی حرکت کا پتہ صرف اُس وقت لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گذر جائیں اس لیے باہم اُن کی دوری کی نسبت قریب قریب ہی باقی رہتی ہے جو پہلے تھی۔ ان میں سے بعض آفتاب سے دور ہیں اور یوماً فیوماً اُن کی دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض اُس سے قریب واقع ہیں اور اسیطرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کبھی تو اُن کی

روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں یعنے وہ ایک مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور پھر چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جنکا نور ہم تک برسوں کے بعد حتے کہ سیکڑوں برس کے گذرجانے پر پھونچ سکتا ہے حالانکہ ہمارے آفتاب کا نور ہم تک آٹھ منٹ اور چند سکنڈ کے عرصے میں پھونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہمسے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ ہی دور ہوگا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے اُن میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط۔ بعض کو رات سے خصوصیت ہے بعض کو دن سے بعض کا روشن رُخ کبھی وسیع ہوجاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے گہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کیوجہ سے گہن لگتا ہے علے ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خلا میں عام کشش کے قدرتی قانون کے باعث قایم ہیں جیساکہ آپ لوگ کہتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کہ اُسکے پیدا کرنیوالے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث سے نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جنسے کہ اوقات منضبط رہتے ہیں برسوں۔ مہینوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ لگتا رہتا ہے مختلف فصلیں متمیز ہوجاتی ہیں اور پھر اُن میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کا مرجع کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں مخلوقات یعنی نباتات حیوانات معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جنکی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا مہیا کیجاتی ہے اسیطرح بیشمار فوائد ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اسکے پورے بیان سے عاجز ہے فکریں کند اور آنکھیں خیرہ ہیں۔ پس جب یہ سب اصل مادہ کے لحاظ سے برابر اور یکساں ٹھیرے اور ان کا مادہ اسکو مقتضی نہ نکلا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو اُسمیں موجود ہے خاص کرے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جسنے ان کو باوجود اسقدر استحکام کے ایسے عجیب وغریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جسمیں کہ مخلوقات کی سراسر مصلحت اور فائدہ ہی فائدہ ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسیطہ کی حرکت ہوسکتی ہے جسمیں نہ تو کچھ تمیز ہی پایا جاتا ہے اور نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا یہ کہنا مناسب ہے کہ جسنے ان کو ایسے عجیب وغریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جاننے والا حساً ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا (یعنے خدا) ہے۔

اب آیئے ہم کائنات جو کی جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو ہی ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اسوجہ سے کہ وہ اسی کو چوس لیتی ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا اسپر اسلیے مدار ہے کہ وہ بذریعہ سانس لینے اور پھیپھڑے میں داخل ہونیکے اُن کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ بہ نسبت اور اشیاء کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ وافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہوسکتی ہے اور اُس کے حاصل کرنیکے ذرائع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اسپر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہورہی ہے کہ جس شئے کی جسقدر زیادہ

حاجت ہوتی ہے اُتنی ہی کثرت سے وہ موجود ہوتی ہے اور اُتنی ہی آسانی سے حاصل ہوسکتی ہے چنانچہ یہ امر ہوا۔ پانی۔ غذا۔ دواؤں کی جڑی بوٹیوں۔ نہایت خوبصورت اور بیش قیمت پتھروں وغیرہ کے حالات میں غور کرنے سے اسی ترتیب سے واضح ہو جائیگا۔ پھر اس میں مختلف ہوائیں اُن کی رفتار اُن کے منافع۔ ان کے اختلاف اور ہر ایک کی جدا جدا خاصیتیں پاتے ہیں کوئی اُن میں سے شرقی ہوا ہے۔ کوئی غربی۔ کوئی شمالی ہے کوئی جنوبی۔ اور کوئی انہیں کے درمیان چلتی ہے کوئی تر ہے کوئی خشک۔ کوئی گرم۔ کوئی سرد۔ کوئی نرم۔ کوئی سخت ہے۔ کوئی رات کو چلتی ہے کوئی دن کو کسیکی چال خاص وقتوں کے اعتبار سے باقاعدہ ہے اور کوئی بالکل بے قاعدہ چلتی ہے۔ کوئی آہستہ چلتی ہے کسی ہوا کی چال کی تیزی فی گھنٹہ سات میل سے لیکر اکانوے ۹۱ میل ہوتی ہے اور کبھی اُس کی تیزی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ فی گھنٹہ ایکسو بیس ۱۲۰ میل یا اُس سے زائد کے حساب سے چلنے لگتی ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ بعض اُن میں سے گردباد اور بگولے ہوتے ہیں جنسے کہ زمین کے رہنے والوں کو فائدہ پہونچتا ہے وہ بادلوں کو بارش کے مواقع پر انکا لیجاتے ہیں بارآور مادہ کو عضار تذکیر سے اعضار تانیث میں منتقل کرکے درختوں کے باردار ہونے کے باعث ہوتے ہیں ارواح کو راحت پہونچاتے ہیں۔ حرارت کو لطیف کرتے ہیں سمندروں میں اُن سے جہاز چلتے ہیں نباتات کے تخم اُن کے ذریعہ سے سطح زمین پر پراگندہ ہوتے ہیں اسکے علاوہ اور بہتیرے فائدے دستیاب ہوتے ہیں جنکو کوئی شمار کر نیوالا شمار نہیں کرسکتا اور نہ تحریر میں آسکتے ہیں۔ اُس میں ہم بادل اور اُس کی نہایت عجیب اور حیرت انگیز بناوٹ کو دیکھتے ہیں جسکی وجہ سے ہوا اُس کو اُٹھا سکتی ہے اور جہاں کہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مختلف ہوائیں اُسکو لیجاتی ہیں اور پھر رعد و برق اُن کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ جن دونو میں حکمت یہ خیال کیجاتی ہے کہ نور اپنی حرارت اور حرکات موجیہ کیوجہ سے اور رعد اپنی کپکپانے والی حرکات کے باعث سے پانی کو پگھلا دیتے ہیں باوجود اس کے ان دونوں سے (رعد و برق سے) جنگل کے رہنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں پانی برس رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سردی سے برف جم جاتی ہے اور زیادہ تر وہ پہاڑوں ہی پر گرتی ہے تاکہ ایک مدت تک وہاں رہ سکے اور اُس کا پانی پگھل پگھل کر اُن کے نشیبوں اور خزانوں میں جمع ہوتا رہے تاکہ مخلوقات کے منافع کے لیے پانی اُن میں مجتمع ملے اور اُن کے جھرنوں سے نکلتا ہے۔ اسیطرح پر دریا اور چشمے جاری ہوجاتے ہیں جنکے پانی سے ایام گرما میں زمین اور حیوانات کو سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سبزہ زار اور باغات پیدا ہوتے ہیں پس اگر بادلوں سے زمین پر صرف پانی ہی کی بارش ہوا کرتی تو پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے قبل اسکے کہ اُنکے خزانے چشموں اور دریاؤں کے جاری کرنے کے لیئے کافی مقدار پانی جمع کرنے پاتے سارا پانی سرعت کے ساتھ بہہ جاتا (کیونکہ پانی کو تو گویا اونچے مکان سے دشمنی ہے کہ فوراً وہاں سے چلدیتا ہے) اسکے علاوہ اور بہتیری چیزیں کائنات جو میں شامل ہیں جن کے بیان میں جلدیں کی جلدیں تصنیف ہوئی ہیں۔

ف اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم روشنی کا بیان کریں کیونکہ جب وہ اسی فضار میں پھیلتی ہے تو کائنات جو میں ہم اُس کا ذکر کرسکتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس میں نہایت ہی عجیب وغریب قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جنکے لیے ایک جدا علم بن گیا۔ یہ خاصیتیں جیسے کہ اُسکا منعکس ہونا۔ اسکا منحل ہوکر سات رنگوں میں تبدیل ہوجانا

وغیرہ ہیں باوجود اسکے اُسمیں حیوانات۔ اور نباتات کے بہتیرے فائدے موجود ہیں اُن کا اُس سے نمو ہوتا ہے صحت قایم رہتی ہے روشنی سے بہتیرے زہریلے حشرات الارض مرجاتے ہیں بذریعہ روشنی ہی کے اشیاء نظر آتی ہیں اسیطرح اُس کے بیشمار فوائد ہیں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردیتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اسکی حقیقت مخفی ہی رہی کچھ پتہ نہ لگا اُسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجب خبط مچایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب سے بڑے مشہور فلاسفر کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اُسکے بعد والے فلاسفروں نے واضح دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کردی اور اسبات کے قائل ہوگئے کہ روشنی کی حقیقت ایتھرک مادہ کے اجزا کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنے اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزا کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانۂ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر بھروسہ کرلیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قصر کھڑے کیئے ہیں اور بہتیرے مسائل کا اسیکو مبنے قرار دیا ہے۔

کوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایتھرک اجزا کی عجب حالت ہے بلور کی کئی ہاتھ موٹی چادر کو تو اُن کی حرکت توڑ کر نکل جاتی ہے لیکن جب اسکے کسیطرف ایک پتلی تہ مثلاً سیاہی کی لگا دیجائے تو وہ حرکت اُسکو پھاڑ کر پار نہیں جاسکتی گویا ہمالیہ کا کوہی سلسلہ حائل ہوگیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور پتلی سی تہ کو تو نہ پھاڑ سکے اور بلور کی اسقدر دلدار اور سخت تختے کو پھاڑ کر نکل جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگ نے بالطبع اس کی حرکت کو باطل کردیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بیشک خدا اگر پیدا کرنے سے تو یہ ہوسکتا ہے اس سے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا لیکن ہم تو آپ سے آپکی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لئے تو اسکے موافق بیان کیجئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیز اور سخت تختے کو توڑ کر نکل جانے کی قوت حاصل ہوگئی اور وہ اسقدر پتلی اور نازک تہ کو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو چوستا ہے تو ہم آپ سے دریافت کرینگے کہ رنگ کے روشنی کو چوسنے کے (کہ جسکی حقیقت ذرات کی حرکت ہے) معنے کیا ہیں ذرا عنایت کرکے واضح عبارت میں بیان تو کردیجئے جسکو عقل قبول کرلے۔ علاوہ بریں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صناعوں نے کچھ تیل ایجاد کیئے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھدیئے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں پس جو آپنے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اُسکے موافق اگر آپ کہیں کہ یہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اُٹھتی رہتی ہے روشنی کے انعکاس کے باعث سے ہے تو ہم آپ سے دریافت کرسکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اُٹھی تھی اُس سے منقطع ہوگئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہوچکی اور یہ امر قدرتی قانون انعکاس کے بالکل خلاف ہے اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کردیجئے بعد اس بحث کے بھی ہم یقیناً آپکی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اُسکے تحت تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کردیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجیکل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو سابق کے بعد ہم آپسے انصافاً پوچھتے ہیں کہ جسنے کائنات جو کی ہر شئے کو اُسکی خاصیت کے ساتھ خاص کردیا اور اُن میں نہایت ہی

کامل صنعت اور پورے ایجاد کے ساتھ منافع مستحکم کئے کہ جن سے زمین کو اُسکی موت کے بعد زندہ کردیا اُس کو شادابی بخشی۔ اُن کو اُس کے مُستکان کے نمو کا باعث قرار دیا آنکھوں کے نزدیک دیکھنے کی چیزوں کے ظہور کا اُن کو ذریعہ ٹھیرا تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ شے اس اجزار کی حرکت یا اتفاقی امر یا ضرورت۔ یا اس کے علاوہ اور مہمل اور بے معنی الفاظ جنکی تفسیر بالکل بے تپہ ہوتی ہے قرار پاسکتے ہیں یا وہ اعلے درجہ کا علم رکھنے والا۔ پورا واقف۔ صاحب ارادہ ذی قدرت (خدا) ہے؟

ف زمین کے جغرافیہ طبعی کی دلچسپ بحث ۱۲

ف اب آیئے ہم اپنی توجہ کو زمین کیطرف مائل کریں اور اُسکی جمادی۔ نباتی اور حیوانی کائنات اور ان امور کی جانب جنکو اُسکا جغرافیہ طبعی حاوی ہے نظر کریں۔

ف سمندر کے حالات اور اس سے خدا کی عظمت وجبروت پر استدلال ۱۲

ف ہم سمندر کو دیکھتے ہیں جسکی مساحت کی مقدار سطح زمین کے چار حصوں میں سے تین حصوں تک پہونچتی ہے یعنے جسکا رقبہ ایک کروڑ چوالیس لاکھ اکہتر ہزار دو سو (۱۴۴۷۱۲۰۰) میل مربع ہے اور وہی آبی مخلوق کے گروہ کا مسکن ہے اور دریائی جواہر کے پیدا ہونیکی جگہ ہے عام ہے کہ وہ غذا کے کام میں آئیں یا دوا کے یا آرایش کے۔ اور وہ سب چیزیں بھی اُسمیں پائی جاتی ہیں جو خشکی میں موجود ہیں جیسے پہاڑ۔ وادی سخت و نرم زمین ٹیلے۔ ریگستان پہاڑیاں سنگلاخ زمین۔ ترائی۔ باغات۔ رنگ برنگ کے درخت۔ چھوٹے بڑے حیوانات جن میں نمو ہوتا ہے اور اپنے اجناس۔ انواع اور اصناف کے موافق خاص خاص مقامات میں رہتے ہیں۔ اور سمندر میں بڑے عمیق مواضع ہیں کہ جنمیں سے سب سے عمیق موقع کا واقعی طور پر پتہ نہ لگ سکا اور تحقیقی طور پر آپ لوگ نہ دریافت کرسکے نہایت درجہ جہاں تک آپ لوگوں کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُس کی نو میل تک کی گہرائی قیاس کیجاتی ہے پھر اُسکا بھی کوئی قرار نہیں اور سمندر کے عجایبات میں سے مد و جزر سطحی اور زیریں او بال۔ پہاڑوں کی برابر لہریں۔ برف کے پہاڑ جو قطب شمالی کے نزدیک تیرتے رہتے ہیں۔ اور اُسکا کھارا پن جسمیں بڑی حکمت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکا پانی ضرور متعفن ہوجاتا اور زراعت اور جاندار ہلاک ہوجاتے۔ اور وہ انسان کے لیے ایسا مسخر ہورہا ہے کہ لوگ اُس کی سطح پر سفر کرتے ہیں۔ اُس میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور اُس میں بڑے بڑے رستوں اور مختلف ہواؤں کا اُنہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ف پہاڑوں کا دلچسپ بیان اور قدرت خدا کا اظہار ۱۲

ف پھر ہم خشکی پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن اشیاء کو دیکھتے ہیں جو کہ اُس میں پائی جاتی ہیں تو سب سے پہلے ہماری نظر پہاڑوں پر جاتی ہے کیونکہ پانی کے وہی مخزن ہیں جس سے کہ نباتات اور حیوانات کو سیرابی ہوتی ہے انہیں میں طیور و وحوش کا ایک بہت بڑا حصہ پناہ گزین ہوتا ہے۔ انہیں میں بڑے بڑے مضبوط اور نہایت ہی بلند درخت اُگتے ہیں جو کہ عمارتوں میں لگانے اور جلانے کے کام آتے ہیں۔ وہی آباد سرزمینوں کے لیئے گرم اور سرد ہواؤں سے بڑے محافظ ہیں بعض کا منظر نہایت خوش آیند معلوم ہوتا ہے طرح طرح کی نباتات اور رنگ برنگ کے گل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں اُن میں سے بعض ایسے پہاڑ بھی ہوتے ہیں جہاں برگ و بار کا نام و نشان ہی نہیں وہاں کی مٹی بھی بارش کے باعث سے باقی نہیں رہی صرف بڑے پتھروں کے چٹان رہگئے ہیں جنکی شکل بڑی بڑی تصویروں کے ڈھانچوں سے جن کا کہ گوشت علیحدہ کردیا گیا ہو

کچھ بلتی جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے پتھر مکانوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پہاڑ ہوتے ہیں جن سے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اُس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت اُن سے روشن ہوجاتے ہیں اسیطرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈالدیتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو نشیب میں واقع ہے وہاں ایک سے ایک حسین درخت اُگتے ہیں قسم قسم کے پھول و پھل دستیاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور میسر ہوتا ہے باوجود اسکے اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کو دنیا کی بہشت کہا جا سکتا ہے جن میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشمے دکھلائی پڑتے ہیں۔ باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت باردار ہو رہے ہیں۔ نہریں بلندی سے پستی کی جانب اُترتی چلی آرہی ہیں۔ اُن کے گرداگرد عجیب دلکش آوازیں مسموع ہو رہی ہیں کہیں بلبل کی صفیر کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمریوں کی کوکو کی صدا آرہی ہے کسیطرف ہرن اپنی بولی بولتے ہیں۔ کہیں جنگلی کبوتر اُتار چڑھاؤ کے ساتھ غٹرغوں کرتے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دلکو خوشی اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعضے پہاڑ تو گویا جہنم ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جاوا کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفا چٹ پڑی ہے جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اُس میں تپش اور گرمی اسقدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسیوجہ سے اس میں جہاں کوئی پرندہ اُترا یا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں ذرا قیام کیا فوراً ہی اُس کو خونریز موت نے دبا لیا اور اُس کا کام تمام کردیا چنانچہ اُس میں جا بجا بڑے بڑے جانوروں اور کیڑوں کی پُرانی ہڈیاں پڑی ملتی ہیں اور یہ وہاں کے ایک قسم کے زہریلے درخت کا اثر سمجھا جاتا ہے جسکے سوا نباتات کی قسم سے وہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہے اُسکے سوافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پہاڑ کے بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافذ سے زائد مقدار کی زہریلی ہوا نکالتا ہے جس سے جاندار مرجاتے ہیں اور نباتات خشک ہوجاتی ہیں۔ اب بتلائیے کہ ان مقامات میں سے کسنے بعض کو گویا جنت اور بعض کو جہنم بنا دیا۔ کیا ذرات مادہ کی حرکت ہو سکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اعلے درجہ کا علم رکھنے والا جسکو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شئے میں جو خاصیت چاہے پیدا کرے (یعنی خدا) ہے بیشک وہ انتہا درجہ کا واقف کار اور صاحب حکمت ہے۔

تیسرا مرتبہ کہو اور غاروں کا ہے جنمیں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور جنکے ذریعے سے پہاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تو اتنے سرد ہوتے ہیں کہ اُن کے اندر کا پانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہتیرے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی نہیں برداشت کر سکتے اُس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدا کے لطیف و خبیر کی پاکی کا کیا کہنا ہے! اور اُن میں سے بعض موت کے غار ہیں کہ جہاں اُن میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مرا کیونکہ اُن غاروں میں آتش فشاں پہاڑوں کی سانسیں نکلتی ہیں

کہ جو اب بجھ گئے ہیں اور اُن کی زہریلی ہوا باقی رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا تنفس کیا اور وہ مرا۔ پس بعض غار بمنزلہ قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعث موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجب شان ہے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے ✣

(نرم زمین کا بیان جس طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں)

ف چونکہ تمام تہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اُس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر سب کی مٹی ایک ہی طرح کی ہوا کرتی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدایش میں نقصان آجاتا اور اُس کی بہتیری قسمیں ہمکو دستیاب نہوسکتیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے ✣

پس اگر پتھر کیطرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی۔ پس بتلائیے کہ پتھروں کو کسنے اسقدر سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہوسکے۔

کیا اس کا بنانیوالا صاحب حکمت۔ تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ ذی تدبیر۔ اور اعلے درجہ کے علم رکھنے والے (خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہوسکتا ہے ہرگز نہیں ✣

(معادن کا بیان اور خداوندی قدرت کا اظہار۔۱۲)

ف ہم کائنات زمین میں سے معاون کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اصناف کی اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال۔ کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھاکر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے کسی میں نہیں۔ کسی میں پگھلنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ کوئی بھاری ہے کوئی ہلکی۔ رنگوں کے اعتبار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سُرخ ہے اور کوئی سیاہ اسیطرح بہت سے اقسام پائے جاتے ہیں۔ پھر اُسنے آدمیوں کو بتیار نفع پھونچتا مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل شرب وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ہتیار بنتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں غرضکہ فلاحت (جوتنے) زراعت (بونے) اور ادویہ سب ہی میں مستعمل ہوتے ہیں ✣

(۱) اور چونکہ لوہا سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی معدن کیطرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معادن میں موجود ہے۔ اسلیئے قرآن شریف میں لوہیکا بالتخصیص ذکر کرکے خدا نے اُسکے پیدا کرنیکا اور نیز اس امر کا احسان جتایا ہے کہ باوجود اس قدر مخفی ہونے کے اُسکے دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیئے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ (ہمنے لوہے کو اُتارا ہے

---

(۱) وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الآیۃ ۱۲۔

اُس میں بڑی قوت اور لوگوں کے منافع موجود ہیں)) اس کے سوا خدا نے کسی اور معدن کی نسبت ایسا ذکر نہیں کیا) لوہے میں ہم عجیب و غریب خواص دیکھتے ہیں۔ جنکی یقینی وجہ اور علت بیان کرنے سے ہماری عقلیں بالکل عاجز ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہم اپنی بحث کو اس کی نسبت گفتگو کرنے میں پہونچا سکے وہ اس قدر ہے کہ ہم یہ کہکر چپ ہو رہیں کہ اسکی خاصیت ہی یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں بتا سکتے اور اگر آپ کہیں کہ ہم لوگ تو اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ ہمکو تو بلاشبہ اُس کی یقینی علت پر واقفیت حاصل ہے تو ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اچھا اسی مقناطیس کو لیجئے جو معدنیات میں عجیب چیز ہے اُس میں لوہے اور فولاد۔ اور مقناطیس کے کشش کرنے کی قوت ہوتی ہے آپ لوگ اس کشش کیوجہ اُس کے ذرات لطیفہ کی حرکت اور اُن کی اوضاع کی خاص ترتیب کو بتلاتے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ یہی واقعی وجہ ہو لیکن آپنے یہ وجہ بالکل بے تیہ بیان کی جس سے عقل کو تسکین نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ ہمارے آیندہ کے سوالات اُسپر وارد ہوں۔

اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا صرف یہی نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کو کشش کرے اسکی وجہ سے اُس میں بقیہ معادن مثل سونے تانبے وغیرہ کے کشش کرنیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔

دوسرا یہ کہ اسکا کیا سبب ہے کہ مقناطیس جب کسی لوہے کی سلاخ سے ملتا ہے اور اسکو کشش کرتا ہے تو وہ اُس میں بھی بغیر اسکے کہ مقناطیس کی قوت میں کچھ کمی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبتک مقناطیس اُس سلاخ سے متصل رہتا ہے مقناطیس ہی کیطرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی یہ خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مقناطیس بننا کہتے ہیں لیکن جب کسی فولادی سلاخ سے مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اُس سلاخ میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مقناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اسیطرح جب فولادی سلاخ مقناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مقناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلاخ میں محض مقناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونو کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی سلاخ میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر لحظہ ہی بھر میں لوٹ آئے اور فولادی سلاخ میں اُسیطرح رہگئے یا اس کے علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں بھی تو کوئی چنداں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا میں اُس میں یہ خاصیت آجاتی ہے اور مقناطیس کے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے ؛

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ مقناطیسی قطعہ کے دونوں سروں پر کشش کی قوت پائی جاتی ہے اور جوں جوں اُسکے وسط کے قریب ہوتے جائیے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ ٹھیک وسط میں

یہ قوت ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب اس قطعہ کے ٹھیک بیچوں بیچ سے دو حصے کر دیئے جائیں تو اس سرے میں بھی جہاں سے کہ اس قطعہ کے ٹکڑے کیے گئے ہیں بہت ہی قوت آجاتی ہے جیسے کہ اصلی سرے میں پس خواہ مخواہ حضرت کے ساتھ اس کی وجہ بیان کیجئے کہ وہ قوت وسط میں ضعیف اور سروں پر اسقدر قوی کیوں تھی اور پھر قطع کرنے کے بعد اس سرے میں جو وسط میں تھا کیونکر یہ قوت قوی ہوگئی۔ کیا محض قطع کرنے سے اس کے ذرات کی وضع بدل گئی حالانکہ ان کی وضع قوی سے قوی خارجی فاعل سے بھی نہیں بدلی جا سکتی یا کوئی دوسری وجہ ہوئی علاوہ بریں جب لوہے یا فولاد کی سلاخ کے سرے پر مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اس سلاخ میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے لیں اس سلاخ کے دوسرے سرے پر پوری قوت کا ہونا ایک لازمی بات ہے اور اس کے وسط میں وہ قوت قریب قریب معدوم ہونے کے ہوتی ہے اب اس موقع پر آپ کیا کہہ سکتے ہیں کیا یہ حرکت اور ذرات کی وضع کا تغیر دونوں بلاواسطہ میں گذرنے کے دوسرے سرے پر جا پہونچے یا وسط میں گذرتے وقت کمزور ہوگئے تھے اور اس سے متجاوز ہونیکے بعد پھر قوی ہوگئے اگر ایسا ہے تو پھر تبلایئے کہ اس قوت کے کمزور ہو جانیکے بعد کس چیز نے اسے پھر قوی کر دیا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ زلزلہ آنیکے وقت مقناطیس کی قوت جاذبہ زائل ہو جاتی ہے اور اسکے گذر جانے کے بعد پھر اس میں یہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کی آمد کچھ پیشتر ہی سے دریافت ہو جاتی ہے پس اس سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جاتا ہے۔ پس اب ذرا زلزلہ کیوقت ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے اور حرکت میں تبدیلی واقع ہونے کا سبب تو تبلایئے اور یہ کہ یہ امر کسطور پر واقع ہوا؟ اور کیوں ہوا؟۔ میرے خیال میں تو آپ لوگ ان سوالوں کے شافی جواب دینے پر ہرگز قادر نہیں ہیں بلکہ نہایت سے نہایت جہانتک آپکی پہونچ ہو سکتی ہے آپ یہی کہیں گے کہ مقناطیس کی خاصیت ہی یہی ہے اور اسمیں آثار ہی ایسے پائے جاتے ہیں۔ اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو بھی جب ان چیزوں کو مشاہدہ کر چکے اور ان کے نزدیک مدلل ہو گیا تو یہی کہتے ہیں کہ بیشک مقناطیس کی یہی خاصیت ہے اور اس میں ایسے ہی آثار پائے جاتے ہیں لیکن وہ آپ سے پوچھیں گے کہ اسکو ان خاصیتوں کے ساتھ کسنے مخصوص کر دیا؟ کیا ذرات کی حرکت اسوجہ سے کہ اس سے ان کی وضع میں ایک خاص ترتیب آجاتی ہے اتنے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ جنکی صحیح وجہ جسکو کہ عقل بھی مان لے بیان کرنے سے آپ لوگوں کی عقلیں بالکل عاجز ہیں۔ یا وہ جسنے کہ اسکو ان خاصیتوں کے ساتھ مخصوص کیا اور یہ آثار اس میں مستحکم کر دیئے ذی قدرت اعلے درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور حکمت والا (خدا) ہے؟ اب تبایئے ان دونوں باتوں میں کونسی بات ماننے کے قابل ہے (ذرا تو انصاف کیجئے) حق تو یہ ہے کہ مقناطیس نہایت ہی عجیب شے ہے اور اس کے فائدے بھی بہت خوب اور کامل درجہ کے ہیں کیونکہ مقناطیسی سوئیکے ذریعہ سے بڑے بڑے صحرا اور سمندر ونکو طے کیا جاتا ہے سفر کرنیوالے خطروں سے محفوظ رہتے ہیں اس لیے کہ یہ سوئی نہایت ہی امانت دار راہبر کا کام دیتی ہے۔

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ دو ذات عجیب پاک و ذی شان ہے جس نے انسان کو جمادات میں سے اونٹے معدن کے ٹکڑے
سے یہ راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی ؀

منجملہ کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات عجیب ہیں کہ حیرت انگیز و تعجب خیز امور بکثرت موجود
ہیں اور اس وجہ سے کہ اُسمیں مستحکم انتظامات - اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں - اور اس کے
عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین - پانی اور ہوا کے اجزا کو اپنے ہی طرح کر لیتی ہے اور انہیں اپنے طور پر بنا لیتی ہے
چنانچہ کہاں تو ان اشیا میں نمو اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعۃً ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا نہ
نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی نمو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات
کے ساتھ موصوف ہوگئیں وہ وہ خواص انہوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے - پھر ہم اس نباتی
جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جہت سے تو ہم اُسے بلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ معلوم
ہوتی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیئے اس کی جڑیں زمین
کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین
کے اندر وہاں تک پہونچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہونچا کرتا اور ہم اس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو
جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کرنیکے لیئے مرتفع مقامات پر قیام
کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں -

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نبات سوائے اجزاء ارضی - پانی اور ہوا کے اور کسی شے سے غذا حاصل نہیں کرتی
اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مفترس یعنے دوسروں کو چیر ڈالنے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو
دوسری نباتات میں اُگتی ہیں اور ان کے عرق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں
اور انہیں میں اُس نبات کا بھی شمار ہے جسکے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جسپر مکھیاں نہایت حرص کے ساتھ
گرتی ہیں اور جہاں اُس کے کسی پتہ پر کوئی مکھی گری اور فوراً ہی اُسنے محسوس کیا اور اُس کے ساتھ ہی اُس کو لپیٹ کر
بند ہوگیا پھر جبتک وہ اُس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اُسکو نہیں چھوڑتا اور اُس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مردہ
ہو کر مثل چھلکے کے رہ جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اُسنے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے
انتقام لے لیا کیونکہ حیوان نبات کو کھاتے ہیں -

اور گو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات کے لیئے اس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے متعلق ہونا جس میں کہ وہ چیر کر
گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور کچھ بیلیں ہے کہ جو دوسری چیز و ابیج
معلق رہتی ہیں زمین میں ان کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا ہوا ہی سے حاصل کرتی ہیں - اور تعجب کی بات یہ ہے
کہ ان کے پھول مکھی کی قسموں میں سے پروانہ - شہد کی مکھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت
دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پروانے چکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکھیاں ہیں کہ جو

پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دراد وش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔

ف انسانی شکل رکھنے والی نبات ۱۲

اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جسکو مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اگرچہ نباتات ہوائی میں سے نہتی بلکہ اس کا شمار ان نباتات میں تھا جو کہ پیاز کیطرح زمین میں اُگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نبات تھی جسکے اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زرد چڑیا کی صورت پر تھا اُسکے سر آنکھیں چونچ۔ گردن بھی تھی اُسکے بازو کسیقدر پھیلے ہوئے تھے اور قدمیں اوپر کو اُٹھی ہوئی جیسے کہ مرغ کھڑا ہوا کرتا ہے اور اُسکے پیٹ کے نیچے ایک سنجابی رنگ کی شہد کی مکھی کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اُسکے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اس میں سے کچھ چوس رہی ہے اُسکے بھی سر و دونوں آنکھیں موجود تھیں پیٹھ پر نقش و نگار بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے اُس کے بازو کھچکر نکلے تھے پس گویا کہ وہی اُس مکھی کے بازو ٹہر سکتے تھے اور وہی اُس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضا اُس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہ بات نہ تھی کہ ان اعضا کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت معلوم ہوتی ہو یہ ایسا تماشا تھا کہ وہاں سے نظر ہٹتی نہ تھی اور اس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت و اسکی قدرت اور اس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور یہ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اس مقام پر پایا جاتا ہے جسکو کہ ظہور اشرفیہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اُسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے کی عجیب واہی تباہی وجہیں بتاتے ہیں۔ میں اُن سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اسپر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے اور کسیطور پر عقل کی تسکین ہو سکتی ہے کہ اسکے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ۔ اعلے درجے علم اور حکمت رکھنے والے (خدا) کے فعل کے حوالہ کیا جائے نہ یہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون تباینات یا اسی کے مثل اور بے پتہ۔ ٹھوس اور اندھا دھند باتوں کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔

ف حاس اور متحرک نبات ۱۲

پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نبات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھوا جائے لیکن اُسے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نبات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نبات کو ذی حس بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ اُن کے چھوئی موئی کا درخت ہے کہ جب اُسے چھوا جائے یا حرکت دیجائے تو اُسکے چھوٹے چھوٹے پتے باہم ملجاتے ہیں اور باقی پتے کھچکر رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نبات حیوان کا شکار کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب اُسپر مکھی گرتی ہے تو اُسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اُس کو بالکل چوس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات جب تک کہ اُسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نبات بلا کسی ظاہری قاسر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہے پس یہ نبات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہے کہ اُسنے ہوا میں ہندسہ کی مخروطی شکلیں بنجاتی ہیں۔ اور اسکا تینا تین چھوٹی چھوٹی

پتیوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بیچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے نیچے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جبتک رہتی ہیں اسوقت تک رات و دن گرمی میں جاڑے میں۔ دہوپ میں سایہ میں۔ خواہ آسمان صاف ہو یا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں اُن کی حرکت کبھی رُکتی ہی نہیں۔ لگاتار حرکت متندیر کے ساتھ اُن میں سے ایک اوپر کو اُٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے۔ ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسیوقت نہیں حرکت کرتی۔

اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اُنھوں نے ہند میں گنگ کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں اسیطرح ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑہنے والی گھڑی ہے جو بند ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کرنیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرک اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اوس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت تبلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کرنیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاہد ہے۔

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے (جسکو ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں) وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اوسکو فلک اور عابدشمس کہا کرتے ہیں کیونکہ اُسکا مستدیر پھول جسمیں کہ عجیب وغریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گھرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیچ میں گھڑی کے کانٹے کے مثل ایک شے ہوتی ہے جسوقت آفتاب نکلتا ہے اُسوقت یہ پھول بالکل اُسکے آمنے سامنے ہوتا ہے۔ اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ پھول بھی اُسی طرف منہ کیئے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے حتے کہ دوپہر کے وقت یہ پھول مسطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہوجاتی ہے۔ ایسی نادر اشیار کے بنانیوالے اور اعلے درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اُسکی پاکی کا کیا کہنا ہے۔

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقول حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف اسبات کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کرنیوالا کوئی فاعل مختار ہے۔ کوئی قدرتی قانون اُسپر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا۔

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم اسقدر بڑا اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکا کی بڑی ترائی میں ایک قسم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لنبائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک کا پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قیراط

تک کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اوسکا تنہ اندر سے خالی کرکے ڈال دیا جائے تو اوس میں سے سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہوکر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اُسکا بدن اُس سے چھونے بھی نہ پاتا ہے اور اسکاٹلنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے چھوٹے درخت سے مقابلہ کرکے اُس کی عمر کا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اُس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے۔ اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط اُنیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب سے عجیب وغریب ایک عدم کا درخت ہے جو کہ بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے جزائر کناریا میں سے ایک میں موجود ہے اسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھیلا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سرونسے دوسرے کی انگلیوں کے سرے ملے رہیں جب بھی اُسکو گھیر نہیں سکتے۔ قریب چار سو برس کے زمانہ گذرا ہوگا جب سے کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آجتک اس درخت میں بظاہر کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درخت کا نمو بہت ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جانے کتنی صدیاں اُسپر گذر چکی ہونگی۔ اور بعض لوگ تو ان میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہتیری صدیوں کے پہلے سے درخت بڑھ رہا ہے۔

اُن نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دکھائی دیتے ہیں

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بذریعہ خوردبین (مائکراسکوپ) کے لگا ہے جیسے کہ کائی جو پانی کی سطح پر تیرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بذریعہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ باغ یا مرغزار یا ایک گنجان جنگل ہے جسمیں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور دبلے ہونے کے پھول اور تخم سب ہی کچھ موجود ہوتا ہے منجملہ اور نباتات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں پس جب اُسکے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر بڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک سبز غبار سا نظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جنکے اعتبار سے وہ باہم ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہیں اُن کی اور اُنکی نوعوں کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں پھول پھل تخم بو اور ذائقہ کے اعتبار سے اُن میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں بیشمار ہیں بہر حال بہت سی چیزوں کے لحاظ سے اُن میں باہم فرق کیا جاتا ہے بیحد قسم کے ہوتے ہیں پھر بعض نبات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی بیلیں پھیلتی ہیں بعض گھاس کی طرح اُگا کرتے ہیں فصل کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی جاڑے میں کوئی ربیع میں کوئی خریف میں بعض نبات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہے بعض پہاڑوں ہی پر جسکے لیے فقط بارش کا پانی کافی ہوجاتا ہے کسیکو اور پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کسیکو کسی ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے۔ پتوں کو دیکھئے تو کسیکے گول کسیکے لمبے کسیکے نکیلے کسیکے چوڑے ہوتے ہیں۔ اور باوجودیکہ اُن کا رنگ سبز ہوتا ہے لیکن سبزی میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے حتےکہ ایک

نے میں اُٹھانا پڑتی ہے
اس کی لکڑی

نوع کی سبزی دوسری نوع کی سبزی کے بالکل مشابہ دیکھی ہی نہیں۔

پھولوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے اُن کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا طول ہوسکتا ہے۔ چنانچہ کوئی گول ہوتا ہے کوئی لمبا۔ کوئی اکہرا کوئی دُہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھیئے تو سفید سُرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سبز اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دو ہی رنگ ہیں کسی میں بہت مختلف رنگ جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی سے لیتی ہے۔ خوشبو کے اختلاف کی نسبت اسقدر آگاہ کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے پاتے ہی نہیں۔ اور پھلوں میں شکل۔ رنگ۔ بو۔ ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ عقل حیران رہجاتی ہے چنانچہ بڑے۔ چھوٹے۔ چوڑے۔ لمبے۔ گول۔ کرُوہی۔ چھلکے بیج دار۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں پھر اُن کا رنگ بھی سُرخ۔ زرد۔ سفید۔ سیاہ۔ نیلگوں۔ منقش وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھلوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اُس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں۔ اور اُس کے سروں پر دوسرے قسم کی اُسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں۔ ترش۔ چاشنی دار۔ تلخ۔ اسیطرح اتنے ذائقے ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھلوں میں ایک نہایت عجیب بات یہہ ہوتی ہے کہ اُن کے چھلکوں میں جو مزہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ اُن کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور اُن میں سے جو ہم گودہ میں دیکھتے ہیں اُس کا پتہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزا میں نہیں پایا جاتا۔ بعض پھلوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبوئیں مزے اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ بعضے بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑھا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اُسکا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگد۔ بعض پھل بڑے ہوتے ہیں اور پیدا بیلوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خربزہ۔ بعض مہینہ بھر میں بار آور ہوتے ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد ہاتھ آتا ہے۔ بعض کے ریشوں۔ جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست۔ یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط وہی چیزیں کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ۔ بعض کی کل چیزیں بعض کی جڑ مفید ہے اور پھل۔ یا پتے یا پھول ضرر رساں بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی مجتمع پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتے۔ پھول پھل۔ اور تخم۔ میں جُدا جُدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پاسکتے کہ اُن میں سے ایک خاصیت دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اسقدر اختلافات کے تعجب یہہ ہے کہ تمام اقسام کی نباتات ایک ہی پانی سے سینچی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

یہ ضروریات سے ہے اُن کے اعضاء دو قسم کے ہوتے ہیں بعض کا شمار تو اعضاء
نمو کی ہوتی ہے ان میں سے جڑ۔ تنہ۔ پتے۔ اور بعض کا شمار اُن اعضاء میں کیا جاتا ہے جن سے نسل چلتی ہے جیسے کہ
دیا جاسکے تو اُن میں پھل۔ بیج۔ پھر انہیں تھوڑے سے اعضاء بسیطہ سے ہزاروں ہی قسم کے نباتات مرکب ہوتے
ہیں جن کا شمار اس حساب سے جہاں تک کہ علم نباتات کے جاننے والوں کی رسائی ہوئی ہے اتنی ہزار اقسام سے
کچھ زیادہ ہی ہے۔ انہیں کی بدولت ہمارے پہاڑ۔ ٹیلے۔ ترائیاں۔ باغات سبز نظر آتے ہیں۔ اپنے پھولوں سے
یہ انہیں زینت بخشتی ہیں۔ ہمارے خزانوں کو اپنے میوے اور دانوں سے پُر کر دیتی ہیں۔ ہمارے جسموں
کے لئے پوشش مہیا کرتی ہیں۔ ہمارے گھروں اور کشتیوں کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں۔ ہمارے
مریضوں کے علاج کے کام میں آتی ہیں۔ ہماری آگ کو مشتعل کرتی ہیں۔ ہمارے مال و متاع کی حفاظت
کرتی ہیں۔ کہاں تک کوئی بیان کرے ان کے فوائد تو اس قدر ہیں کہ قلم اُنکے تحریر کرنے میں روانگی سے عاجز آکر چلتے چلتے
کاغذ پر سر رکھ دیتا ہے۔ اور زبان کی گویائی مفقود ہوئی جاتی ہے۔

کیا ان تمام صورتوں۔ اتنی نوع بنوع کی چیزوں اور پھر ان پر اس قدر منافع کے مرتب ہونے اور اتنے اسرار ظاہر ہونے
کی وجہ باوجودیکہ اُن کا اصل مادہ ہی ایک تمام اسباب جو ہر یہ بھی متفق ہیں محض ذرات مادہ کی حرکت قرار پا سکتی ہے
اور وہ بھی اندھا دھند ضرورت کے ساتھ یا مجرد اتفاق جو کہ بالکل بے معنے ہے۔ اسکی وجہ ٹھیر سکتا ہے۔ یا دہ قوانین
قدرت جو کہ نہ تو کچھ جانتے ہی ہیں اور نہ کچھ ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث سمجھے جا سکتے ہیں؟ یا یہ بات ہے کہ
یہ سب اشیاء کسی ذی قدرت اور عجیب طور پر پیدا کرنے والے۔ غالب۔ صاحب حکمت۔ اتنے بڑے جاننے والے کے
پیدا کرنے سے جس کو کہ جتنی چیزیں ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں سب کی خبر ہے موجود ہوئی ہیں؟ بے شک
یہ سارے عجائب و غرائب پکار پکار کے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ضرور عالم کا کوئی بڑا واقف کار خدا
اور ذی حکمت بنانے والا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس امر کا ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے۔

پھر ہر چند کہ نباتات کی ہر نوع خداوندی نعمت ہے جسکے ساتھ خالق سبحانہ نے اپنی خلق پر احسان کیا ہے لیکن
بعض کا شمار نہایت عظیم نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور اُن سے خدا کا بڑا احسان ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی
چیزیں ہیں گو سب ہی تعجب انگیز ہیں لیکن ان میں سے کسی کسی کا تعجب کے اعتبار سے مرتبہ بہت ہی بڑھا ہوا ہے
چنانچہ ہم چاہتے ہیں کہ اسکی کچھ تفصیل ذکر کریں۔

پس سُنئے کہ نباتی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکاہل (پیسفک اوشن) کے
جزائر میں پایا جاتا ہے اسمیں کُروی شکل کے پھل لگتے ہیں جن میں سے چھوٹے سے چھوٹے پھل کا قطر چار
قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک کا ہوتا ہے اُس کا وزن چار سو بیس درہم یعنی ایک ہزار
چار سو ستر ماشہ کا ہوتا ہے اور ہر سال آٹھ ماہ تک برابر اسمیں سے پھل توڑے جاتے ہیں۔ اُن جزائر کے لوگ
اُس قدرتی روٹی پر بسر کرتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گذر کیا کرتے ہیں وہی اُن کی ساری غذا

ہوتی ہے خدا تعالےٰ نے اُنکے لئے بلا کسی مشقت کے جو ہم کو اپنی روٹی کے طیار کرنے میں اُٹھانا پڑتی ہے
اسیکو مہیّا کردیا ہے۔ اس درخت سے اُن کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں اُنکے خوان اس کی لکڑی
کے ہوتے ہیں۔ اُس کی چھال سے وہ اپنے کپڑے بناتے ہیں۔ اُسکے تنہ کی اُن کی ڈونگیاں بنتی ہیں
اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اُس کے اقسام میں سے جو قسم ہیّا ہیّا[عہ] کہلاتی ہے ہند میں بھی
پائی جاتی ہے اُسکے تنہ میں شگاف دیتے ہیں پھر اُس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے ذرا
گاڑھا نکلتا ہے۔ براذل میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسارندوبا) ہے وہ ماہ شباط[عہ] میں پھولتا
ہے اور اوس میں پھل لگتے ہیں جن کا ذائقہ شربت لیموں کا ہوتا ہے۔ اور اوس کے تنہ سے
سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے
اُسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور اُسی سے اون کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

ف دودھ کا درخت ۱۲

اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہند اور افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اوس میں ایسا پھل لگتا ہے جس
کے اندر کا گودا قوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا ہے
نہ اوس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور نہ ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

ف بالائی کا درخت ۱۲

اسی قبیل سے جوز ہندی یعنے نارجیل کا درخت ہوتا ہے۔ اوس میں اتنے منافع پائے جاتے ہیں کہ وہ سب
کسی ایک درخت میں مشکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُس کے پھل سے پکنے کے قبل
شراب بنائی جاتی ہے اور پکنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے
مثل ترکاری کے اُسکے پتے پکتے ہیں۔ اوس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اوس کی
لکڑی اور اوس کے پھل کے چھلکے سے برتن۔ پیالے۔ کٹھرے طیار ہوتے ہیں گھروں میں اوس کی لکڑی
کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اوسکے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اوس کی چھال کے
ریشوں سے کپڑے چھلنیاں بورے اور رسی تیار کئے جاتے ہیں۔ اُسکے پھلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے
اوس کی لکڑی کے برادہ سے لکھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اسکے پتوں سے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا
ہے۔ کھجور کا درخت بھی کثرتِ منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ کم نہیں چنانچہ ہم اُسکے پھل کو دیکھتے ہیں کہ
کلی سے لے کر گدرا۔ اوہ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کھایا جاتا ہے وہ میوہ کا میوہ ہے اور غذا کی غذا
ذخیرہ بنا کر رکھئے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اوس کی لکڑی شاخیں۔ ڈالیاں چھال یہاں تک کہ اوس کی گٹھلی بھی
کام میں آتی ہے۔ گٹھلی کو پیس کر اونٹوں کو کھلاتے ہیں پس اوس منعم حقیقی کی عجب پاک ذات ہے جو اپنے بندوں کو
عجیب غریب نعمتیں عنایت کرتا ہے اور ہر طرح کے احسانات کرتا ہے انواع انواع اور قسم قسم کی اشیا کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔
نباتی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک نباتات کے عجائب حالات کو دیکھ کر

عہ شاید تاڑ یا کھجور کا درخت مراد ہے ۱۲ عہ شباط ایک رومی مہینہ کا نام ہے جو کہ قریب قریب مارچ کے ہوتا ہے ۱۲

ذی حکمت۔ صاحب علم۔ اور بڑے ہی قادر صانع کے وجود پر استدلال کرنے کے سبب سے زیادہ
مستحق علم نباتات کے جاننے والے ہیں جنہوں نے جلدیں کی جلدیں اُس کے حالات کے بیان
میں بھر دی ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ اُسکے احوال سے بحث کرنے میں ایسے مستغرق ہیں کہ اُسکے
کلے کے پھوٹ نکلنے۔ اُسکے بڑھنے اور اوس کے تمام تغیرات سے جوکہ اُس کے بونے کے
وقت سے لے کر انتہا کو پہونچنے تک اوس پر طاری ہوتے ہیں سب سے بحث کرتے ہیں۔
اُس کی نسل کے چلنے اور اوس پیدایشی مادے سے باردار ہونے کی کیفیت جوکہ اُس میں حیوان
کی منی کے قایم مقام ہوتا ہے بیان کرتے ہیں۔
اُس کی جڑ۔ تنہ۔ شاخوں۔ پتوں۔ اُس کے پھل کے غلافوں۔ پھولوں۔ پھلوں۔ اور بیجوں کی ساخت
کی تشریح کرتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کے اعضار اور ان انتظامات کو ظاہر کرتے ہیں جو اُن میں قایم
ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کے خواص۔ کام۔ منافع۔ تغیرات۔ مدت حیات۔ اُنکے انواع کے اختلافات
کو ذکر کرتے ہیں اُنکو قطار۔ گروہ۔ انواع۔ اجناس۔ اور افراد وغیرہ کی جانب منقسم کرتے ہیں۔ ان کا باہمی
فرق ظاہر کرتے ہیں بہرحال یہ ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے عقل دنگ رہجاتی ہے۔ اور اُنکے
پیدا کرنے والے کی قدرت کی عظمت اور اُس کی صورت بنانے والے کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔
پس خدا یعنے پروردگار عالم کی عجب بابرکت ذات ہے علم طبعیات کے جاننے والوں میں سے
علمار نباتات کی نسبت تو عقل مشکل سے تصدیق کریگی کہ اس فرقہ میں بھی خدا کے منکر موجود ہیں اور
کیونکر نہ ہو وہ لوگ تو نباتی دنیا کے بہت سے تفصیلی حالات دریافت کرچکے ہیں۔ اُس کی پیدایش کی
ایک سے ایک باریکیاں دیکھ چکے ہیں جنکے لئے کسی ذی قدرت صانع۔ اور کسی صاحب حکمت۔ اعلےٰ درجہ
کے علم رکھنے والے مدبر کی بڑی ضرورت ہے بغیر اس کے ایسی باریکیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔
ف
پھر اس زمین کے رہنے والوں میں ہم حیوانی دنیا کو دیکھتے ہیں یہ وہ مصنوع ہے کہ عجیب و غریب ہونے
کے اعتبار سے جس کا درجہ بہت ہی عالی ہے۔ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے جس کا مرتبہ بہت ہی بڑھا
ہوا ہے۔ چنانچہ یہاں تو ہم نے نبات کو دیکھا تھا کہ زمین میں جم کر غذا حاصل کرنے اور نمو پانے کے ذریعہ
سے جمادی مادوں کو اُسنے اپنے نباتی ساخت کے مثل بنالیا۔ پھر دفعتاً ہم دیکھتے کیا ہیں کہ حیوان اُسکو منہ میں
رکھ گیا اور اُسنے اُسے اپنے منہ کے آلات کے حوالہ کر دیا۔ اونہوں نے اوسکو چباکر پیسا اور اس طرح کچھ ہضم
کیا پھر اُسنے اُسے اپنے لعاب دہن کے ساتھ ملا ڈالا تاکہ کسیقدر اور ہضم حاصل ہوجائے اُسکے بعد
اُسے نگل کر اپنے معدہ اور امعار میں پہونچایا وہاں پہونچکر حرارت اور ہاضم عرقوں کے باعث سے وہ بالکل
منہضم ہوگیا اور اُس سے ایک غذائی یا پرورش کنندہ مادہ جدا ہوا اور پھر وہ کام وہاں ہونے لگے جن
سے عقل کو حیرت سی ہوگئی اس کے بعد یہ پرورش کن مادہ معدہ اور امعار سے اور اعضار کی طرف چلا

ف علم حیوانات کا بیان اور حیوانات سے عجائب حیوانی کی حکمت سے خداوند کی قدرت پر استدلال

اور اُن اعضا رکے فعل کیوجہ سے طرح طرح پر صورت بدلتا رہا آخرکار وہ خون بنگیا پھر اپنے دوران کی وجہ سے صاف ہوکر بدن حیوان کے حصوں پر منقسم ہونا شروع ہوا اور ہر عضو کی ساخت میں اُس کے ذرے بدل ما تحلل بننے کے لیے داخل ہونے لگے۔ اُس میں سے ایک حصہ حیوان کی منی اور اُس کے تخم کی شکل میں بھی تبدیل ہوگیا پھر حمل قرار پانے کے بعد اُس کی خون بستہ کی شکل ہوئی پھر گوشت کا لوتھڑا بنا اور اوس میں مختلف شکلیں اور صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ اُس کے اعضا میں نمو ہوا اور ہر ایک اپنا اپنا کام دینے لگا یہاں تک کہ وہ مکمل ہوکر اُسی حیوان کے مثل ہوگیا جسکے بدن کے اندر یہ سارے تغیرات ہوتے رہے تھے اور اوس میں حیوانی حیات بھی جو باعث حس ہے حلول کرچکی پھر تو وہ اپنی اصل کے موافق قوت سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ اور لامسہ رکھنے والا حیوان بنگیا اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ جدا ہوتا ہے اور اپنی نوع کے موافق اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اوسے اپنی زندگی بسر کرنے کی تدبیر کے لیے جسقدر ادراک کی ضرورت ہوتی ہے اوسیقدر اوس میں قوت ادراک بھی بڑھتی جاتی ہے اور کبھی یہ قوت اسقدر ترقی کرتی ہے کہ وہ حیوان اوس کی بدولت عاقل۔ عالم حکیم اور مدقق بنجاتا ہے ہر شئے میں اپنی عقل دوڑاتا ہے اور کائنات عالم میں سے بہتیری چیزوں میں تصرف کرنے لگتا ہے وہ باعظمت پیدا کرنے والا بڑا بابرکت ہے جو اس مخلوق کو مٹی اور پانی سے پیدا کرتا ہے اور یہ عجیب الخلقت مخلوق باوجودیکہ نبات کے ساتھ بعض خواص جیسے کہ نمو اغتذا اور توالد میں مشارکت رکھتی ہے لیکن اُس سے اور نبات سے اس بات میں کہ اُس میں ادراک اور حواس ظاہری و باطنی سے احساس کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نبات میں نہیں امتیاز بھی ہے اور ان سب سے بڑھکر جو شے اُس کے لئے باعث امتیاز واقع ہوئی ہے اوس کی عقلی قوت ہے جسکے ذریعہ سے وہ استدلال اور استنباط کرسکتا ہے پھر اُس کی مختلف اجناس۔ انواع۔ اور اصناف کی جانب تقسیم کی جاتی ہے۔ جن کی صفات میں بہت ہی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اوس میں سے بعض بہت ہی بڑے ہوتے ہیں جیسے کہ ہاتھی جسمیں سے بڑے ہاتھی کی بلندی بارہ قدم کی ہوتی ہے۔

اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بلامدد خوردبین کے جس کے ذریعہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے جانداروں کی کائنات کا پتہ لگا ہے نظر ہی نہیں آسکتے اس مخفی مخلوقات کا نام نقاعی[ع] رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ اُس پانی میں دریافت ہوئے تھے جسمیں کہ سبز گھاس بھیگ رہی تھی اور وہ ہزاروں اور لاکھوں ہی ایک قطرہ پانی میں بلا کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے تیرتے رہتے ہیں پھر باوجودیکہ وہ اسقدر چھوٹے ہوتے ہیں تب بھی اون میں حیات ہوتی ہے تمام حیات کے آلات پائے جاتے ہیں۔ وہ اجناس۔ انواع اور اصناف پر منقسم ہوتے ہیں۔ اُن کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں اُن کی بعض قسموں میں

چھوٹے حیوانات خوردبین سے نظر آنے والے حیوانوں کا بیان

ع نقاعی عربی لفظ نقاعہ کی جانب منسوب ہے جسکے معنے خیسانده کے ہیں ۱۲

فاسفورس کا مادہ پایا جاتا ہے جن میں سے بے شمار سمندر کے سطح پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر چمکتے اور روشن ہوتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا سیلاب اوٹھ رہا ہے وہ سب رات دن جاگتے ہی رہتے ہیں کسیوقت سوتے ہی نہیں اور نہ کبھی آپ آنکو حالتِ سکون میں دیکھ سکتے ہیں ہاں جب وہ اپنی اصل سے پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اسوقت ساکن ہوں تو ہوں۔ اور علمار علم حیوانات کی بحث و تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں میں سے سولہ کروڑ کیڑوں کا وزن بھی ایک دانہ گیہوں کے برابر نہیں پہونچ سکتا اور روئے زمین پر جتنے آدمی بستے ہوں گے اُن سے شمار میں کہیں زیادہ یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے صرف ایک قطرۂ پانی میں موجود ہوتے ہیں اور اُن لوگوں نے دیکھا ہے کہ ذرا سی دیر میں ہزاروں کے ہزاروں ہی بچے ان میں سے ایک ایک کیڑے کے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اُن کیڑوں میں قسم قسم کے اعضا ربکثرت پائے جاتے ہیں اُنہیں اپنی غذا حاصل کرنے کی سمجھ ہوتی ہے اُنہیں اتنا تمیز ہوتا ہے کہ نافع چیز کی طرف مائل ہوں اور ضرر رساں سے بھاگیں اور اسقدر ہوشیاری اُن میں پائی جاتی ہے کہ وہ خطروں سے بچتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں اور نہ کوئی کسی سے مزاحمت کرتا ہے۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں ہی ایک قطرۂ پانی میں تیرا کرتے ہیں جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے حرکت کرتے ہیں وہ یہاں تک چھوٹے ہوتے ہیں کہ بعضوں کے قول کے اعتبار سے اُن میں سے ایک نوع ایسی ہوتی ہے کہ جنمیں سے ایک کیڑا اگر دیکھا جائے تو وہ ایک بال کے جسم کے دو ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ٹھیر سکتا۔ اور اس پر بھی ہر ایک میں اوسکی زندگی کے قایم رکھنے کے لئے کافی اعضار موجود ہوتے ہیں پس وہ ذی قدرت پیدا کرنے والا بڑا ہی بابرکت ہے۔

جانوروں کی عمروں میں اختلاف اور قواعد

اور حیوانات میں سے بعض کی عمر بہت ہی بڑی ہوتی ہے اور بعض کی بہت تھوڑی اس طرح پر اُنکی عمروں میں عجب اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک مدت کے ساتھ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ عقل اُس کے لئے اُسی خاص مدت کے ہونے کی کوئی قطعی وجہ نہیں تبلاسکتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے سینگ کے جانوروں کی عمر سینگ والے جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح حرارت والے جانور بودے جانوروں سے زیادہ مدت تک زندہ رہتے ہیں۔ پانی۔ اور خشکی کے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ عمر والے ہوتے ہیں لیکن گدھ۔ کرگس۔ طوطے اور کوّے اتنے ہی دن زندہ رہتے ہیں جتنے دن کہ انسان۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ ایک قسم کا کرگس ہوتا ہے جو دو سو برس تک۔ کچھوا دو سو بیس برس تک۔ ہاتھی سو برس سے زائد زندہ رہتا ہے اور خشکی میں رہنے والا اور آبی مینڈک اُن جانوروں سے جو اُسکے برابر ہوتے ہیں زیادہ دن تک جیتا ہے اور کسی نے تو ایک مینڈک کی چھتیس سال تک نگہداشت کی تھی اور اُس میں ضعیفی کی کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ گھوڑا غالباً تیس سال تک زندہ رہتا ہے اور ابتک تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ کوئی گھوڑا ساٹھ برس کی عمر تک پہونچا ہو۔ بکری کی اوسط عمر پندرہ برس کی اور کتے کی اوسط عمر بیس برس کی ہوتی ہے اسی طرح کیا چھوٹے اور کیا بڑے ہر حیوان کی ایک خاص عمر ہوتی ہے اور اُن کی عمر کی درازی اور کوتاہی انکے مسکن اور طریقۂ گذران پر یا جسم کے بڑے اور چھوٹے

ہونے پر یا اسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے
کہ کوئی مخصص پایا جائے جو ان میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ اُن کا پیدا کرنے والا
ہی ٹھیر سکتا ہے جس نے انکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے اُنکی تخصیص کر دی۔ وہ جو چاہتا
ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر
کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں ہر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور
اُسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں یا وہ اُسکے دونوں بازو
قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اُڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیر ہوتے ہیں اور بعض کے
اس سے بھی زیادہ کئی کئی دہائیوں تک نوبت پہونچ جاتی ہے جیسے کہ کنکھجورا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل
اُن چھلکوں کے ذریعہ سے جو اُس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے
کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں۔ بعض اپنے مُنہ سے۔ بعض چونچ سے۔ بعض ناک
سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک لسدار مادہ
لگا کر نکالتا ہے۔ اس طرح وہ مکھی وغیرہ کو ہوا سے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹ کر
بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تمام خلقت بھی ہو جاتا ہے اُسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودھ پلانے والے
حیوانات کا حال ہے۔ اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا پورا سامان مہیا رہتا ہے
اور اسکے اندر اس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے بعض
کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی منی ہوا سے محفوظ رہکر شکم میں نہ پہونچے حمل قرار ہی نہیں پا سکتا کیونکہ ہوا کے لگنے
سے اسمیں خرابی آجاتی ہے بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈال دیتی ہے
اُسکے بعد نر اپنی منی کو اُس پر گرا دیتا ہے اور اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ اُنکی
منی پانی یا ہوا سے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دو یا زیادہ پستانوں سے دودھ پلاتے
ہیں جس کو اُن کا پیدا کرنے والا اُس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بھراتے ہیں جیسے کہ کبوتر۔
بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور اُن کی غذا اُنکو بتلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات
میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اُسوقت ہوا کرتا ہے جبکہ بچے ابتدائے پیدائش
میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑیوں۔ کبوتروں اور انسان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ
کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اُسکے لئے اُسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا
اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کر لیتی ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ بچے اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے
پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور چکور۔ بعض اپنے بچوں کے لئے عجب کیفیت کا گھونسلا بناتے ہیں خواہ درختوں میں کھود کر یا مٹی یا
کسی اور طور پر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لادے پھرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور امریکا میں ہوتا ہے جو

جو چیونٹیوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو ایک تھیلی میں لئے پھرتے ہیں جو کہ اُن کے پیٹ کے پاس
ہوتی ہے غذا تلاش کرنے کے وقت اوسمیں سے نکال لیتے ہیں اور سونے کے وقت پھر اوسی میں رکھ
لیتے ہیں وہ آسٹریلیا میں ایک قسم کا جانور ہوتا ہے بعض کے فضلہ اور بیضہ کے نکلنے کا ایک ہی
راستہ ہوتا ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بعض حیوانات کے جفتی کھانے کا ایک وقت معین ہوتا ہے بعض
کی جفتی کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا بعض جفتی کے وقت مادہ کے اوپر آجاتے ہیں بعض اپنی مادہ کی دم
سے دم ملاکر جفتی کھاتے ہیں بعض اپنی مادہ کے پہلو سے پہلو ملاکر رگڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ انڈے
دیدیتی ہے اور اُنکے اوپر نر اپنی منی کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں
کا حال ہے۔ بعض کے انڈوں کے نقوش اُن کے رنگوں کے مشابہ ہوتے ہیں جیسے کہ چکور
اور بعض ہندی مرغیاں کیونکہ اُن کے بیضوں میں رنگ برنگ کے خطوط ہوتے ہیں جو کہ اُنکے پروں
کے رنگ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض کے انڈے سفید یا کسی اور رنگ کے ہوتے ہیں
جنکو اُنکے پروں کے ساتھ ذرا بھی مشابہت نہیں ہوتی۔ پھر یہ انڈے شکل۔ مقدار۔ اور ہیئت کے اعتبار سے مختلف
طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے بعض بڑے بعض چھوٹے۔ بعض کسی اور طرح کے بعض
حیوانات کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض کے زیادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعداد نہایت
ہی عظیم ہوتی ہے۔ بعض کا بدن پروں سے ڈھکا ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی سے
محفوظ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مضبوط ساخت کے سبب سے اوس کے اُڑنے کے لئے بھی موزوں
ہوتے ہیں۔ آیئے ہم کسی طائر کے دونوں بازوؤں کے پروں کو دیکھیں چونکہ پروں کے لئے یہ ضروری امر
ہے کہ وہ اُڑنے میں اُنکے بدن کے اُٹھانے کے لئے کافی مقدار پھیلیں۔ اسلئے آگے کے دبیز پر
پولے بنائے گئے ہیں تاکہ اُڑنے میں ہلکے معلوم ہوں۔ لیکن باوجودیکہ وہ پولے ہوتے ہیں۔ اُن کا مادہ
ایسا مضبوط اور لچدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ صدمات کے متحمل ہوسکتے ہیں اور آسانی سے ٹوٹتے
نہیں اور ان میں سے پچھلے پر ایک نہایت ہلکے گودے کے مثل مادّہ سے بھرے ہوتے ہیں جن کا اُٹھانا
کبھی گراں نہیں گذرتا۔ یہ عجب حیرت انگیز انتظام کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھکر عقل اوسکے بنانے والے کی
حکمت کا یقین کر لیتی ہے۔ علاوہ بریں ایک جانور ایسا بھی ہوتا ہے جسکے باوجودیکہ پر نہیں ہوتے لیکن اُسے
بھی اُڑنے کی قوت عنایت ہوئی ہے اس جانور کے بدن پر روئیں ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازو پتلی جھلی
کے بنے ہوتے ہیں جنسے کہ وہ اُڑا کرتا ہے۔ تمام پرندوں کے خلاف اوس میں یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ
اُسکے بجائے چونچ کے منہ ہوتا ہے جس میں دانت موجود ہوتے ہیں اور اوسکے دونوں بازوؤں پر ہتھیلیاں
بھی لگی ہوتی ہیں اس جانور کا نام چمگادڑ ہے جسمیں کہ دودھ پلانے والے جانوروں کے خواص پائے جاتے
ہیں۔ چنانچہ اوس کو اُنکے ساتھ شکل اور منی کے اعتبار سے مشابہت حاصل ہوتی ہے اُنہیں کی

طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُنسے فرق اسبابت میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑتا ہے۔ وہ ذات نہایت بے ہمتا اور بے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور نہ اُس کی قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے اُسکی پابندی کرنا پڑتی اور وہ اُسکی مخالفت کرنے پر قادر نہ ہو سکتا بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دیتا ہے۔ حیوانات میں سے کسیکا بدن اونسے چھپا ہوتا ہے کسیکا بالوں سے۔ کسیکا رُوؤں سے۔ کسیکا ہڈی سے جیسے کہ کچھوا۔ کسیکا چھلکوں سے اور کسیکی کہال پر کچھ نہیں ہوتا صاف نظر آتی ہے۔ پہر حیوانات کی شکل اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض گولائی لیئے ہوئے۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے۔ بعض کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور پیر چھوٹے جیسے کہ زُرّافہ[ع] بعض کی شکل اسکے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے کہ خرگوش۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے۔ بعض کی لمبی یہاں تک کہ کسی کسیکی تو گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ رسی کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو عصفور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دو ہی آنکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض مکڑیوں میں پائی جاتی ہیں۔ بعض کے دُم ہوتی ہے بعض کے نہیں۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کے گول۔ پہر حیوانات میں سے بعض کے سُم ہوتے ہیں۔ بعض کے کھُر۔ بعض کے خف جیسے کہ اونٹ کے۔ بعض کے قدم۔ بعض کے پنجے بعض حیوانات میں اوجھڑی دیکھی جاتی ہے تاکہ نباتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں پرورش کے لیئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پرورش کے لیئے بہت تہوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے۔ بعض حیوانات کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض کے دانت اپنی غذا یعنے نباتات کے چبالینے کے لائق ہوتے ہیں۔ پہر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ کیجیے مخصوصاً انسان میں اور جس ترتیب سے کہ وہ رکھے گئے ہیں اوسکو دیکھنے سے اہل نظر کو تو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت مُنہ میں سامنے کو رکھے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی وجہ سے اُن چیزوں کو جنکے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اُسکے پاس ہی نوک دار کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لیئے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی کہے دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کداری کے مثل ہوتے ہیں اور اُنسے ملی ہوئی داڑہیں واقع ہوئی ہیں جو کہ نظر سے

ع زرافہ بضم اول و تشدید ثانی و فا و نزد بعضے بفتح اول حیوانیست کہ اشتر گاؤ و پلنگ نام دارد چہ گردنش بگردن شتر ماند و سمش بہ گاؤ و رنگش بہ پلنگ و دمش بدم آہو و دندانش بدندان خر و ہر دو دست دراز و ہر دو پائے کوتاہ ۱۲ غ۔

پوشیدہ رہتی ہیں اور اس وضع کی بنائی گئی ہیں جن سے باریک کرنے اور پیسنے کا بخوبی کام نکل سکے
پس اب دیکھیے کہ اگر ان کی یہ ترتیب بدل دی جاتی داڑہیں منہ میں سامنے کو ہوتیں اور کاٹنے والے دانت
پیچھے کو تو غذا کے کھانے میں کیسی دقت پڑتی اور منہ بھی عجب بدصورت نظر آتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا
بنانے والا بڑا ذی حکمت اور اعلے درجہ کی واقفیت رکھنے والا (خدا) بے مثل ہے۔ اس میں ذرا بھی نقص نہیں
پھر اگر حیوانات کے آلات کے اختلاف پر نظر ڈالیے تو عقل حیرت میں آجاتی ہے۔ چنانچہ پنجے۔ دانت۔
سینگ۔ سونڈ۔ ڈنک۔ زہر قاتل اور نہایت ہی ناگوار ہوا جیسے کہ ظربان؎ میں دیکھی جاتی ہے پائے
گئے ہیں۔ پھر حیوانات کے غذا حاصل کرنے کے مختلف طریقوں اور تدبیروں کو اگر دیکھا جائے تو
سمجھنے والے کو عجب حیرت ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اپنے بدن سے ایک مادہ نکال لیتے ہیں اور اوس کو جال
کے مثل بنا کر مکھی وغیرہ کے پھانسنے کے لئے لگا دیتے ہیں اس طرح پر اس کا شکار کر لیتے ہیں جیسے
کہ مکڑی۔ بعض بالو میں گڑھا کھود کر اسکے نیچے چھپ رہتے ہیں۔ اور جب ان کے شکار کے اقسام
میں سے کوئی جانور اس میں گر پڑتا ہے تو وہ فوراً شکار کر لیتے ہیں۔ اور جب اس میں کوئی ایسی چیز
گر پڑتی ہے جو ان کی غذا کے قابل نہیں تو اوسکو عجب طرح کی حرکات سے گڑھے کے باہر نکال دیتے ہیں
اس قسم کا ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے جو ریت میں پایا جاتا ہے اس کو بعض لوگ اسد النمل کہتے ہیں بعض
مکھی کے مثل چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جو ہوا میں اڑا کرتے ہیں جھپٹ لیتے ہیں جیسے کہ ابابیل
بعض اپنی غذا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے زمین کھودتے ہیں بعض درخت پر چڑھ جاتے ہیں بعض پانی میں غوطہ لگاتے
ہیں۔ بعض میدانوں میں چکر لگایا کرتے ہیں۔ بعض اپنے شکار کے مسکن کے در پر کھڑے رہتے ہیں اور ایسی سخت
بدبودار ہوا نکالتے ہیں جس سے کہ وہ مر جاتا ہے پھر اسے کھا لیتے ہیں جیسے کہ ظربان کا گوہ کے ساتھ حال ہے
پھر حیوانات کی غذا کے اختلافات کھانے اور جمع کرنے کی کیفیت کو دیکھئے تو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی
ہے چنانچہ بعض تو دانے کھاتے ہیں بعض تنکے بعض پھل بعض گوشت بعض کیڑے مکوڑے کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں بعض کی غذا نہایت ہی
نفیس ہوتی ہے۔ بعض کو نہایت ہی خراب گندی اور ناپاک غذا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سور کو۔ بعض
اپنی غذا کو یونہیں نگل جاتے ہیں۔ بعض چبا لیتے ہیں۔ بعض اپنی خوراک کو جمع کر کے نہیں رکھتے بعض
جاڑوں کے لئے اپنی غذا گرمیوں میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر جمع بھی عجب تدبیر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے
کہ شہد کی مکھی اور چیونٹی کا حال ہے چیونٹی کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب اس کی ذخیرہ کردہ اشیا کو زمین
کی رطوبت کا اثر پہونچ جاتا ہے تو وہ اوسے آفتاب کی روشنی میں نکال لاتی ہے یہاں تک
کہ اوس کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے۔ وہ دانہ میں سوراخ کر دیتی ہے تاکہ رطوبت کے باعث
سے جمع کردہ اُگ نہ آئے اور بعض بعض دانوں میں کئی کئی سوراخ کر دیتی ہے کیونکہ اسے

؎ ظربان ایک جانور بلی کے برابر ہوتا ہے جس سے سخت بدبو آتی ہے ۱۲-

اتنا ادراک حاصل ہے کہ ایک آدہ سوراخ انہیں اُگنے سے روک نہیں سکتا جیسے کردہنے کا حال ہے - پس وہ پیدا کرنے والا بڑا ہی بے مثل ہے جسنے یہ امر کہلے طور پر سمجہادیا - پہر اونکے رنگوں کے اختلاف نظر کوتہ سے ہی چہپے معلوم ہوتے ہیں اور اونسے عقل حیرت میں رہ جاتی ہے - چنانچہ وہ سفید سرخ - زرد - نیلگوں - سیاہ - اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش دیکھے جاتے ہیں پہر اگر ہم ایک نوع کو دیکہتے ہیں کہ اوسکے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقش رکہنے کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں جیسے کوا چکارا اور عصفور کی ایک مختلف اقسام تو دوسری نوع کو کیا دیکہتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے اوسکے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گہوڑا اور مرغی - بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت یا انتظام کے ساتہہ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی کبوتر اور بلی میں دیکہا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو ہی جاتی ہے -

چنانچہ ایک اہل سائنس میں سے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے منقش ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے سنی ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ میں عرصہ تک درختوں کے سایہ میں بیٹہا کرتا تہا اور شاخوں میں سے گذر کر آفتاب کی شعاعیں اوسپر پڑا کرتی تہیں اسلئے اُسکی جلد پر اس طرح کے نقش بنگئے مجہے امید ہے کہ یہ معلل صاحب اسکی بہی کوئی وجہ بیان کرسکیں گے کہ طاؤس کے پروں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرخی وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر بنگئیں - اور اسکی کیا وجہ ہوئی کہ مرغی کے ہر ہر فرد کے نقش و نگار ایک نئے طرز کے نظر آتے ہیں - جسکی نظیر اسی نوع کے بکثرت افراد کی دیکہہ بہال سے ہی مشکل سے ملے گی -

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں - اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے منقش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالے نے اسی سبب سے اوس میں یہ رنگ پیدا کردیا ہو جیسے کہ اوس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ اسباب پر مسببات کو مرتب کردیتا ہے لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پہر اُنکے لئے واہی تباہی وجہیں تراشی جائیں بلکہ ہر علت کو خالق سبحانہ کے فعل کی طرف راجع کرنا چاہئے ورنہ پہر میں ان سب کی وجہیں پوچہہ پوچہہ ناک میں دم کردوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پہر میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے اسکی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہر آتا ہے - اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جسکے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہیں - بعض ایسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی جم کر رہ جاتی ہے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس - زرافہ - اور بعض بعض مرغ - اور سچ پوچہئے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر ہے

وہ بھی حیران رہجاتی ہے۔ ہوش جدا اُڑ جاتے ہیں۔ دل قابو میں نہیں رہتے۔ بڑے بڑے عقلاء کی عقلیں جواب دیدیتی ہیں۔ بڑے بڑے زبردست اور حکومت والوں کی شان و شوکت بھی کام نہیں آتی۔ اپنی بھی حسینوں کا رعب اپنا قبضہ کرہی لیتا ہے بھلا بتلائیے تو بھی کہ بندروں میں بھی اس کا نام و نشان کہیں پایا جاتا ہے؟ قسم اسکے حق کی جس نے آنکھوں کو ایسا جادو بھرا بنایا اور پیشانی کو گیسوؤں سے زینت بخشی۔ ہرگز نہیں اب اُن لوگوں کی عقلوں کو آفریں کہئے جو انسان اور بندر دونوں کو ایک ہی اصل سے بتلاتے ہیں۔

اور بعض حیوان تو ایسے ہوتے ہیں جنکو دیکھکر بدن کے روئیں کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل کانپ جاتے ہیں جیسے کہ بھیڑ۔ اژدہا۔ جنگلی سور وغیرہ۔ بعض کو مادہ کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے بعض کو نہیں۔ بعض اپنی غذا تنہا رہکر تلاش کر لیتے ہیں۔ بعض کے گروہ کے گروہ ملکر جستجو کیا کرتے ہیں۔ بعض کا مجتمع ہونا جمہوری انتظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض کا اجتماع کی حالت میں شاہانہ انتظام ہوا کرتا ہے۔ اُن میں سے کچھ پہرے پر مقرر ہوتے ہیں۔ کچھ راہبر اور جستجو کرنے والے۔ پانی اور گھاس کی تلاش میں آگے آگے جاتے ہیں حیوانات کے اخلاق اور عادات میں بھی عجب اختلاف پایا جاتا ہے اس بارہ میں تو متعدد کتابیں بھی تالیف ہوئی ہیں چنانچہ کوئی تو بڑا دلیر ہوتا ہے۔ کوئی بودا۔ بعض انسان سے جلد مانوس ہوجاتے ہیں بعضوں کے لئے مدتیں درکار ہوتی ہیں ایسی ہی اور بہت سی باتیں ہیں۔ اسی طرح اُن میں قوت اور ضعف کے لحاظ سے اختلاف ہوا کرتا ہے بعض کو اگر غذا نہ ملے تو اسکو بھی برداشت کر سکتے ہیں بعض ایسے نہیں ہوتے بعض خارجی صدمات کا پورا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بعض اسکے متحمل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ اگر اُنکے حرام مغز میں ذرا سی سوئی بھی چبھو دی جائے تو وہ فوراً مر جائیں۔ اور زندگی رخصت ہوجائے جیسا کہ انسان کی نسبت کہا جاتا ہے اور کسی کی یہ حالت کہ اگر اسکے تین تین ٹکڑے بھی کر دئے جائیں۔ سر الگ۔ دھڑ الگ۔ دُم الگ۔ اور پھر چند روز تک اُسے یونہیں چھوڑ دیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ سر میں دھڑ اور دُم نکل آئی ہے۔ دھڑ میں سر اور دُم اگ آئے ہیں اور دُم میں سر اور دھڑ دونوں کے دونوں لگ گئے ہیں اور اُن میں ہر ایک ٹکڑا پورا جانور بنگیا ہے اور سب سے پہلے سر میں باقی چیزیں لگ کر پورا جانور بنجایا کرتا ہے۔ اس قسم کا چھوٹے چھوٹے جانوروں میں ایک جانور ہوتا ہے جس کا نام ہیڈرا ہے۔

پس یہ سارے اختلافات اس بات کی کھلی کھلی دلیلیں ہیں کہ اس حیوانی دنیا کے بنانے والے پر کوئی قدرتی قانون حکومت نہیں چلا سکتا اور نہ کوئی ضرورت اس بات پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنی ایجاد میں کسی ایک طریقہ کا پابند ہوجائے بلکہ وہ نہایت ہی وسیع القدرت اعلٰے درجہ کا علم رکھنے والا اور بڑا ہی مدبر اور منتظم ہے وہ اگر ایک نوع کو کسی کیفیت پر پیدا کرتا ہے جو اسکی زندگی اور نظام حیات کے قایم رکھنے کے لئے کافی ہو اور اُس سے اُسکی صورت کی پوری زینت ہوگئی ہو تو وہ دوسری نوع کو ایسی کیفیت پر بناتا ہے جو پہلی کیفیت کے بالکل مخالف ہو اور پھر وہ اُس کی زندگی کے قایم رکھنے اور اُسکے مکمل بنانے کے لئے ویسی ہی کافی ہوتی ہے۔

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ عقلیں متنبہ ہو جائیں اور لوگوں کے افہام کو چونکا دیا جائے کہ یہ سمجھ لو کہ عالم کا بنانے والا فاعل مختار ہے اُسے کوئی شئے عاجز نہیں کرسکتی اور نہ اُسکے کامل علم سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ تمام اُن بیجا باتوں سے جنھیں جاہل لوگ بکا کرتے ہیں۔ بالکل پاک اور مُبرا ہے۔

پھر حیوان کی جو چیز دیکھیے اُس کی عجیب و غریب ترکیب۔ اوسکے ظاہری اور باطنی حواس اور اعضا رکی ساخت ہر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُسکے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پھر اُن کا بے شمار فوائد در مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جنسے عقل کو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے۔ افہام حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات وضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا ضرور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم رکھنے والا مدبر ذی حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر کروں جن پر کہ علم تشریح اور علم فزیالوجی جاننے والوں کو آگاہی ہوئی ہے جن کا کام یہ ہے کہ اعضاء حیوانات کی حقیقت۔ اُن کی ساخت۔ اُنکے افعال۔ اور اُنکے فوائد و اغراض سے بحث کریں۔

ف پس میں کہتا ہوں کہ جب تمام حیوانات خصوصاً انسان کے حواس خمسہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مضبوطی اور استحکام کے اعلےٰ درجوں پر پہونچے ہوئے ہیں جس وضع پر کہ وہ موجود ہیں اُسکے اعتبار سے وہ سراسر حکمتوں اور کھلے کھلے فائدوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ اتفاقی طور پر یا علے وجہ الضرورۃ بن گئے ہوں۔ بلکہ وہ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ جنے حیوانات کو وہ حواس دئیے ہیں اُسنے اپنی مخلوقات پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

ف چنانچہ بصر ایک قوت ہے جو آنکھ کے ایک مجوف پٹھے میں رکھی ہوئی ہے اور وہ دماغ سے جاکر نکلا ہے تاکہ جو چیزیں دیکھی جائیں اُن کی صورت وہاں تک پہونچاوے اور پھر نفس اُن کا ادراک کرے۔ پھر آنکھ کو دیکھیے وہ اسباب کا آلہ ہے جسمیں روشنی کے ذریعہ سے صورتیں مرتسم ہوں وہ تمام آلات بصری سے مضبوطی اور صحیح ہونے میں زیادہ مکمل ہے کیونکہ وہ غلطیاں جو تمام آلات بصری میں واقع ہوا کرتی ہیں اسمیں نہایت ندرت اور مشکل سے واقع ہوسکتی ہیں کسی چیز کے صاف طور پر دیکھ لیے جانے کا فیصلہ خود اوسی سے ہوجاتا ہے وہ اُس ہڈی کے جوف میں رکھا ہوتا ہے جس کو حلقۂ چشم کہتے ہیں۔ اُس کی ترکیب میں تین طبقے اور تین رطوبتیں شامل ہیں لیکن رباط۔ ورید اور شریان کی رگیں جھلی اور عضلے جن کی اُسکو ضرورت ہے وہ اُنکے علاوہ ہیں۔

اب طبقات کا حال سنئے پہلے کا نام صلبہ ہے وہ ایک لچک دار مضبوط اور دھندلا پردہ ہے جسکے آر پار

ف اناٹمی اور فزیالوجی یعنی علم تشریح اور علم افعال الاعضاء کے موافق حواس خمسہ ... ہمکو علم تشریح اور ... خداوندی کی حکمت اور قدرت پر استدلال ۱۲

ف ابتدا اور اسکے طبقات ... کیفیات وغیرہ کی ... تشریح الصدور ... ۱۲

روشنی نہیں جا سکتی اور نہ اُسکے اُدہر کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔ وہ باقی طبقوں اور ساری رطوبتوں پر اسلیئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہیں اُن کی اوضاع اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اُسکے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے محدب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گھڑی کے شیشہ کی سی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اوترا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گھڑی کا شیشہ پیتل کی چوڑی میں اُترا رہتا ہے اس قطعہ کا نام قرنیہ ہے۔

دوسرے طبقہ کا نام مشیمیہ ہے وہ سیاہ رنگ کا مخمل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے جو صلبیہ اور شبکیہ کے بیچ میں رہتا ہے۔

تیسرا طبقہ شبکیہ کہلاتا ہے۔ اُسکی ساخت آنکھ کے اُس پٹھے کے پھیل جانے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دماغ سے نکلکر آنکھ کے پچھلے حصہ سے اسمیں داخل ہو جاتا ہے اب رطوبتوں کو لیجیے پہلی رطوبت کو رطوبت مائیہ کہتے ہیں وہ پتلی صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرنیہ کے اُدہر ایک گڑھے میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور اُس گڑھے کو ادہر اُدہر سے ایک پردہ گھیرے ہوتا ہے جسکے بیچ میں ایک سوراخ پایا جاتا ہے۔ اور اس پردہ کا نام قزحیہ ہے اوس کا رنگ سیاہ یا نیلگوں یا سیاہ مائل بہ بھورے یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سوراخ کو عربی میں بوربور کہتے ہیں۔ دوسری کا نام رطوبت بلوریہ ہے وہ ایک لچکدار چکنا اور مسور کی طرح دونوں طرف سے محدب جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قزحیہ کے اُدہر کہار رہتا ہے۔ تیسری رطوبت کو رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور لسدار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلوریہ کے اُدہر جسقدر خالی جگہ بچتی ہے۔ اوسکو بھرتا ہوا شبکیہ تک پہنچ جاتا ہے پھر جس چیز کیوجہ سے دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرتسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ اُن چیزوں پر جنھیں کہ ہم دیکھتے ہیں گرتی ہے۔ اور اونسے منعکس ہوکر آنکھوں کے اندر پہونچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو لیجاتی ہے۔ اور پھر اُنہیں مرتسم کر دیتی ہے۔ لیکن خداوندی حکمت آنکھ کے ترتیب دینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضا کے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے۔ اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پھیل کے رہجاتیں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور کھرکھرے جسم پر گرتی ہے تو اُس سے منعکس ہوجاتی ہے اور اُس کی صورت مقابل کی شئے پر مرتسم کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کردہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کرکے مقابل کے جسم تک پہونچتی ہے تو صورت کو اوس پر غیر واضح طور پر مرتسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعاعیں جسقدر دراز ہوتی جاتی ہیں اوسیقدر وہ پھیلتی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑہتی جاتی ہے اسلیئے مقابل کے جلا کردہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھیے کہ یہ نوری خطوط اسیوقت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی مسور کی شکل کے شفاف جسم سے گذریں یعنی مسور کی طرح اسکی دونوں جانب محدب اور

ابھری ہوئی ہوں یا ایک جانب محدب اور دوسرا برابر ہو یا ایک جانب محدب اور دوسرا مقعر ہو۔ پھر ایسی شکلوں میں گذرنے کیوجہ سے جو ان خطوط میں اجتماع آجاتا ہے وہ زیادہ تر وسط میں پایا جاتا ہے۔ ان اشکال کے کناروں پر اس درجہ کا اجتماع موجود نہیں ہوتا خصوصاً جبکہ وسط کناروں سے زیادہ دبیز بھی ہو۔

اسی طرح یہ نوری خطوط اسوقت بھی مجتمع ہوجاتے ہیں جبکہ وہ کسی لطیف جسم میں سے گذرنے کے بعد کسی کثیف اور شفاف جسم پر سے گذریں اور یہ بات اسوقت نہیں پائی جاتی جبکہ پہلے وہ کسی کثیف جسم سے گذر کر پھر ایسے جسم سے گذر جائیں کہ جسمیں پہلے سے کسیقدر کم کثافت پائی جاتی ہو کیونکہ اسوقت یہ نوری خطوط پھیلنے لگتے ہیں اور باہم ان میں دوری آجاتی ہے۔ پھر یہ دیکھیئے کہ سیاہ رنگ کے علاوہ جتنے رنگ ہیں سب سے نور منعکس ہوتا ہے ہاں سیاہ رنگ سے منعکس نہیں ہوتا ہے.............. کیونکہ وہ اسکو پی جاتا ہے اور جذب کرلیتا ہے اسلیئے اس سے انعکاس نہیں ہوسکتا چنانچہ وہ جسم جو سیاہ یا اسکے قریب قریب کوئی رنگ رکھتا ہو تو اسکے آر پار نور نہیں جاسکتا ہے لیکن یہ سارے رنگ نور کو چوستے اور اوس کو ہلکا کردیتے ہیں جنمیں سے سیاہ رنگ نور کے جذب کرنے اور چوس لینے میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر نوری خطوط کے مجتمع ہونے کے بعد وضع طور پر اسوقت صورت مرتسم ہوسکتی ہے جبکہ وہ جسم جس پر صورت مرتسم ہوتی ہے اس جسم سے جس سے کہ نور منعکس ہورہا ہے یا جسکے اندر سے وہ نفوذ کررہا ہے ایک خاص دوری پر واقع ہو۔

جب یہ چارہ امور قرار پاچکے اور آپ نے روشنی کے قوانین مذکورہ سے واقفیت حاصل کرلی تو اب آیئے ہم دیکھنے کی کیفیت کی تشریح بیان کریں پس ہم کہتے ہیں کہ جب روشنی ان چیزوں پر پڑتی ہے جو کہ نظر آتی ہیں تو اوسنے منعکس ہوتی ہے اور اوسکے خطوط آنکھوں میں جاکر طبقہ شبکیہ پر ان کی صورتوں کو مرتسم کردیتے ہیں اور وہ ان کو احساس کرکے دماغ تک پہونچا دیتا ہے لیکن شے مرئی سے منعکس ہونے کی وجہ سے نوری خطوط منتشر ہوگئے ہیں پس اگر بغیر اجتماع کے اسی طرح پر شبکیہ تک پہونچتے تو ضرور وہاں پہونچنے کے وقت منتشر اور پھیلے ہوئے ہوتے اور واضح طور پر اس کی صورت کو مرتسم نہ کرسکتے اسلیئے خداوندی حکمت نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ نور آنکھوں میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے قرنیہ سے ملتا ہے اور اس سے نفوذ کرکے آگے جاتا ہے اور چونکہ اس کا بیرونی رخ محدب اور اندرونی مقعر ہوتا ہے اسلیئے نوری خطوط میں کسیقدر اجتماع حاصل ہوجاتا ہے اسکے بعد وہ رطوبت مائیہ سے نفوذ کرتا ہے اس میں بھی چونکہ کثافت پائی جاتی ہے اسلیئے اس میں سے نفوذ کرتے وقت بھی نوری خطوط میں زیادہ اجتماع آجاتا ہے اور وہ باہم ملجاتے ہیں تاکہ صورت مرتسم کرنے کی ان میں قابلیت آجائے لیکن جبکہ طبقہ شبکیہ جس پر صورت مرتسم ہوا کرتی ہے مقعر ہوتا ہے پس جو سارے خطوط جو رطوبت مائیہ سے گذرے ہیں اگر اسی قدر اجتماع کے ساتھ شبکیہ تک پہونچتے تو ضرور تھا کہ وہ اسکے وسط اور دونوں جانب صورت کو مرتسم کرتے پس اوسوقت وہ پھیلی ہوئی اور منتشر ہوتی خصوصاً اس حالت میں جبکہ نور بکثرت ہوتا اور اپنی کثرت کیوجہ سے نگاہیں چکاچوند ڈالدیتا اسلیئے باحکمت خدائے پاک

نے اس بات کا انتظام کیا اور رطوبت مائیہ کے پیچھے پردہ قرحیہ کو رکھدیا جسکے وسط میں حلقہ کے مثل ایک سوراخ پایا جاتا ہے جسکو عربی اصطلاح میں بُؤبُؤ کہتے ہیں اور اُسکے وسیع اور تنگ ہونے کو ان عضلات کے سبب سے جنکے ساتھ یہ پردہ لگا ہوا ہے دیکھنے والے کے ارادہ کے تحت میں کردیا ہے تاکہ دیکھنے والا اوس نور میں سے جو کہ رطوبت مائیہ سے نفوذ کرتا ہے جس مقدار کی ضرورت ہو داخل کر سکے چنانچہ جب نور کم ہو تو اُسے وسیع کرلے اور پھیلالے تاکہ کافی مقدار نور کی داخل ہوسکے اور جب نور بکثرت پایا جائے تو وہ اُسے تنگ کرلے تاکہ صورت پراگندہ نہ ہونے پائے پھر اطراف قرحیہ کا رنگ کبھی سیاہ ہوتا ہے کبھی نیلگوں کبھی سیاہ مائل بسرخی یا اسکے علاوہ بہرحال وہ ایسا ہوا کرتا ہے جو نور کے نافذ ہونے کو روکے اور اسکو جذب کرکے خفیف بنادے تاکہ وہ نوری خطوط جو بُؤبُؤ کے گرد اطراف قرحیہ پر واقع ہوں وہ نفوذ نہ کرسکیں کیونکہ اگر وہ اطراف شبکیہ تک پہونچ جائیں گے تو صورت پریشان ہوجائیگی جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں پھر یہ خطوط رطوبت بلوریہ میں سے جسکی دونوں جانب محدب ہوتی ہیں نفوذ کرتے ہیں اسکی وجہ سے بھی اُن میں پہلے سے اور زیادہ اجتماع آجاتا ہے خصوصاً وسط میں کیونکہ بلوریہ کا وسط اُسکے اطراف سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اور ذی حکمت اور خبیر خدا نے اس بلوریہ کو بھی دیکھنے والے کے ارادہ کے تابع بنایا ہے تاکہ اُسکے تحدب یعنے ابھار کو بڑھا گھٹا سکے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جسم سے کہ یہ خطوط نفوذ کرتے ہیں اُسکا تحدب جسقدر بڑھتا جاتا ہے۔ اوسیقدر ان نوری خطوط میں اجتماع آتا جاتا ہے اور جتنی کہ اُسکے تحدب میں کمی ہوتی جاتی ہے اُتنی ہی اُنکے اجتماع میں بھی کمی واقع ہوتی جاتی ہے پس دیکھنے والے کو جسقدر ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی اُسمیں تصرف کرلیتا ہے کبھی اُسکے تحدب کو بڑھا لیتا ہے کبھی کم کرلیتا ہے اسکے بعد یہ خطوط رطوبت زجاجیہ میں سے ہوکر گذرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے اُن میں اتنا زیادہ اجتماع آجاتا ہے جو کہ صورت کے واضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے کافی ووافی ہے اور اس رطوبت کی دبازت کی مقدار اُس مسافت کے لئے جسمیں کہ نور قرحیہ میں داخل ہونے اور اُس سے اور اُسکے بعد والی رطوبت وغیرہ سے لے کر شبکیہ تک پہونچنے کے وقت تک ممتد ہوتا ہے بالکل کافی ہوتی ہے پھر جب یہ خطوط ان اجتماعات کے بعد شبکیہ تک پہونچتے ہیں اور اوس پر صورت کو مرتسم کرتے ہیں تو بباعث اُسکی شفافیت کے اُسمیں سے ان خطوں کی ایک مقدار نفوذ کرکے صلبیہ پر جاکر واقع ہوتی ہے اور اس غرض سے کہ وہ خطوط اوس سے منعکس ہوکر کہیں ان شعاعوں سے متصادم نہو جائیں جو کہ باہر سے آرہی ہیں اور اس طرح پر صورت پراگندہ ہوجائے خدائے حکیم نے جسکی قدرت بہت بڑی ہے صلبیہ کے اندر کا رنگ سیاہ بنایا ہے تاکہ شبکیہ کے اندر سے نفوذ کرنے والے خطوں کی اس مقدار کو وہ جذب کرلے اور اُنہیں منعکس نہ ہونے دے۔ پھر ان وسائط ووسائل کا متعدد ہونا جنھوں نے کہ اپنے کثیف ہونے اپنی تشکل کے

محدب ہونے شبکیہ اور اُس جسم کے درمیان کی مسافت معین کرنے جسمیں سے کہ نور نفوذ کرتا ہے - اور شعاعوں کے گذرنے کے راستہ کو کشادہ اور تنگ کرنے پر اور بغیر محدب کے زیادہ اور کم کرنے پر ارادہ کے مسلط ہونے کے سبب سے نوری خطوط کو رفتہ رفتہ اجتماع کے ایسے درجہ پر پہونچا دیا جو کہ صورت کے وضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے بالکل کافی ہو اور اوسکے ساتھہ ہی یہ بھی ہوا کہ بذریعہ مختلف رنگوں کے پراگندگی بھی نہیں ہونے پائی اور یہ سب کچھہ ایک نہایت عظیم حکمت پر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگ اسکے قائل بھی ہیں اور وہ حکمت یہ ہے کہ نور جب کسی محدب اور شفاف جسم سے نفوذ کرتا ہے تو وہ اپنے مختلف رنگوں میں جو کہ فن طبعیات میں مشہور ہیں منحل ہو جاتا ہے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں -

پس وہ صورت جسکو کہ نور محدب جسم کے اندر سے نفوذ کر کے بیجاتا ہے انہیں رنگوں میں رنگی ہوئی معلوم ہونے لگتی ہے اسکو خطار لونی یعنی رنگ کی غلطی کے نام سے موسوم کرتے ہیں -

اور آلات بصری کے صناع پہلے جسم کے ساتھہ ایک شفاف اور محدب جسم کو ملا کر کہ جو نور کو پہلے جسم کے خلاف منحل کر دیتا ہے اس غلطی کو رفع کر دیتے ہیں چنانچہ اس طرح پر وہ نور اپنے سفید رنگ کی طرف لوٹ آتا ہے اور صورت کو بغیر رنگے ہوئے پہونچا دیتا ہے اور خطار لونی اٹھہ جاتی ہے - پس اُن بعض لوگوں کے قول کی بنا پر اسبابت ہیں کہ وسائط و وسائل مذکورہ متعدد بنائے گئے ہیں اور ایک چیز پر اکتفا نہیں کیا گیا جو کہ نوری شعاعوں کو دفعتاً مجتمع کر دیتی منجملہ باری تعالیٰ کی اور حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خطار لونی اُٹھہ جائے پس جب نور مثلاً قرنیہ نافذ ہوا اور اپنے مختلف رنگوں میں منحل ہو گیا تو باقی اور وسائط یعنی رطوبت مائیہ - بلوریہ - اور زجاجیہ جو کہ نوری خطوط کو مجتمع کرتے ہیں قرنیہ کے خلاف اسکو اسکے ہی رنگ کی طرف منحل کر دیتے ہیں اس طرح پر کہ وہ پھر اصلی رنگ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور جو چیز سفید ہوتی ہے وہ سفید ہی نظر آتی ہے اور یہ غلطی اُٹھہ جاتی ہے ایسا ہی بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور یہ صحت کے قریب بھی معلوم ہوتا ہے -

اب میں کہتا ہوں کہ حکما راسبابت کے قائل ہیں کہ ان اجتماعات کا جو کہ نوری خطوط میں بذریعہ وسائط مذکورہ یعنی قرنیہ مائیہ - بلوریہ - اور زجاجیہ کے حاصل ہوتے ہیں یہ مقتضا ہے کہ شعاعیں شبکیہ تک اسوقت تک پہونچیں جبکہ اُن میں تقاطع ہو چکے اور جو شئے کہ نظر آتی ہے اوسکے اوپر کیجانب سے جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارہ پر واقع ہوں .... اور جو شعاعیں اُسکے نیچے کے کنارہ سے منعکس ہوں وہ شبکیہ کے اوپر کے کنارہ پر پڑیں اور اُسوقت جو شئے نظر آئیگی اُس کی صورت اُلٹی ہو گی - لوگ اسکی وجہ بیان کرنے میں بڑے چکرائے ہیں کہ باوجودیکہ شبکیہ میں صورت الٹی مرتسم ہوتی ہے لیکن پھر بھی جو چیز ہم کو نظر آتی ہے اُسکی صورت سیدھی ہی معلوم ہوتی ہے اور جتنی وجہیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں اُن سب میں مشہور وجہ یہ ہے کہ عقل کو تمام چیزوں کے سیدھی ہی دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے کیونکہ جتنی چیزیں نظر آتی ہیں اس اُلٹے ہوئے ہونے میں سب کی سب یکساں ہیں اور اسوجہ کے بیان کرنے میں جو تقریر اُنہوں نے

کی وہ بالکل لچر ہے۔

میرے خیال میں جو اس کی وجہ آئی ہے وہ یہ ہے کہ نوری شعاعیں ہوا سے ہو کر قرینہ۔ مائیہ۔ بلوریہ میں سے جو کہ وسط میں شدت کے ساتھ دبیز ہیں نفوذ کرنے کے بعد صورت کے صحیح طور پر مرتسم کرنے کے لئے متقاطع ہونے سے پہلے ہی کافی طور پر مجتمع ہو جاتی ہیں پھر جب زجاجیہ سے نفوذ کرتی ہیں تو شاید اسوجہ سے کہ وہ بلوریہ سے کسیقدر کم دبیز ہے تو یہ شعاعیں اس مسافت میں جسمیں کہ انہیں زجاجیہ کے اندر چلنا پڑتا ہے پھیلنے لگتی ہیں جیساکہ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ نور جب کسی لطیف جسم میں سے گذرنے کے بعد کسی دوسرے جسم سے جو کہ اس سے زیادہ لطیف ہو نفوذ کرتا ہے تو اسکی شعاعیں پھیل جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسی طرح شبکیہ تک جا پہونچتی ہیں پس اس پر سیدھی صورت مرتسم کر دیتی ہیں اسلئے کہ وہ شبکیہ تک اسی کیفیت کے ساتھ پہونچتی ہیں جس پر کہ وہ قرینہ میں پہلے پہل داخل ہونے کے وقت تھیں یعنی جو چیز نظر آتی ہے اسکے اوپر کیجانب جو شعاعیں منعکس ہوئی تھیں وہ شبکیہ کے بھی اوپر کے کنارہ پر واقع ہوتی ہیں اور جو اسکے نیچے کی جانب سے منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارے پر پڑتی ہیں اور چونکہ شعاعوں میں تقاطع نہیں واقع ہوا اسلئے ضروری ہے کہ اسوقت شبکیہ پر سیدھی ہی صورت مرتسم ہو۔ میں احتمالی طور پر ایسا خیال کرتا ہوں اور اس طرح پر اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے اور زجاجیہ کا فائدہ بھی معلوم ہوتا ہے جو کہ اس سے پہلے کسیکے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا اور جو کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے آنکھ کے پچھلے حصہ کو چیر کر دیکھا تو شبکیہ پر الٹی ہوئی صورت مرتسم پائی گئی یہ ایسی بات ہے کہ جس کا صحیح ہونا میرے نزدیک اب تک محقق نہیں ہوا اور اگر یہ امر میرے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا تو اسوقت میں اسمیں گفتگو کروں گا۔

پس یہیں تک دیکھنے کی کیفیت سے بحث کرنے والوں کی رسائی ہوئی ہے اور اسمیں انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ لوگ نظر آنے والی چیزوں کی صورت کا شبکیہ تک مرتسم ہونا دریافت کر سکے اور یہاں تک انہوں نے بحث کو پہونچا دیا اور پھر اعصاب کے قائل ہو گئے کہ وہ شبکیہ صورتوں کو دماغ تک پہونچا دیتا ہے لیکن رہی یہ بات کہ نفس ان صورتوں کا کیونکر ادراک کرتا ہے یا ان لوگوں کی رائے کے موافق جو نفس کے منکر ہیں عقل یا دماغ کو ان صورتوں کا کس طرح پر ادراک ہو جاتا ہے اس امر کی نسبت ہمیں ان کی جانب سے کوئی شافی کلام نہیں ملا بلکہ ہم نے اہل سائنس میں سے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ جب اسکی حقیقت کی تحقیق میں گفتگو کی گئی ہے تو وہ متحیر ہو کر رہ گئے۔

پس جب ہم آنکھ کی ترکیبات عجیبہ اور تدابیر مختلفہ میں جن کی وجہ سے اس کی بینائی اور بصارت کی تکمیل ہوتی ہے غور کریں تو کیا ادنے سے ادنے عقل کیلئے بھی اسبات کے یقین کر لینے کی کوئی گنجایش نکل سکتی ہے کہ آنکھ کی ایسی عجیب غریب ساخت بغیر ارادہ اور بلا کسی حکمت اور تدبیر کے خود بخود ہو گئی ہے یا محض ضرورت اسکو مقتضی ہو گئی اور اتفاق نے اسکو ایجاد کر دیا اور انتخاب طبعی نے اسکو ضایع اور ہلاک ہونے سے روک رکھا؟ ہرگز نہیں

ہرگز نہیں۔ اِسباب کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا ہاں جن کی عقل کمزور ہو وہ جو چاہیں یقین کرلیں اور میرا تو یہ خیال ہے کہ جو شخص ذرا بھی غور کرنے کی قابلیت رکھتا ہوگا اور اُسے کچھ بھی سمجھ ہوگی تو وہ آنکھ کی اس عجیب و غریب ساخت کو دریافت کرنے کے وقت ضرور اسی بات کا یقین کریگا کہ بے شک اس کا بنانے والا کوئی ذی ارادہ۔ صاحب علم و حکمت اور بہت ہی بڑا مدبر ہے جو کہ استحکام اور مضبوطی کا پورا انتظام کرسکتا ہے اور وہ خدا ہے۔ اُسکے منکر جن بیہودہ باتوں کے قائل ہیں اُنسے بالکل منزا اور مبرا ہے۔ اور پھر اگر اس امر کی طرف نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ آنکھ کا قطر ایک قیراط سے بھی کم ہے لیکن پھر بھی اُسکے شبکیہ پر اتنی بڑی زمین کی صورت سخت و نرم زمین۔ پہاڑوں۔ وادیوں چٹانوں۔ دریاؤں۔ درختوں۔ مکانات اور حیوانات کی جملہ اقسام کے ساتھ مرتسم ہوجاتی ہے پس گویا شبکیہ ایک دریا کا کنارہ ٹھہرا جس کی طرف نوری موجیں چاروں طرف سے چلی آتی ہیں۔ اور کروڑوں کے کروڑوں ہی اُسکے پاس آکر ٹوٹتے جاتے ہیں اور اپنا اپنا نقش بناتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت کی باریکی کے سمجھنے میں جو کہ شبکیہ پر مرتسم ہوتی ہے ہماری عقلیں چکرا جاتی ہیں اور خوبی یہ کہ باوجود اسکے حجم کے اسقدر چھوٹے ہونے کے بھی اتنی بڑی زمین اور اُن تمام اشیاء کے ساتھ جو اس میں پائی جاتی ہیں پوری مشابہت موجود ہے جتنے کہ ذرا سی شئے بھی اُس میں سے چھوٹنے نہیں پائی اب اس موقع پر سمجھیئے کہ اُس کی کتنی بڑی قدرت ہے جس نے کہ اسکو ایجاد کیا اور اپنی حکمت سے اس کی تدبیر کی۔ بیشک اُس خدا کی بہت بڑی شان ہے اور وہ تمام نقائص سے بالکل بری ہے اور جب ہم آنکھ کی تشریح کی طرف متوجہ ہوں اور اُسکے عضلات و اعصاب کو دیکھیں جو کہ اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور اُس کی شرائین اور وریدوں سے واقف ہوں جنسے کہ اُس کی پرورش ہوتی ہے اور اسکے علاوہ رباطات اور رطوبات وغیرہ سے آگاہی حاصل کریں تو ان سب سے ہمارا تعجب اور ہماری حیرت اور بڑھجاتی ہے۔ پھر جب ہم آنکھ کے باہر تک پہونچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالےٰ نے آنکھ کی حفاظت اور اُسکے کام کے باسانی انجام پانے کے لیئے جو تدبیریں کی ہیں وہ نہایت ہی مضبوط اور اعلےٰ درجہ کی صناعی پر مبنی ہیں۔

بیان اسکا یہ ہے کہ آنکھ جبکہ لطیف شئے تھی اور خارجی اجسام سے اگرچہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اسکو صدمہ پہونچ جانے کا بہت اندیشہ تھا اسلیئے اُسکے بنانے والے نے سوائے اُس جہت کے جدہر سے کہ اُس میں صورت کے مرتسم کرنے کے لیئے نور داخل ہوتا ہے اور تمام اطراف سے محفوظ رکھنے کے لیئے اُس کو استخوانی حلقہ کے اندر رکھدیا ہے اور اُسکا پہلا طبقہ جسے کہ صلبیہ کہتے ہیں مع قرنیہ کے لوچدار بنایا ہے تاکہ صدمات خارجیہ کا تھوڑا بہت مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکے۔ علاوہ بریں اُسکو پپوٹوں ہی چھپادیا ہے تاکہ وہ تمام اوقات خصوصاً سونے کے وقت محفوظ رہ سکے اور اُس سے زینت بھی حاصل ہو پھر پپوٹوں کے کنارے پر اُسنے مژگاں کو اُگا دیا ہے اور وہ سیاہ رنگ کے کسیقدر دبیز لوچدار اور کھڑے ہوئے بال ہوتے ہیں جنمیں سے اوپر والے ذرا اوپر کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نیچے والے نیچے کی جا

کو اور آنکھ کے رنگ کے سیاہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اُس نور میں سے جو کہ باہر سے آنکھ پر آکر پڑتا ہے کسی قدر چوس لیں خصوصاً جبکہ نور میں زیادہ قوت بھی پائی جائے دونوں بھویں دونوں آنکھوں کے اوپر سیاہ یا اسکے مشابہ رنگ کی بغرض زینت رکھی گئی ہیں اور نیز اسلئے کہ جو نور باہر سے آنکھ پر آکر پڑے اُسمیں سے کسیقدر چوس لیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسکی بھویں اور مژگان کے بالوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اُسکی آنکھ چوندھیا جاتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو ذرا بند کرکے دیکھتا ہے۔ رہی یہ بات کہ نور کی مقدار کے کم کرنے اور ہلکا کرنے کا کام صرف سوراخ قرنیہ کے تنگ رکھنے ہی سے کیوں نہیں لیا گیا تو اُسکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تنگ ہی رہتا تو ضرور دونوں آنکھیں ہمیشہ چندھی رہا کرتیں اور دیکھنے میں بھی بدنما معلوم ہوتیں اور پلک کے بالوں کے دبیز اور باوجود لوچ دار ہونے کے قائم رکھے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجسام کا جو آنکھ پر گریں مقابلہ کر سکیں کیونکہ مثلاً آنکھ جب کوئی مٹی کا ریزہ گرتا ہے تو اکثر وہ مژگان پر واقع ہوتا ہے اور وہ بال جو کہ تیروں کے مثل بلند رہتے ہیں اُس کو اندر جانے سے روکتے ہیں بلکہ اپنی لچک سے اُسکو دور پھینک دیتے ہیں اب یہ امر کہ اوپر کی پلکوں کے بال اوپر کی طرف اور نیچے کی پلکوں کے نیچے کی طرف کیوں مائل رکھے گئے اسکی یہ وجہ ہے کہ جب پلکوں کا کھولنا منظور ہو تو آسانی سے کھل سکیں کیونکہ بالفرض اگر مژگان کے بال بالکل سیدھے ہوتے تو پلکوں کے بند کرنے کے وقت ایک دوسرے پر منطبق ہو جایا کرتے اور آنسو کی تری سے چپٹ کر رہ جاتے تو پھر اونکے جدا ہونے میں بڑی دقت پڑتی اور اگر کہیں وہ اِس طرح پر قایم ہوتے کہ اوپر اور نیچے کے پلکوں کے بال ایک دوسرے میں داخل ہو جایا کرتے تب تو آنسوؤں کی رطوبت سے چپٹ جانے کی وجہ سے اونکے جدا کرنے میں اور بھی زیادہ دقت پڑا کرتی علاوہ بریں اس طرح پر ہونے سے وہ نور کے طریق میں حائل ہو جاتے پس شبکیہ تک اونکی بھی صورت منتقل ہوتی۔ اور اسلئے جو چیزیں نظر آتیں اُنکی صورتوں میں پراگندگی واقع ہو جاتی۔ پس اُن دونوں کا اِس طرح پر ہونا کہ کسی قدر اوپر اور نیچے کے جانب اُن میں میلان پایا جاتا ہو عین حکمت اور غایت درجہ استحکام پر مبنی ہے اسکے سوا اور کوئی صورت مناسب ہی نہیں ہو سکتی ان سب فوائد سے اگر قطع نظر بھی کیا جائے تو مژگان سے زینت حاصل ہونا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا ہاں کسیکو ذوق سلیم ہی نصیب نہو تو بات ہی دوسری ہے پھر جب آنکھ سے غبار نہ تو حلقہ چشم کی وجہ سے دفع ہو سکتا تھا اور نہ پپوٹوں ہی سے کیونکہ دیکھنے کے وقت اُنکے کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ مژگان ہی۔ اسکی دافع ہو سکتی تھیں اور غبار پڑنے کی وجہ قرنیہ کی شفافیت میں فتور پڑتا تھا اور جو غرض اُسکے شفاف رکھنے سے ہے وہ باطل ہوئی جاتی تھی علاوہ بریں آنکھ میں غبار کے جم جانے سے اُس کا ضرر بھی متصور تھا اسلئے خدائے حکیم نے اُسکے صاف کرنے کا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ آنسو کی گلٹیوں سے جو کہ پلکوں کے اندر آنکھ کے ڈھیلے کے چاروں طرف پائی جاتی ہیں کسی قدر آنسو نکلا کرے اور اُسکی وجہ سے آنکھ میں تراوٹ باقی رہے اور پلکوں کو کھلنے اور بند ہونے کے اعتبار سے تو خدا نے

ایسا سریع بنایا ہے کہ انکی سرعت ضرب المثل ہو رہی ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ دیکھنے میں حرج واقع نہ ہو اور پراگندگی نہ آنے پائے پس آنسو تو اُس غبار کو جو پتلی پر واقع ہوتا ہے دہو دیتا ہے اور پلکیں اپنی حرکت سے اُسکو صاف کرتی ہیں اور غبار آلود آنسو کو دفع کر دیتی ہیں۔ پھر یہ آنسو جو کہ غبار سے ملکر میلا ہو گیا ہے۔ اُس کا آنکھ سے کسی مناسب طریقہ سے نکلنا بہی ضروری ہے پس اگر وہ پلکوں کے باہر نکلکر گالوں پر بہا کرتا تو چہرہ نہایت بدنما معلوم ہوتا اور گویا کہ چہرہ پر دو گندے نالے ہر وقت بہا کرتے اسلئے خدا ے حکیم نے ایسے گرد آمیز آنسوؤں کے نیچے سے دور کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ اُسنے اندر سے پلکوں کے کنارے اس ڈہب سے بنائے ہیں جنسے یہ آنسو اس گوشۂ چشم کی طرف جو ناک سے ملا ہوا ہے بآسانی بہ سکیں پھر اُسنے اس مقام پر ذرا اوپر کو سوراخ بنایا ہے جو کہ ناک کے اندر آر پار واقع ہے۔ اُسکو قنات دمعیہ یا آنسو کے بہنے کی نالی کہتے ہیں یہ آنسو اُسکی راہ سے ہو کر ناک کے اندر پہونچتے ہیں۔ اور اوسکی رطوبت سے ملکر وہاں جم جاتے ہیں پھر حیوانات اس کو ناک چھینک کر یا کسی اور طریقہ سے نکال ڈالتے ہیں۔

ف

اب میں کہتا ہوں اِن ساری تدابیر سے اگر قطع نظر ہی کی جائے تو فقط قناۃ دمعیہ یعنے آنسو کے بہنے کی نالی ایک ایسی چیز ہے جس کی نسبت میری عقل تو اس امر کو کسی طرح نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ اتفاقی طور پر یا علّے وجہ الضرورت بنگئی ہو بہلا کوئی بتلائے تو سہی کہ کونسی ضرورت اسکو مقتضی ہو گئی تہی اس موقع پر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے کہ وہ ذی حکمت اور پوری واقفیت رکہنے والا خدا نہایت منزہ ہے۔ جسکی قدرت کے یہ سارے کارخانے نظر آتے ہیں۔

ف

اگر ہم اُن منافع کی طرف نظر ڈالیں جو حیوان کو آنکھ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اُسکے ذریعہ سے اپنے معاش کے طریقے دریافت کرتا ہے خوفناک چیزوں سے نجات پاتا ہے خوش آیند چیزوں کو دیکھتا ہے اُسکے ذریعہ سے اُس کو لاکھوں میل کی دوری کی چیزیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ قریب کی اور ایسے ہی اور فوائد کو سمجھ لیجئے پس اِن سب باتوں سے ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ جسنے آنکھ عنایت کی ہے اُسنے بہت ہی بڑا احسان کیا اور بہت کچھ بخشدیا اور اپنی مخلوقات کے ساتھ اعلےٰ درجہ کے سلوک سے پیش آیا وہ نہایت ہی مقدس ذی شان اور بڑی قدرت والا ہے۔ پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو جب اِن اوضاع اور ان قوانین قدرت کے ساتھ نظر آنے کی کیفیت کے انتظام کو دیکھتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں اور اسی بات کا انہیں یقین ہوتا ہے کہ نظر آنا تو محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے۔

ف

ہاں یہ اوضاع اور یہ قوانین قدرت جن پر کہ دکھلائی دینا مشروط سمجھا جاتا ہے وہ صرف عادی شروط ہیں یعنے خدا نے یہ اپنی عادت جاری کر رکھی ہے کہ ان شرطوں کے پائے جانے کے وقت وہ نظر کو پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے چیزیں دکھلائی دینے لگتی ہیں۔ اور اگر وہ اسکو بغیر ان شرطوں کے پیدا کرنا چاہے تو بہی پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ وہ اسبات پر قادر ہے کہ باوجود ان ساری شرطوں کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے

بھی اگر وہ اوس کا پیدا کرنا نہ چاہے تو ہرگز اوسکا وجود نہ ہو اور کوئی چیز بھی نظر نہ آئے اور اس امر کی انکے پاس بہت سی قاطع اور یقینی دلیلیں موجود ہیں جو کہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں اور جنکا اس موقع پر ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں اور خدائے عالم کی صفات کے ثابت کرنے کے .... مقام پر پیشتر ہمارا بیان گذر چکا ہے ....

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں کوئی اثر بغیر خدائے پاک کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کے ہرگز نہیں پایا جاسکتا اور ظاہر ہے کہ نظر آنا بھی منجملہ آثار کے ہے تو اسکی بھی یہی حالت ہونا چاہیئے - اور اے اہل سائنس اور اے مادہ کے قدیم ماننے والو تمہارے طرز استدلال کے موافق وہ دلیل جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ساری شرطیں عادی ہیں اور یہ کہ نظر آنے کی تمام شرائط کی اصل اصول اور سب سے قوی شرط یعنی روشنی کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی نظر آنا ممکن ہے وہ مشہور واقعہ ہے جو تمہارے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہونچا ہوا ہے اور جسکو کہ بڑے بڑے فلاسفروں کی جماعت کثیر نے ذکر کیا ہے چنانچہ اس زمانہ کے مصنفوں میں سے بھی بعض بعض نے اُسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امریکا میں [illegible]دان عورت کو کوئی مرض ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ سوتے میں جاگنے والوں کی طرح سے کام کیا کرتی تھی - اُٹھتی تھی اور باتیں کرتی رہتی تھی - پھر جب رفتہ رفتہ مرض کی یہاں تک شدت پہونچی کہ دن و رات وہ انہیں مبتلا رہا کرتی تھی جب مرض کا اُسکو دورہ ہوتا تھا تو اُسکی آنکھہ عجیب قسم کی ہو جاتی تھی کہ اُس سے عجیب تر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی اسوقت وہ بڑی شدید تاریکی میں نہایت ہی باریک حرفوں کو پڑھ لیتی تھی اور خوبی یہ کہ اوسکی دونوں آنکھیں اس حالت میں بند رہا کرتی تھیں - یہ واقعہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کا بالکل مؤید ہے کہ نظر آنا محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ دیگر احساسات کا بھی یہی حال ہے اور نظر آنے یا کسی دوسرے احساس کے لیے جتنی شرطیں کہ مقرر ہیں وہ سب عادی ہیں جیسا کہ ہم اسکا ذکر کر چکے ہیں - اور اگر ہم سننے سونگھنے چکھنے - اور چھو کر دریافت کرنے کے اعضا سے بحث کرنے والوں کے تمام بیانات اس موقع پر ذکر کریں اور ان عجیب و غریب تراکیب و انتظامات کو جو قوانین قدرت کے موافق ہر ایک کے مکمل ہونے کے لیے کئے گئے ہیں بیان کریں اور اُنکے ذریعہ سے ادراک کرنے کی کیفیت سے بحث کریں اور یہ دکھائیں کہ ان حواس سے حیوان کو کیا منافع حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ ہر ایک کو اتنے ہی حواس دیئے گئے ہیں جتنے کہ اُسے اپنے محفوظ رہنے اور اپنی زندگی کے ضروریات دریافت کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں صاف طور پر یہ معلوم ہونے لگے کہ مصنوعات میں کس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے اور بلا تامل خلوص قلب سے ہم اس امر کی شہادت دینے لگیں کہ جسنے یہ حواس عنایت کئے ہیں وہ بیشک پوری قدرت - نہایت وسیع علم اور اعلے درجہ کی حکمت والا ہے - اُسکی عطیات بکثرت ہیں اور اُسکی نسبت جو کچھ ناواقف کہا کرتے ہیں وہ ان تمام خرافات سے بالکل مبرا اور منزا ہے - لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب مباحث کے ذکر کرنے سے کلام میں نہایت طوالت ہو جائیگی - اور عجب نہیں کہ ناظرین اُکتا جائیں - اور اصل مقصود ہاتھہ سے جاتا رہے اسلئے

میں اپنی قلم کو روکتا ہوں نمونہ کے طور پر میں نے کچھ بیان کر ہی دیا ہے۔

اگر ہم ساخت انسانی اور اسکے بدن کے باقی اعضا پر غور کریں اور اُن میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور اُنکے اور اُنکے منافع کو لحاظ کریں تو ہمیں یہ امر کھلی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا کہ ان سب چیزوں کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت منتظم اور اعلےٰ درجہ کا علم رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کروں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور و فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور انہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ اُن چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ گودا۔ گودے دار ہڈی۔ پٹھے۔ دل۔ دو پھیپھڑے۔ جگر۔ طحال۔ دو گردے۔ معدہ۔ آنتیں۔ وریدیں۔ شرائین۔ اوتار۔ عضلے۔ غدود۔ کری ہڈیاں۔ سخت ہڈیاں۔ جالی دار ہڈیاں۔ سائل اشیاء جیسے کہ خون۔ صفرا۔ لعاب۔ معدہ۔ آنتوں اور پنکریاس[ع] گلٹی کے عرق۔ مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال۔ تحریکات۔ اور وہ اعمال جو اُنسے بدن میں مثل ہضم کرنے۔ پرورش کرنے۔ سانس لینے اور اشیا کو باہم جذب کرنے کے انجام پاتے ہیں اُنپر مطلع ہوتے ہیں اور اعضاء توالد۔ اُنکے افعال۔ اُنکا استحکام اور توالد و تناسل اور اُن انتظامات کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالد کے انجام پانے۔ بچہ کے محفوظ رکھنے۔ اُسکے نشو و نما وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اسکے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بھری جا سکتی ہیں۔

اور وہ علماء جو ان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور اُن پر ان سب کی باریکیاں۔ اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ اُن علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجمالی دلیلیں قائم کرتے ہیں اگر خدا پر ایمان لانے اور اُسکے وجود کو ماننے کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب اشیاء کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ خدائے پاک کے وجود پر سوائے اسکے کہ اُسکی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اُسپر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور اُنکی تفصیلی حالت پر اُسے اطلاع ہوگی اُنکا استحکام اور یہ امر کہ اُنکے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اُس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اُسکے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اُسوقت آپ دیکھیں گے کہ ایسے شخص کے دل میں ایمان نے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جما لیا ہے اور آپ کو نظر آئیگا کہ ضلالت و گمراہی کی دست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اُس پر

[ع] پنکریاس معدہ سے متصل ایک گلٹی ہوتی ہے جس سے عرق ہاضم نکلتا ہے۔ ۱۲۔

اس کا جادو ہرگز نہیں چل سکتا۔

ف اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ اُن کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً
جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑھایا جاتا ہے تو اُن میں سے
اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ اُسکے
ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں اُنکے عقائد اسلامی عقائد سے کوسوں دور معلوم ہوتے
ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے
آثار کو مادہ اجزا مادہ کی حرکت طبیعت۔ قوانین قدرت فطرت وغیرہ اشیاء کے حوالہ کرتے ہیں اُنکے نزدیک خدا
کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو نیچر ہے جو کچھ ہوتا ہے آپ سے آپ بے شعور نا سمجھ نیچر سے ہو جاتا ہے۔ پس جب
انہوں نے اتنا بڑا اسلامی رکن منہدم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہے؟
اب اونسے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور اون کی کونسی خصلت کونسا ادب قابل ستایش ٹھیر سکتا ہے
خصوصاً جب وہ فن طبیعات بھی پڑھ لیتے ہیں جب اُنہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے
اور جب وہ اُنکے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو اُنکے ملحدانہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں
ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں وہ خالق
کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اُسکے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔
اس اشکال کا جواب مجھ سے سنئے انشاء اللہ میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے
اپنے اسلامی بھائیوں کو متنبہ کرکے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اُس بلائے بے درمان کے دور کرنے
کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ اُنکی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آیندہ نسلوں میں جاکر
اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اسلئے بہتر ہے کہ اس با وقعت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں
کوتاہی نہ کریں اور اسکے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنئے
کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جنمیں
کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کیجاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کہربائی وغیرہ کے
خواص بیان کئے جاتے ہیں اس میں تو ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے
وجود پر جنکے احوال سے ان علوم میں بحث کیجاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور اُنسے
معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری
کائنات اُسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر پر اُسکے آثار ہی کو دیکھکر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے
مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور اُسکے نزدیک یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ
ضرور یہ چیزیں کسی ذی اختیار نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور اُنکے بنانے میں اعلےٰ درجہ کی تدبیر اور

انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے ان مباحث سے خدا پر بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ مؤثر پر استدلال کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں بسا اوقات بڑی دشواری درپیش ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم ذرا مشکل سے جمنے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا لغزش سے بچا رہنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل جب آثار کو دیکھتی ہے اور انکے اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اسوقت اگر اسنے باریک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب تک پہونچکر رہ جاتی ہے اور اسیکو مؤثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پھر اپنی رفتار کو وہیں ختم کر دیتی ہے اسوجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں اُن میں سے بعضوں کو جب ان آثار پر جنسے کہ ان علوم میں بحث کیجاتی ہے اطلاع حاصل ہوئی اور وہ بغیر اسکے کہ باریک بینی سے کام لیتے اور بحث میں غور وفکر کرتے ان آثار کے اسباب سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو انکی فکر و نکو متنبہ کرتا اور مؤثر حقیقی اور سبب واقعی تک انکی رہنمائی کرتا حاصل نہ تہا اسلئے انکی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تھے پہنچکر رہ گئیں اور انہوں نے فرض کر لیا کہ مادہ کے اجزا بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اسیکے وجود کے معتقد ہو کر رہ گئے اور چونکہ انکی نظریں باریک بینی سے قاصر تہیں اسلئے انکی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہو سکیں اور انہوں نے اسبات میں غور نہیں کیا کہ آیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا نہیں ہے اور نہ انہوں نے اسکو سوچا کہ کہیں مادہ میں یہ قابلیت موجود بھی ہے کہ اسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ مادہ کسی صادر سے نہ ہوا ہو یا اسکو اسوجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شئے کی بھی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا ہو اس سبب سے یہیں پر وہ ٹھہر کر رہ گئے اور انہوں نے اپنی عقلوں سے اس سے آگے کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس امر کا تو اعتقاد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر ہونیکا حقیقی سبب مادہ۔ قوانین قدرت اور اسکے ذرات بسیطہ کی حرکت ہی ہے اور خدائے عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہوئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا اُسکو اسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کیجانب جو انہیں پائے جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا اختیار کیا جس سے وہ صرف اپنی من سمجھوتی کر لیتے ہیں پس کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبیعت کے فعل سے ہوا۔ کبھی کہتے ہیں قوانین قدرت کا فعل ہے اسی طرح اور بھی مختلف عنوانات بہی ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اس ناتمام تحقیقات کے بڑے شد و مد سے معتقد بنگئے پھر بعض کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ انہیں علوم کی رنگ آمیزیوں کیوجہ سے اُن مدارس میں جنمیں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مدرسہ کے ٹیچر ہو گئے اور انکے پاس نوجوان ناواقف طالبعلم ان علوم کے حاصل کرنیکے لئے آئے جنھیں اسلام کے سچے عقائد کی اطلاع تک نہیں اور نہ انہوں نے اسی سے واقفیت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حادث ہونیکی کیفیت کی نسبت مسلمانونکو کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ انہوں نے اسکو سمجھا کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجد کے پیدا کرنیسے موجود ہوئی ہے اب ان علوم کے پڑہانیوالونکو موقع ملا کہ ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو انکے دلوں میں ناتمام تحقیقات کیوجہ سے جمکر رہگئے تھے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پھیلائیں پس جب کبھی انہیں عجائبات میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی یا اسرار کائنات میں کوئی راز انکو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر انکو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے

شاگردوں سے یہ کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کرنیمیں خدا کی حیرت انگیز صنعت کو دیکھو اور اُس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے اُلٹے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا تعجب خیز فعل ظاہر ہوا اور فلاں قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہے علیٰ ہذا القیاس ایسی ہی اور مخرب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ تم نے فلاں قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب و غریب ہے اب اس سے سمجھہ لو کہ جسنے عالم میں ایسے قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا باحکمت اور قادر مطلق ہوگا؟ لیکن انہوں نے یہ تو کیا نہیں بلکہ قوانین فطرت تک پہونچکر رہگئے اور اُسکی طرف تمام چیزوں کو منسوب کیا کئے اور برابر اسی طریقہ کا اُنکے ساتھ برتاؤ کرتے رہے یہاں تک کہ یہی کیفیت اُنکے دلوں میں بخوبی جاگزین ہوگئی اور اسی قسم کے خیالات اُنکی عقلوں میں بھی منقوش ہوتے ہیں خلاصہ یہ کہ مدارس میں رہنے کا زمانہ ختم بھی نہیں ہونے پاتا کہ اس سے پہلے ہی اُنکے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سوائے طبیعت مادہ کے ذرات بسیطہ کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی فاعل ہے ہی نہیں اور اُنکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس جسوقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو اُنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اُسکے ساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے ہی اپنے آبائی دین کو بھی خیرباد کہہ چکتے ہیں اور اہل اسلام کو اُنسے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہوئی یہ لوگ دین سے واقف ہوں گے اُنسے اسلام کو نفع پہونچیگا شریعت محمدیہ کی حمایت کرینگے اپنے ہم وطنوں کے کام آئیں گے اُنکے کامیاب ہونے کی تدابیر بتلائیں گے لیکن حقیقت میں اُنکی یہ ساری امیدیں خاک میں ملجاتی ہیں اُنکی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہیں اور اُنکو ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے جنکی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہمیں لوگوں میں سے ہیں ہمارے تعلیم یافتہ دینی بھائی ہیں اور واقع میں دیکھئے تو وہ دین سلطنت اور وطن سب کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد اُنکے اہل اسلام کے خلاف ہوتے ہیں اُنکے طرز۔ رفتار۔ گفتار۔ برتاؤ۔ وغیرہ جسمیں دیکھئے کسی میں اسلامی بو تک نہیں پائی جاتی اُنکے مقاصد اور ارادے اسلامی شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں اُنکی حالت دیکھکر تو بڑا جی دکھتا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلجاتا ہے خدا اُنکو ہدایت کرے۔ پس بہی خواہان اسلام کے ذمہ یہ امر ضروری ہے کہ اس مصیبت عظیمہ کا تدارک کریں خصوصاً اُنکو جنکو تو اسکا پورا انتظام کرنا چاہئے جو حامیان اسلام میں سے صاحب حکومت اور ذی اختیار بھی ہیں اُنکو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ان مدارس کے لئے حتی المقدور ایسے ہی اشخاص معلم قرار دئے جائیں جنکا عقیدہ اسلام کے موافق صحیح صحیح ہو طبیعت میں سلامت روی پائی جائے اسلامی تعلیمات کے صدق دل سے معتقد ہوں صرف نام کے

ع اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو ظاہر کردوں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون فطرت کسی با اختیار کام کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اُس کی مثال ریل کی پٹری کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی ہے جدھر کہ اُسکی پٹری بچھی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے چلنے کے لئے محض پٹری کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے جو اُسکو آگے لے چلے اسی طرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال قانون قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی پٹری بچھانیوالے کو اختیار ہے کہ وہ جدھر چاہے اُس کا رخ بدلدے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ جیسے کہ اُسنے اپنا طرز عمل ایک طور پر مقرر کر لیا تھا جسکو قانون قدرت کہتے ہیں وہ بجائے اسکے کوئی دوسرا قانون مقرر کردے پس جیسے کہ ریل کے چلنے میں موثر اسٹیم یا ڈرائیور سمجھا جاتا ہے اور پٹری کو کوئی موثر نہیں کہتا اسیطرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہے اور قانون قدرت اُسکا طرز عمل ہے جسکو کہ اُسنے اپنے اختیار سے مقرر کر رکھا ہے اسلئے قوانین قدرت حقیقی موثر نہیں ہوسکتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت اللہ ہے ۱۲

ف [illegible]

مسلمان نہوں بلکہ باوجود درستی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب و اخلاق سے بھی آراستہ ہوں او حتی الامکان شریعت کے پورے پابند ہوں اسلئے کہ شاگرد کی مثال اپنے اُستاد کے اعتبار سے بالکل آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اُسکی صورت اسمیں منقش ہو جاتی ہے اور نظر آنے لگتی ہے اسیطرح جو اُستاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کر جاتی ہے اُستاد کے خیالات کا شاگرد پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں اُسوقت تک ہرگز داخل کئے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تک دینی مدارس میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہکر اُنہوں نے اپنے اسلامی عقیدے پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں تاکہ اُسکے بعد شبہات لایعنی سے اُنہیں تزلزل نہ آنے پائے اور لوگوں کی بے سروپا باتیں اور رنگ آمیزیاں اُنکو پس و پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ سے اُنکی اصلاح ہو جائے اور عبادتوں کی بجا آوری کے عادی ہو جائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جوان دنیوی علوم کی تحصیل کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا تو بہتر امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علماء رکھے جائیں کہ انکو اسلامی عقائد اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرر کا مقابلہ کر سکیں ان مدارس میں داخل ہونیکے وقت سے لیکر اُنکے چھوٹنے کے وقت تک دینی عقائد اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی ہی دیر کیوں نہو لیکن ہو بلاناغہ اور جب تک اونکا مدارس میں قیام رہے اُس زمانہ تک برابر علماء اُنکے عقائد۔ آداب۔ عبادات وغیرہ کے نگران ہیں اور اُنکی اصلاح کرتے ہیں اور جہاں کہیں دینی احکام بظاہر ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں انہیں باہم تطبیق دیں اور دینی امور کو عقلی دلائل سے طلبہ کو ثابت کر دکھائیں پس اگر ان دونوں شرطوں کی رعایت کیجائیگی یعنی اول تو یہ کہ جو اساتذہ ان مدارس کے لئے انتخاب کئے جائیں وہ اسلام کے پابند ہوں اور انکے عقائد اسلامی تعلیم کے موافق صحیح صحیح ہوں اور دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کو اسلامی احکام کی عموماً اور عقائد اسلام کی خصوصاً کافی نگرانی کیساتھ تعلیم دیجائے خواہ تو اسکولوں اور کالجوں میں داخل ہونیسے پہلے ہی اسکا انتظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی جاری رکھی جائے تو پھر یہ تعلیم یافتہ اشخاص کجروی سے ضرور محفوظ رہیں گے اُنکے دینی خصائل و آداب میں فتور نہ آنے پائے گا عبادات میں اُنسے بے پروائی ظاہر نہ ہوگی بلکہ اُنکے عقیدے پکے اور نہایت ہی پختہ ہونگے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں اُنکو خداوندی مصنوعات کے حیرت انگیز افعال۔ اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب صنعت یا عجائبات قدرت میں سے کوئی راز مشاہدہ کرینگے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سُنیں گے کہ خداوندی صنعت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصنوع میں جو اُسنے اپنی اعلی درجہ کی پائدار اور محکم حکمت سے کام لیا ہے اسمیں غور کرو پس اُسوقت بلا تامل اُنکی زبان سے خدا تعالی کی حمد و ثنا نکلیگی اور اسکی تسبیح اور تنزیہ میں مشغول ہو جائیں گے اسطرح خداوندی عظمت اُنکے دلوں میں روز افزوں ترقی کرتی رہیگی اور اُسکی قدرت اُنکی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اُس سے قبل ہی اُنکے قیام کا زمانہ گذرنے بھی نہ پائیگا کہ اعلی درجہ کے مسلمان اور موحدین میں سر برآوردہ اور افضل شمار کئے جانیکے مستحق ہو جائیں گے اُسوقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہو سکیں گے کہ اسلامی دین کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک۔ اور سلطنت کے کام آویں (اور جب تک یہ کیفیت نہوگی اُسوقت تک ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کر کے تعلیم یافتہ اشخاص میں شمار کئے جانے لگے اُنسے اسلام یا مسلمانوں کو کچھ بھی نفع پہونچ سکتا ہے کیونکہ جب اُنکے عقائد جو اسلام کا رکن اعظم ہے وہی

درست نہوں گے تو اہل اسلام کو انسے کیا امید ہوسکتی ہے جب وہ خود ہی اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہو رہی ہیں تو اہل اسلام کو بحیثیت اسلام کے کیا نفع پہونچا سکتے ہیں رہے دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اُس شخص کی نظروں میں جو مسلمان ہے ہرگز وقعت نہیں ہوسکتی یہ امر اسلامی مقتضی کے بالکل خلاف ہے بفرض محال اگر انسے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کیجاوے تو دینی ضرر کے مقابلہ میں جو انسے پہونچیگا اُسکی کوئی قدر نہیں کیجاسکتی علاوہ بریں اس امر میں انکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہونچانے میں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر قومیں بھی برابر ہیں میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ میرا مقصود اعتراض کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی مجھکو مجبور کرتی ہے کہ اپنے بھائیوں کو ذرا متنبہ کر دوں) اب میں خدائے پاک سے اس امر کی التجا کرتا ہوں کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے جسمیں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور انکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اسکا اجر جزیل عنایت فرمائے آمین۔

ف

اے اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والو اب میں تم سے کہتا ہوں کہ محسوسات کے احوال میں تو ہم نظر کر چکے اس سے تو سابق میں بحث ہو چکی اب اگر حیات۔ روح۔ عقل۔ قوت۔ متذکرہ وغیرہ نفس کی قوتوں میں ہم غور کریں تو ہمکو ایک بہت وسیع میدان نظر آئیگا جسکو دیکھکر بجز متحیر رہجانے کے اور کچھ نہو سکیگا اور بجائے اسکے کہ ان حقایق کی حقیقت اور اس امر سے ہم واقف ہو جائیں یعنی یہ کہ اشیا کی صورتیں انسان کی نزدیک کیونکر محفوظ رہتی ہیں بھولنے کے بعد اُسے کیونکر یاد آجایا کرتی ہیں اُسکے صفحۂ فکر سے کس طرح پر چیزیں بالکل زائل ہو جایا کرتی ہیں اور کس طور پر وہ معقولات کا تصور کرتا ہے کلی اور جزئی کے احکام کیونکر اُسکے ذہن میں قایم رہتے ہیں تو ہم ایک بحر عمیق میں غوطہ کہاتے رہیں گے اور اس قسم کے جس مسئلہ کو آپ لیجیے گا اُسکی نسبت یہی دریافت ہوگا کہ علماء اور حکما کی عقلیں اُسکو حل نہ کرسکیں اُسکا راز کسی کی سمجھ میں پورے طور سے نہ آیا یہ معما کسی پر نہ کہلا اور حقیقت حال تک شاید کسی کی ہی رسائی نہیں ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ جو لوگ ان چیزوں کی حقایق کے دریافت کر لینے کے مدعی ہیں وہ چند ایسی دقیق اور مبہم باتیں کہدیتے ہیں کہ جس سے سننے والے کی ذرا بھی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ کچھ سمجھ ہی سکتا ہے پس انسانی عقلوں سے ان حقایق کے مخفی رکھنے میں عجب نہیں کہ خداوند تعالیٰ کو انکا عجز ظاہر کرنا مقصود ہو تاکہ اپنے کو ان اشیا کی حقایق کے دریافت کر لینے سے عاجز پاکر اس امر پر متنبہ ہو جائیں کہ جب حکماء انسانی اپنی اور اپنی عقل اور اپنی قوتوں کی حقیقت پورے طور سے دریافت نہ کرسکے تو وہ اُسکی حقیقت کے دریافت کر لینے پر کیونکر قدرت رکھہ سکتی ہے کہ جسنے ان حقایق کو پیدا اور ایجاد کیا ہے اس موقع پر تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ انسان کہ جسنے اپنی عقل سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے۔ افلاک۔ اور سیارات کو دریافت کیا جمادی نباتی اور حیوانی دنیا پر اطلاع حاصل کی وہی اپنے نفس اور اپنی اور ان قوتوں کی حقیقت کے دریافت کرنیسے عاجز رہا اور تمام عقلا سر پٹک کر مر گئے اور آجتک اس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے ہر فلاسفر نے اپنی ایک نئی فلاسفی قایم کی جس سے کہ دوسروں نے انکار کیا بہر حال قطعی فیصلہ ان امور میں سے کسی میں بھی نہ ہوسکا اب اُس مدبر اور منزہ خدا کی قدرت کو دیکھئے کہ جس نے بتلانے کو تو انسان کو عقل دیکر وہ وہ چیزیں بتلائیں کہ جنسے وہ بالکل ناواقف تہا لیکن پھر بھی اُسکو اُسکے نفس اور اُسکی قوتوں کی حقیقت پر آگاہی نہیں بخشی اس موقع پر پہونچکر تو انسان کا ناطقہ بالکل بند ہوگیا اور متحیر کیو جہ سے ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا اُسکو چشم و گوش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ملا ہے۔

ف روح حیات عقل وغیرہ کے مباحث میں سائنس والوں کا عاجز ہونا اور انسان کا اپنی حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہونا اور اسکا ازالہ

پس اے مادہ کے قدیم ماننے والو اور اے میرے انسانی بہائیو کیا جب میں تمام کائنات کے حادث ہونے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنیوالے کے واجب الوجود ہونے پر اتنے دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا تو کیا اسکے بعد بھی آپ مادہ کے قدیم ہونے پر اصرار کرینگے اور یہی کہے جائینگے کہ مادہ کے ذرات بسیطہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خدائے عالم کا جسنے کہ اپنے وجود پر روز روشن کے مثل کہلی کہلی دلیلیں قائم کر دی ہیں انکار ہی کرتے رہیں گے میں آپکے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپکی عقلیں مختلف ہونے سے محفوظ رہیں اور آپ تمام اشیا کو انصاف کی نگاہ سے دیکھیں میں بمقتضائے انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کریں اور سوچیں اور ان مغالطہ آمیز باتوں اور واہی تباہی شبہوں سے دہوکا نہ کہائیں جنکی وجہ سے خدانخواستہ آپکو سخت مصیبت اٹھانا پڑے کیونکہ زندگی کی مدت بہت ہی تہوڑی ہے چند روز میں گذر جائیگی اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو کہتے ہیں اسکے صحیح ہونیکی صورت میں آپکو اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد سخت ہولناک چیزوں سے سامنا پڑیگا اسوقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس کرنا پڑیگا اور عاقل کو تو چاہیئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ جسکا وقوع ہونا ذرا مشکل ہے کیوں نہ ہو چہ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل آسان بھی ہو اور اسکے وجود میں آجانیکی امید بھی پائی جاتی ہو بہلا اپنے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجیے اگر آپ ذرا بھی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپکی مثال انکے ساتھ ان دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوئے ہوں جسمیں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشستگاہیں پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور جنگلوں سے آراستہ ہو کر برآمدے اور ڈیوڑھیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش بچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں. نہایت بیش قیمت برتن اسکے چاروں طرف قرینہ سے رکھے ہوں مختلف گھڑیاں متعدد مقیاس الحرارت اور مقیاس الہوا کے ذریعہ سے اسکی دیواروں کی زیبایش کیگئی ہو اسمیں بود و باش کرنے کے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں نظر آتی ہوں گرد اگرد ایسی چمن بندی کیگئی ہو جسمیں درختوں کا صف باندھکر ایستادہ ہونا نگاہوں کو بہت خوش آیند معلوم ہوتا ہو قسم قسم کے پہولوں کی کیاریاں موقع موقع سے بنائی گئی ہوں اسکی نہروں اور جدولوں میں پانی شوخی سے بہ رہا ہو۔ اسکی مستحکم بنی ہوئی حوضیں لبالب بہری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انہیں دیکھے یہی کہے کہ فلاں چیز فلاں حکمت پر مبنی ہے۔ اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانیوالا کیسا ذی اختیار اور مدبر تہا جسنے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تجویز کیا اسکے لئے وہی مناسب تہا اب ایسے مقام پر پہونچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو یہ کہنے لگا کہ ساری صناعی خود بخود تو ہو نہیں سکتی ضرور کسی بڑے صناع نے اسکو بنایا اور اسکی تمام اشیا کو مستحکم کیا ہے صاحب اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں کہ اس کا بنانیوالا ان ساری صناعیوں پر خوب ہی قادر تہا وہ اسکے تالیف و ترتیب کے طریقوں سے بہی بڑی واقفیت رکھتا تہا جب تو اسنے انتہا درجہ کی حکمت کے موافق اسکو اسقدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ اسکے تمام ہی لوازمات کامل طور پر اسے مہیا کر دئے تاکہ یہاں رہنا اور کماحقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر آسایش میں مخل نہ ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے ہمنے اسکو دیکہا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک رسائی ہوئی کہ ہم اسکی حقیقت دریافت کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور ذی علم۔ قدرت تدبیر

حکمت وغیرہ ایسے اوصاف جنکی کہ اس کوٹھی کے بنانیمیں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس شئے کے وجود کا اور اُسکے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اُسکو ہمنے اپنی آنکھوں سے ہی دیکھہ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شئے کا کوئی اثر ہمکو معلوم ہوجائے تو ہم یقیناً سمجھہ لینگے کہ وہ شئے بھی ضرور موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کوٹھی کے بنانیوالے کے اثر کا یعنی اِسی کوٹھی اور جو صناعیاں اسمیں پائی جاتی ہیں دیکھہ لینا اسکے بنانیوالے اور اُسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لئے بالکل کافی ہے اور عقل کی اس سے بخوبی تسکین ہوجاتی ہے پھر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کوٹھی کے ساز و سامان میں اگرچہ بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھہ میں نہیں آئی لیکن اُن میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی اگرچہ میں اسکو دریافت نہیں کر سکا کیونکہ جن اشیا کی حکمت میری سمجھہ میں آگئی ہیں میں نے اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھہ سمجھہ لیا ہے کہ اسکا بنانے والا بڑا حکمت والا ہے تو اُسنے بلا کسی حکمت کے اُسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرا شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اُسکے بنانیوالے کا تونے جو اعتقاد کرلیا ہے تو اُسکو اپنی آنکھہ سے اس کوٹھی کو بناتے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اُسکے وجود کا ہرگز اعتقاد نہ کرونگا اور نہ اُن صفات ہی کو مانونگا جنکا کہ تو نے اس کوٹھی کو دیکھکر اُسکی نسبت اعتقاد کرلیا ہے لیکن ہاں اس کوٹھی کے اس استحکام کیساتھہ موجود ہونیکے لیے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ کہکر وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اُسکی نظر ایک پہاڑ پر جا پڑی جو اس کوٹھی کے پاس ہی ایستادہ تھا اور اُسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ جاری تھا جسکا پانی اس کوٹھی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھکر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اُس شئے کو دریافت کرلیا جس سے کہ یہ کوٹھی واقع میں بنی ہے اور جو اسکی اور جتنی اشیا کہ اسمیں پائی جاتی ہیں اُن سب کی حقیقی علت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی چوٹی سے اس قطعۂ زمین کی جانب جسمیں یہ کوٹھی واقع ہے ہمیشہ زمانۂ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گذرا جسمیں کہ یہ ہوا مٹی پتھروں کو پہاڑ سے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اُسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعۂ زمین میں جمع ہوتی رہیں اور بارش کا پانی ہمیشہ اسمیں کچھہ تصرف کرتا رہا کبھی اُسکی شکل کچھہ ہوگئی اور کبھی کچھہ اسطرح کبھی وہ سب چیزیں مجتمع ہوگئیں اور کبھی پراگندہ۔ اور اُنکی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کیوجہ سے ہمیشہ کچھہ نہ کچھہ تبدیلی واقع ہوتی رہی گو کبھی یہ تبدیلی بدانتظامی کے ساتھہ ہوئی اور کبھی انتظام کے ساتھہ یہانتک کہ کروڑوں ہی برس کے زمانہ کے گذرنے کے بعد اس کوٹھی کی باقاعدہ صورت بنگئی جسمیں کہ کمرے نشست گاہیں۔ دروازے جنگلے۔ برآمدے۔ رستہ۔ حوضیں اور نہریں سبھی کچھہ پائی جاتی ہیں مٹی کے ڈھیلے اور پتھر بارش کے پانی سے جو مٹی گیلی ہوگئی تھی اُسکی خاصیت کیوجہ سے جم گئے ہیں اسطرح پر اسقدر مستحکم اور مضبوط کوٹھی مع تمام صناعیوں کے تیار ہوگئی رہا نہروں کا جاری ہونا اُسکی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے ہمیشہ پانی بہکر اس قصر کے صحن میں مختلف طریقوں سے جاری ہوا کیا کبھی بدانتظامی کے ساتھہ اور کبھی باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اُسکی مٹی نکلتی رہی ہوا اور بارش کا اُسکے راستہ میں اثر ہوتا رہا شدہ شدہ لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گذرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں بنگئیں اور اُنمیں پانی اس موجودہ انتظام کے ساتھہ بہنے لگا اب اُسکے برتن۔ فرش۔ گھڑیوں۔ اور مختلف قسم کے مقیاسوں کو لیجئے اُنکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ جو کبھی اس پہاڑ سے یا اس زمین میں اترا تو قافلہ والونکی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا اُنکو مختلف طرح پر ادھر اُدھر منتقل کرتی رہی کبھی کوئی چیز نزدیک آگئی کبھی دور چلی گئی۔ کبھی کوئی شئے کمرہ کے اندر چلی آئی کبھی باہر گئی خلاصہ یہ کہ کروڑوں برس کے زمانہ کے بعد یہانتک

نوبت پہونچی کہ فرش باقاعدہ بچھ گئے برتن قطاروں میں آراستہ ہو گئے گھڑیاں اور مختلف قسم کے مقیاس دیوار پر آویزاں ہو گئے یہی حالت ان درختوں
اور پھولوں کی ہوئی جو یہاں کی سیرگاہوں میں باقاعدہ لگے ہوئے ہیں انکے بیج ہوا میں اڑکر یہاں تک پہونچ گئے اور اس زمین پر جگہ جگہ اُگ گئے اور ہوا کے وجہ
سے ادہر ادہر منتقل ہوتے ہوتے باقاعدہ طور پر آراستہ ہو گئے تھے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر آنے لگے خلاصہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر سے
کبھی کوئی چیز ادہر ہوئی کبھی ادہر کبھی اُنکی صورت مناسب جا وضع پر ہوئی کبھی اُسکے خلاف اسطرح مختلف صورتیں بدلا کیں یہاں تک کہ ان اسباب نے اُسکو
موجودہ ساخت پر پہونچا دیا اور جب وہ کوٹھی استحکام اور باقاعدگی کے اس مرتبہ کو پہونچ گئی تو اب اسمیں ہوا اور بارش کچھ مقابلہ کرنیکی پوری قوت نہیں اسکی وجہ
ان سب چیزوں میں جو تبدیلیاں اس سے پہلے واقع ہوا کرتی تھیں اب نہیں ہوتیں اور اسکی وجہ بھی یہ ہے کہ پہلے کی شکلوں میں اسقدر استحکام نہیں آیا تھا جتنا کہ اب
موجود ہے اور پھر تم دیکھو اس کوٹھی کا مع سارے ساز و سامان کے انہیں اسباب مذکورہ کی وجہ سے موجود اور مرتب ہو جانا کچھہ مستبعد نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں
اگرچہ نہ کچھ عقل ہے اور نہ علم اور نہ وہ دونوں کوئی کام اپنے قصد اور ارادہ سے کرتے ہیں لیکن انکی حرکات اور تصرفات کا بکثرت واقع ہونا اور ان میں فرق کا لگاتا رہنا پایا
جانا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے اس کوٹھی اور اسکے سارے ساز و سامان کو حالت موجودہ پر پہونچا دیا اور اسمیں اسقدر استحکام آگیا اور پھر تم دیکھو اس بات کی دلیل
کہ یہ کوٹھی کسی ذی شعور نے اپنے قصد سے نہیں بنائی اور نہ کسی حکمت کی انہیں رعایت کیگئی ہے یہ ہے کہ اسمیں بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنمیں ارادہ اور حکمت کا نام و نشان بھی
نہیں معلوم ہوتا پس اے اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والو ان دونوں شخصوں میں سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال تو پہلے شخص کی سی ہے جو یہ
کہتے ہیں کہ جسنے یہ تمام کائنات ایجاد کی ہے وہ صاحب ارادہ ذی قدرت علم اور حکمت رکھنے والا خدا ہے اگرچہ یہاں تک انکی رسائی نہیں ہوئی کہ خدا کو وہ اپنی آنکھہ سے
دیکھہ لیتے لیکن اسکی مصنوعات کو دیکھکر انہوں نے اُسکے وجود اور اُسکے صفات پر استدلال کر لیا اور اگر کہیں اسکی کسی مصنوع کی حکمت انکی سمجھہ میں نہیں آئی تب بھی انہوں نے
اس امر کو تسلیم کیا کہ اسمیں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہمپر پوشیدہ ہے اور کیونکر نہ تسلیم کرتے وہ اسکی باقی مصنوعات میں ایسی انتہا حکمتیں مشاہدہ کر چکے تھے اور
دوسرے شخص کی مثال آپ لوگوں کی سی ہے جو اسبات کے قائل ہیں کہ مادہ کی حرکت ہی نے تمام کائنات کو زمانہ دراز میں اسطرح بنایا ہے کہ وہ حرکت اجزا مادہ کو طرح طرح کی
صورتیں دیتی رہی حتی کہ تمام کائنات موجودہ حالت پر پہونچ گئی اور انتخاب طبعی کے قانون کے موافق وہ ایسے درجہ پر جا پہونچی جسپر کہ اُسکو قرار ہو سکے اور یہی قانون کائنات
کے نظام کا حافظ ہے اور یہی نہایت عمدہ اشیا کو باقی رکھتا ہے اس عالم میں حکمت اور قصد کے پائے جانے پر آپ کا استدلال یہ ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی پائی جاتی
ہیں کہ جنمیں حکمت اور قصد کا نام و نشان بھی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں لاکھوں حکمتوں سے جو اس امر کی کھلی کھلی شہادت دے رہی ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا
بڑا ہی صاحب حکمت ہے غافل ہیں پس ذرا غور تو کرو کہ ان دونوں شخصوں میں سے کون اس امر کا مستحق ٹھہر سکتا ہے کہ عقول سلیمہ اسکی بات مانیں اور نفسانی تعصبات
اور شیطانی خواہشات سے آزاد عقلیں اُسے تسلیم کریں ایسے عقلمند والیسا اندھیر کہ حق کو واضح ہو جانیکے بعد بھی اُسکو ساتھہ روگردانی سے کام لیا جائے اور امر محسوس
کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی اپنی ہٹ کیجائے۔ اشرم۔ اشرم! ہم سبکی ہدایت کا خدا ہی مالک ہے جسے چاہے وہ ہدایت کرے۔

اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر اُسکے تمام صفات کمال کیساتھہ متصف ہونے پر تمام نقائص سے منزہ ہونے پر اور اس امر پر کہ مادہ مادیات اور جمیع کائنات کا پیدا کرنیوالا
وہی خدا ہے آپ لوگوں کے لئے ایسے دلائل قایم کر چکا جنسے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آپکی عقلوں کی تسکین ہو جائیگی اور وہ دلائل آپ لوگوں کے لئے راہ ہدایت میں چلنے
کا باعث ہو جائینگے تو اسکے بعد مجھے آپ لوگوں سے کچھہ اور عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں چند شبہے دیکھے ہیں کہ اگر آپ لوگ انکو قطعی دلائل
سے دفع نہ کریں تو وہ آپکے ایمان میں ضرور رخنہ اندازی کا باعث واقع ہوں اور انکا نتیجہ نہایت برا ہو لیکن ہاں اگر آپ لوگ اہتمام کیساتھہ حق تک پہونچنے کے
طالب ہو جائیں ان دلائل کو جو میں نے آپ لوگوں کے لئے قایم کی ہیں اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ اس خدا کی عظمت کو پیش نظر کر لیں طریق معرفت میں اپنے عجز کا اعتراف
کریں اور تسلیم کر لیں کہ خدا پاک اور اُسکے تمام افعال کے احاطہ کرنیسے ضرور ہم لوگ قاصر ہیں تو پھر یہ سارے شبہے ساقط ہو جائیں اور اس امر کا اعتقاد کر لینا

کہ خدا موجود ہے اور اُسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے آپ لوگوں پر بالکل آسان ہو جائے اور ذرا بھی دقت پیش نہ ہو۔ اب اُن شبہوں کا بیان ہے جو آپ لوگوں کی (یعنی اہل سائنس کی)
کتابوں میں مذکور ہیں نہایت ہی مشہور شبہوں کو ذکر کرتا ہوں اور انشاء اللہ ثابت کر دونگا کہ وہ بالکل ہی لچر ہیں پس سُنئے پہلا شبہ۔ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں یہ بات
نہیں آتی کہ کوئی شئے موجود تو ہو لیکن وہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو نہ جسم کی صورت ہو نہ کوئی ایسا مادہ ہو کہ کسی معقول صورت میں سمجھ میں آسکے نہ اُسکی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے
حصے ہو سکتے ہوں اسکا فعل تو اسی سے صادر ہوتا ہو لیکن اُسکے ساتھ متصل نہ ہو اور اس سے آپکا مقصود خدائے پاک کی ذات ہے۔ دوسرا شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری
سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شئے عدم محض سے وجود میں آئے یعنی پہلے نہ ہو اور پھر موجود ہو جائے اور اس سے آپکا مطلب یہ ہے کہ مادہ کا عدم سے وجود میں آجانا ہماری عقل نہیں
سمجھ سکتی۔ تیسرا شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نظام کائنات میں قصد اور حکمت کی رعایت ہوتی تو ہر شے میں قصد اور حکمت کے پورے پورے آثار موجود ہونا ضروری
تھا حالانکہ عالم میں ایسی اشیاء بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قصد اور حکمت پر وہ منطبق نہیں ہیں بلکہ قصد اور حکمت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اسلئے علی وجہ الضرورت ہی انکا
انطباق ہوگا یعنی تمام اشیاء میں جب قصد اور حکمت کے آثار ہماری سمجھ میں نہیں آئے تو بس یہی کہنا چاہیے کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں اب میں
کہتا ہوں کہ سابق کی تمام بحث سے آپ اس بات کو جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو خدائے عالم اور اُسکی تمام صفات پر اسی کائنات سے استدلال کرتے ہیں
اسواسطے کہ کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اُسکا خود بخود پایا جانا محال ہے اور یہ کائنات عظمت عجیب صنعت استحکام اور مضبوطی کے اعتبار سے ایسے بڑے مرتبہ پر
پہونچ چکی ہے کہ اُن سب پر حاوی ہو جانا اور سب کا احاطہ کر لینا انسانی عقل کا کام نہیں وہ اس سے بالکل عاجز ہے پس اسوقت یہ کائنات اپنے پیدا کرنیوالے کی صفات اور خود اُسکی ذات
کی عظمت پر اور اُسکی حکمت کے نہایت ہی عالی ہونے پر کہ جسکا حصر کر لینا ممکن ہی نہیں اور نہ افکار اُسکو حاوی ہو سکتی ہیں بہت اچھی طرح سے دلالت کرتی ہے اور انسانی
عقل کا یہی خاصہ ہے کہ آثار کی عظمت سے مؤثر کی عظمت پر استدلال کیا کرتی ہے اور جسقدر کہ آثار عظیم ہوا کرتے ہیں اسیقدر مؤثر کی عظمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ
ہم اور آپ گذشتہ قوموں کی قدر و منزلت پر اُنکے آثار کی عظمت ہی دیکھکر استدلال کیا کرتے ہیں۔

پھر اگر آپ علمی تحقیقات میں غور کریں اور جتنی چیزیں کہ آپکو دریافت ہو چکی ہیں اُن اشیاء سے اُنکا مقابلہ کریں جو ہنوز تک معلوم نہیں ہو سکتیں اور جن پر کہ اب تک پردہ پڑا ہوا ہے تو آپکو
معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں آپکی معلومات بہت ہی کم ہیں حتی کہ جو نسبت ایک قطرہ کو سمندر کے ساتھ یا ایک ذرہ کو ریگستان کے ساتھ ہوتی ہے وہ بھی مشکل سے نکل سکیگی
اور یہ ایسا دعویٰ ہے کہ جسکا آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے ورنہ علم طب، علم کیمیا، علم تشریح، علم فزیالوجی (وہ علم جسمیں اعضاء حیوانات وغیرہ کے افعال اور حکم سے بحث ہوتی ہے)
علم بائلوجی، علم جیالوجی (علم طبقات الارض) علم فلکیات، علم کائنات جو اور جو اسکے علاوہ اور علوم ہیں جنمیں کہ آپ لوگوں کو مہارت ہے اور جنکی کہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں کی جلدیں
آپ لوگوں نے تالیف کر ڈالی ہیں اور اُنکے بیانمیں آپنے بڑی طوالت سے کام لیا ہے اُن سب علوم کو لیجئے اُنکی کتابوں کو اُٹھا کر دیکھئے قریب قریب کوئی صفحہ ایسا نہ ہوگا
کہ جسمیں آپ لوگ اُنکو یہ کہتے ہوئے نہ پاتے ہوں کہ فلاں امر کی حقیقت ہمیشہ نامعلوم رہی یا اس شے کی حقیقت کے کافی طور پر بیان کرنے تک علماء کی رسائی نہ ہو سکی [illegible]
کیا۔ فلاں شے کے بارہ میں کبھی کوئی قطعی رائے قائم نہ ہو سکی۔ فلاں شے کا فعل ہمیشہ مخفی رہا۔ فلاں شے کے فائدہ کی اطلاع ہی نہ ہوئی علاوہ اسکے اسیطرح کی اور عبارتیں پکار پکار کر کہہ
رہی ہیں کہ کائنات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہیں جنکی حقیقت سے ناواقفیت کے آپ لوگ خود قائل ہیں۔ اور آپ لوگ تو ہمیشہ ہی اسی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں کہ
کسیطرح اشیاء عالم کی حقیقتوں کو دریافت کریں چنانچہ آپ علمی مجالس میں اکثر اشیاء کائنات کی نسبت اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور بہتیرے انکو اپنی رائے کی غلطی ہی جو
اُنہوں نے ایک زمانہ صرف کر کے حقائق اشیاء کی نسبت قائم کی تھی صحیح ہو جایا کرتی ہے اور یہ ایک ایسی ظاہر بات ہے جس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علماء جو اپنی زمانہ
میں تحقیقات علمیہ کے درپے رہتے ہیں اس امر سے خوب واقف ہیں اسکی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ جنکا کوئی شمار ہی نہیں اگر شاید آپ لوگ اس امر سے انکار کریں اور بکثرت اشیاء سے
ناواقفی اور اپنے علم کی قلت کا ہٹ دھرمی سے اقرار نہ کریں تو میں آپ سے کہونگا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کی حقیقت سے جسے کہ آپ مبدا دیکھتے
اور سمجھتے ہیں اب تک ناواقف ہیں اور آجتک فلسفی شاید اس مادہ کی حقیقت کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے اسیطرح دیکھئے

سے جن اشیار کا ہم کو ادراک ہوا کرتا ہے آج تک اس کی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کیونکر ادراک کر لیتا ہے غایت سے غایت آپ اسبارہ میں یہ کہیں گے کہ بیرونی اشیار کی صورتوں کو دماغ تک پہونچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی ووافی بیان تو وہ آج تک پورے طور سے آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا (اور نہ کبھی ہوگا)

اسیطرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کے لیجئے اسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق یہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں باہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علی ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی وکافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور نہ شاید کبھی کی منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے قوانین فطرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرتسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق نہ کر سکے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے یہ اعتراض رفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اسمیں بہت بڑی گنجایش ہے اگر میں ان تمام اشیار کو جنسے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقفی کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجوداتِ عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفی اعلیٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اسوقت آپ خدائے عالم کی عظمت کا اسکے آثار قدرت سے استدلال کر کے خیال باندھیں اور حقایق اشیار کی نسبت اپنی ناواقفی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر رکھیں تو اسوقت حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور شرم بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوند عالم کی حقیقت دریافت کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اس کی مصنوعات میں سے ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی حقیقت سے آپ ناواقف ہیں بقول شخصیکہ ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی — کہ با آسماں نیز پرداختی

اور وجہ یہ ہے کہ جو شخص فرض کیجیے کہ ایک گھڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت کے دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اس کا عجز ظاہر ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس گھڑی کو دیکھکر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گھڑی ہی کو دیکھکر بتلا سکتا ہوں کہ اسکے بنانے والے کی کیسی شکل وصورت ہے وہ سفید ہے یا سیاہ دراز قد ہے یا پستہ قد۔ موٹا ہے یا دبلا۔ اسیطرح اور چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گھڑی دیکھکر اسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارتے ہوئے سنیگا یہی کہے گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بیہودہ باتیں بکتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو سہی کہ اس گھڑی کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اسکا بنانا جانتا ہے اور اسکے بنانے پر اسکو قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گھڑی کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے

اور اُس کی شکل وصورت کیسی ہے محض گھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز یہ مقتضا نہیں ہوسکتا کہ اُس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہوجائے اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ تو اُسکے تمام پرزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکا۔ حالانکہ وہ تیرے سامنے موجود ہیں تو پھر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرلینے کے لیئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے ناحق اپنے نفس کو تکلیف دینا ہے۔ یہ امر نہایت بیجا اور سراسر بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھکر اُسکے بنانے والے خدا کی حقیقت دریافت کرلیں گے بلکہ اسبات کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اُس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کرسکتا۔ اور نہ اس سے اُسکی حقیقت ہمیں معلوم ہوسکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خواص آپ نے ذکر کیئے ہماری عقلوں میں یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہوسکے جو اُن کے ساتھ موصوف ہوکر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اسبات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جاسکتی کہ جو اُن خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو۔ علیٰ ہٰذا القیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجوداتِ عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جسمیں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔ تو اسکے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اُسکے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ بکثرت ایسے حقایق ہیں کہ جنکو آپ پورے طور سے خیال نہیں کرسکتے اور پھر بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف اس لیئے کہ اُن کے وجود پر دلیل قایم ہے اُن کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کرلینا کہ ایسی شئے کا جو اِن خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاس[۵] تمثیل سے ناشی اور اُسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اِس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں۔ جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) ظاہر ہوتا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی اشیا کہ مشاہدہ کیں اُنپر قیاس کرکے یہ گمان کرلیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے اضداد کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض دھوکے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ بسا اوقات یہ دلیل انسان کو دھوکا دیکر غلطی میں ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اُس دوسری شے پر بوجہ کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہوسکتے اسوقت آپ لوگوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا خرابی لازم آتی ہے اور اسکے ماننے سے کونسا امر مانع ہے۔ آپ لوگوں کا اُسکی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالہ کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح اُن چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اُس خدا کو قیاس کرنا کہ جسکی وجہ سے آپنے یہ یقین کرلیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مغالطی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کیوجہ موجود ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اسکی ضرورت کیا ہے اور کونسی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اُس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اسکا جواب ہم سے سنئے کہ وہ شے اُس کے آثار قدرت ہیں کہ جو اُسکے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس خدا کو جسم

---

۵ ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کرکے اُسکا حکم دریافت کرنا قیاس تمثیل کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منزہ مانیں تو ہم کہیں گے کہ اسکی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اثبات پر دلائل قایم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدائے سبحانہ کے لیئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر مادی ہوگا یا اُس میں مادہ کے خواص پائے جائیں گے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھہریگا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسی دلیل ملجائے جسکے ذریعہ سے ہم اُس خدا کی حقیقت تک پہونچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہونچ جانا اور اُسکو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدائے سبحانہ نہایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقلوں کا ادراک اُسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ادراک کی حیثیت سے پستی میں پڑا ہو ایسی حقیقت کے دریافت کرنے تک کہ جو انتہا درجہ عالی اور باعظمت ہو اُسکی رسائی ہونا ناممکن ہے اُنکی شریعت نے انکو سمجھا دیا ہے کہ اُس خدا کی جانب سے انکو اسیقدر اُس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ اُسکے آثار قدرت سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہے۔ ذی قدرت ہے۔ صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام اُن صفات کے ساتھ موصوف ہے جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت دے چکے ہیں اور اُن کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہے اور اُن کی شریعت نے خدا تعالےٰ کے لیئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ نہ جنکے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قایم ہے۔ اور نہ اُن کی نفی پر۔ اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات انکو بتلائے ہیں پس اُنہوں نے اُس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے اُن کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ اُسکے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اُسکو وہ اپنی عقلوں میں جیسا کہ وہ واقع میں ہے اُسکے خلاف نہ خیال کر لیں اور پھر قابلِ مذمت جہل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کرنے لگیں چنانچہ بعض پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز تیرے (یعنی انسانی) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اوسکے خلاف ہے)[عـــہ]

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت کے رکھنے والا ہے اُسی طرح اُس کے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور اُن عجائب و غرائب میں جو اُنمیں پائے جاتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ اُن عجائبات میں سے قدرے قلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور اسمیں تو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اُسکی مصنوعات میں سے بکثرت اشیاء کے سمجھنے اور اُن کی حقیقت دریافت کر لینے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کیئے دیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت قوت کہربائی کیجانب منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کہربائی حرارت کی جانب اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت میں ہے کہ اشیاء مذکورہ بعض بعض کیجانب کیونکر منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر سمجھکر کیا آپ کسی عبارت سے جس کو آپنے سمجھا ہے

عـــہ کل ما خطر ببالک فہو ہالک واللہ اجل من ذلک ۱۲

بیان کرسکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہوجائے ہیں تو کسی طرح خیال نہیں کرسکتا کہ ہمیں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں ہے غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اس تغیر کا صحیح کردینا اور اذہان کا اس کی حقیقت کو دریافت کرلینا پھر پہلے اور دوسرے انتقال میں اسی طرح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کردینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز ہیں پس جب اُس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جنکی نسبت آپ لوگوں کا عجز ظاہر ہوچکا ہے تو پھر ہمیں آپ کو تعجب ہی کیا ہوتا ہے اگر آپ اثبات کو تصور نہ کرسکیں کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کردیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کرسکنا اُس شے کے فی نفسہ معدوم ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کسیوجہ سے موجود ہوجائے کیونکہ جتنی چیزیں ہمنے مشاہدہ کیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہوگئی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کرسکا اسیواسطے ہم اُسکے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہوتے ہوئے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسیکو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے جو کہ قطعی الدلالت نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈالدیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر۔ خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کرلیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو جدا رہا یہ تو دیکھیئے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

بھلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا جسنے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ ٹھکانا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیمیا میں بڑے فضل و کمال کی ڈینگ مارتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر[ف] کی تحلیل کرلیتے۔ یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جسمیں کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اُس کی صورت ہوتی۔ ان دونوں بسیط امروں کے بنانے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپ کا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اسکے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اُس خدائے قادر کی ذات پاک پر اور اپنے اعمال کو اُس کے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر آپ غور سے کام لیں اور اپنے اعمال کو سوچیں تو آپ لوگوں کو معلوم ہوجائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں اُن میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی جو اُسکے عناصر کیمیائیہ تحلیل کرتے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عنصروں سے ترکیب دیتے ہیں تو اسکو دیکھیئے۔ آپ کو یہ بات ظاہر ہوجائیگی کہ آپ نے تحلیل یا ترکیب میں اُنہیں اسباب سے کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور اُنہیں کو جاری کردیا جن پر

[ف] یعنی ہر عنصر کی تحلیل کرکے اسکے ذرات بسیطہ نکال لیتے مثلاً آکسیجن کو تحلیل کرکے اُسکے ذرات بسیطہ نکال لیتے ۱۲

کہ آپ کو اطلاع حاصل ہوگئی کہ فلاں چیز کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بجھا دینا وغیرہ یہاں تک کہ اس طرح پر تحلیل یا ترکیب حاصل ہوگئی۔ باقی رہی عناصر کے متمیز ہوجانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے ہیں یا ذراتِ مادہ کے خاص طور پر ملجانے کی کیا حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوب حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کرسکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کرسکیں کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو تحلیل کرکے بالکل جدا کرلیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی ہیں ملا کر ترکیب دے لیں۔ اور اس سے آپ لوگوں کا صناعت اور عمل میں بھی عجز ظاہر ہوگیا جیسے کہ ادراک و معرفت میں ظاہر ہوچکا۔ پس اے عقلمندو! کیا اسکے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اس کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ مارتے رہوگے اور یہی حکم لگائے جاؤگے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا نہ کرسکے تو وہ خدا بھی اس سے عاجز رہیگا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ! باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا عجز ظاہر ہوچکا پھر بھی آپ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار کرنا چاہئے جس پر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انکے نزدیک خدائے عالم کے وجود پر۔ اس کی قدرت کے عجیب و غریب اور باعظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قایم ہوچکی۔ اور انپر بحث و تدقیق سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ اس خدائے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں انکے قوائے ادراکیہ بالکل قاصر ہیں اسوجہ سے اسکی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کرلینا انکے امکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود جو آثار قدرت کی دلالت سے انکے نزدیک ثابت ہوچکا ہے منتفی نہیں ہوسکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہوچکا ہے ایمان لے آنے کے منافی ٹھہر سکتا ہے۔

پھر انکے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا اور اس کے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اسکو حادث کرنے کے لئے کسی نہ کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس خدا اور پیدا کرنے کی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہے کہ جو قطعی دلیل سے انکے نزدیک ثابت ہوچکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہوگیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اس کے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے ہمیں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادے طور پر

یقین کر لینے اور بلاکسی قطعی دلیل کے اندھا دھند کسی بات کے مان لینے کا نام ہے اور ان بھولے بھالے عقلمندوں کو یہ پتہ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنے ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعہ سے اُن ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو جنکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور منقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدائے عالم کے وجود کے ساتھ اور اِس بات کے ساتھ کہ اُسنے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان ہے جیسا کہ بیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذاتِ خداوندی کی حقیقت، اور نیز اس امر کے ادراک سے کہ اُسنے عدم محض سے عالم کو کیونکر پیدا کیا عجز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جسکے کہ نفس الامری وجود پر دلیل قایم ہو چکی ہے اُس شے کے وجود کے اعتقاد جازم کے منافی نہیں ہو سکتا پس اُن بعض لوگوں کا کیسا لچر خیال ہے حق بات کے بیان کرنے میں انہوں نے کیسی اپنی جہالت ظاہر کی ہے اور علم اور ایمان کے درمیان فرق کرنے میں کیسی غلطی کھائی ہے یہ نہ سمجھ سکے کہ علم کی تمام انواع میں سے سب سے کامل نوع کو ایمان کہتے ہیں۔ ناواقفی بھی کیا بُری چیز ہے۔ خدا اِس ناواقفی اور جہل کا ستیاناس کرے۔

اور سُنئے کہ پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعاتِ خداوندی میں طرح طرح کے اسرار اور ایک سے ایک بڑھکر بیشمار حکمتیں مشاہدہ کیں اور روز بروز جو حکمتیں برسوں تک اُنپر مخفی رہی تھیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں اِس سے اُنکے نزدیک یہ بات اور بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ یہ خدائے پاک بہت ہی بڑی حکمت والا ہے لوگوں کی عقلیں اُس کی حکمتوں کو ہرگز حاوی نہیں ہو سکتیں اس کے بعد کائنات میں سے جب اُنہوں نے کسی شے کو مشاہدہ کیا کہ جسکی حکمت اُنکو ظاہر نہ ہوئی تو اُنہوں نے اُس کی نسبت یہ اعتقاد نہیں کیا کہ وہ شے محض عبث اور بلاکسی حکمت کے پائی گئی بلکہ یہی کہنے لگے کہ اسکا پیدا کرنے والا حکمت والا ہے اس دلیل سے کہ ہم نے اُس کی کائنات میں اتنی حکمتیں مشاہدہ کیں ہیں کہ جنکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور اُن میں سے بہت سی ایسی حکمتیں ہیں کہ جو ہم پر مدتوں تک مخفی رہیں اور پھر اُسکے بعد ظاہر ہوئیں پس اس شے کی نسبت بھی جسکی کہ حکمت ہمارے نزدیک ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہے ہمیں یہی کہنا چاہئے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے جو ہم پر مخفی رہگئی ہے نہ یہ کہ وہ شے بلاکسی حکمت کے پائی گئی اور اسبارہ میں جس امر سے کہ ہماری عقلوں کی تسکین ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ خالق نہایت ہی عظمت والا ہے چنانچہ ہم اُسکے صفات اسرار اور حکمتوں کی عظمت اُسکی خلق میں دیکھتے ہی ہیں۔ اور انسانی عقلوں میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ اُس کی نسبت نہایت ہی حقیر ہیں اور اُسکی عظمت پر قیاس کرکے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی ادراک کی اُسکے مقابل میں کوئی ہستی نہیں پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے حق میں امر صواب بدیہی ہے کہ آپ بھی اسی سرتاپا منصفانہ طریق پر جس پر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں چلنا اختیار کریں پس آپ لوگوں کی عقلیں اُن بے شمار حکمتوں کی وجہ سے کہ جو آپ کے نزدیک ظاہر ہو چکی ہیں اور نیز اُن کی وجہ سے کہ جو برسوں تک آپ لوگوں پر مخفی رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں گی اس بات کو مان لیں گی کہ تمام کائنات حکمت پر مبنی ہے اور کوئی شے بھی حکمت سے خالی نہیں۔

اور یہیں سے آپ لوگ یہاں تک پہونچ جائیں گے اور سمجھنے لگیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شئے اندھا دھند ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوئی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہ ہو تو بجائے اسکے کہ آپ اسکو تمام کائنات کی بلا حکمت اور بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی دلیل ٹھہرائیں اور اسکو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنانے کے درپے ہوں آپ یہ کہیں گے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہم کو ظاہر ہو چکی ہیں انپر قیاس کر کے ہم کو بھی حکم لگانا چاہیئے کہ اس شئے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔

اور سب بارہ ہیں جو شئے آپ لوگوں کی عقلوں کو تسکین بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اسکے بڑے بڑے اعمال ہیں اُن کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علو قدر کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی بلحاظ رکھیں کہ انسانی عقلیں خدائے تعالےٰ کے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور اُن کا ادراک اُسکے مقابل میں کسی شمار میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔

اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں جو آپ کو دھوکا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

ف خدا کی عظمت کے مقابل میں انسان کی ہیچی کی مثال جیسے ہمارے مقابل میں خوردبینی پانی میں نظر آنے والے کیڑے ہیں

پس اے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر اُن کیڑوں میں جو کہ بذریعہ مائکراسکوب (خوردبین) پانی کے ایک ذرا سے قطرہ میں ہزاروں اور لاکھوں ہی نظر آتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجودیکہ اُنکو اپنی زندگی قایم رکھنے کے لئے جسقدر ادراک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں اُنکے کیا افعال ہیں۔ اُسکے سُننے۔ دیکھنے سونگھنے چکھنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ غذا کیونکر حاصل کرتا ہے اُسکے اعضا رغذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں دوران خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اُسکے خیالات اور ادراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ دخانی کلیں کن اصول پر مبنی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں۔ مختلف قسم کے کپڑے انسان کسطرح بنا کرتا ہے اسکی اشیاء خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اُسکی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فوٹوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اُسنے اُنکو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ لوہے اور باقی معدنیات کو اُسنے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اُس سے ایسے عجیب و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور کلوں کے ہر ہر پرزے میں کیا حکمت مدنظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہو سکتے ہیں اور اسپر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور نیز وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری کلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بلیوں اور لوہے کے تاروں کے جو اُنپر لگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر اُنکو اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے اُنہوں نے انسان کے وجود اور اُس کی عظمت پر استدلال کر لیا اور انسان کے بکثرت اعمال اور اُسکے عمل کرنے کی کیفیت اُن پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اُنہوں نے اُسکی مصنوعات کی

بہت سی حکمتیں بھی دریافت کرلیں اور اس سے اُنہوں نے اسباب پر استدلال کرلیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیڑوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہوگا کہ میں اتنے سے ادراک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اُسکے اعمال کی عظمت اور اُسکی حکمت کی وسعت کے مقابل میں فخر کرنا بھی نامناسب ہے۔ اُس کی حقیقت کے ادراک کر لینے کا دعوےٰ کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھسے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اُسکے وجود اُسکی قدرت اُس کی حکمت کا یقین کروں اسلئے کہ میں نے اُسکے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اُسکی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اُسکے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ میری عاجز فکر اُس کا تدارک نہ کر سکی اُسکے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اُس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھپر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اُسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اُسکے اعمال کی بکثرت حکمتوں سے اُسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور اِسمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی رہگئی ہے پس یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ اُنکے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب راستوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مدنظر رکھی گئی ہوگی اگرچہ وہ ہمپر مخفی ہے۔

پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اُس خدا کی عظمت اُسکے اعمال کی عظمت اور اُسکے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مائکراسکوپی کیڑوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اُسکے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اُسکے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھہ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں سے ایک گمراہ اور مبتدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدائے تعالےٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھہ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اُسکے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اُس پر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اسبات کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اُسکا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مائکراسکوپی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدائے پاک وہی ہے جس نے کہ اُنہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ اُنکا اور اُن کی جانوں کا علی الاطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی مملوک چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی مملوک میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کرے لیکن اُس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ لیلے حالانکہ اُسمیں ان مائکراسکوپی کیڑوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پھر وہ اُسے آگ میں ڈالدے

جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات اتنے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہونگے سب کے سب بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہوجائیں تو کیا اس موقع پر کسیکے دل میں یہ بات گذر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بیچارے حیوانات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اسبارہ میں منازعت کرسکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز اُن تمام جانداروں کا جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تہا۔ میرے نزدیک تو اسبارہ میں بادشاہ سے سوائے اُس شخص کے جو کہ خبطی اور ایسے امور سے ناحق تعرض کرنے کا عادی ہو جسمیں کہ اُسکا کوئی بھی ساتھہ نہ دے اور کوئی منازعت نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار نعمتیں دے کر مالامال کردیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا بطور وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُسکی مہربانی اور احسان سے ہے یہاں تک کہ اگر وہ نعمتیں نہ دیتا اور بجائے اسکے طرح طرح کی مصیبتیں اُنپر مسلط کردیتا تو یہ فعل بھی اُس کی جانب سے مستحسن ہی شمار ہوتا اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے منازعت کرنے کا کسیکو حق نہیں جو چاہے سو کرے اور جو اُسکا ارادہ ہو وہ حکم کرے۔

پس اے اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہوگیا اور آپ کے واہی تباہی شبہے ساقط ہوگئے تو آپ کو چاہیئے کہ جب آپ کے نفوس آپسے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے منازعت کریں آپ اُنسے کہدیجئے کہ ہماری انسانی عقلیں اس امر سے بالکل قاصر ہیں۔ ہمکو اُسکی اُسی قدر معرفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھہ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپکے نفوس اسبات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُسنے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کردیا تو آپ اُنسے کہدیجئے کہ ہمنے خدا کے تمام اعمال کو تو جانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ اُن اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھہ سکے وہاں یہ بھی سہی اور ہم لوگوں کا اُسکو تصور نہ کرسکنا اسکا مقتضی نہیں ہے کہ ہم اُسکا انکار کردیں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جس کی حکمت آپ نہ سمجھہ سکیں تو آپ کو یہ کہدینا چاہیئے کہ عالم کا بنانے والا حکیم ہے کیونکہ اُس کی مصنوعات میں بکثرت حکمتیں ہم دیکھہ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھہ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسمیں کوئی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھہ سکنا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے انکار کردیں اور اندھا دھند ضرورت کو مان لیں کہ اُسی سے سب چیزیں ہوجاتی ہیں۔ خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے آخرت میں نجات ملے۔ آمین۔

اے اہل سائنس یہاں تک تو میں نے آپ کے ساتھہ عالم اور اُس کے تمام تنوعات کے حدوث ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قائم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جسنے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھہ جو اُسکی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے اور نیز آپ کے بہت ہی مشہور شبہوں کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب میں سے چند چیزوں میں اور گفتگو باقی ہے اور وہ گفتگو چار مہم مسئلوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سماوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو ہے یعنے پہلے

ایتھر کے اجزا سے ایک بہت چھوٹے چھوٹے غیر قابل قسمت ذرے بنے پھر اُنسے آفتاب بنگیا اسکے بعد آفتاب سے تمام ستارے جدا ہونے لگے چنانچہ منجملہ اسکے ہماری زمین بھی ہے پھر اس زمین میں عناصر بنے اسکے بعد معدنیات پیدا ہوئیں اور مکون اول یعنی برٹو بلاسم بنا۔ پھر یہ ترقی کرنے لگا اور آپس میں توالد و تناسل شروع ہوا یہانتک کہ ہوتے ہوتے ادنےٰ درجہ کی نبات یا حیوان تک پہونچ گیا۔ پھر یہ حیوان اور نبات اُن چار قوانین قدرت یعنی قانون تباینات۔ قانون وراثت۔ قانون تنازع بقا (جسکے موافق قوی ضعیف کو ہلاک کرڈالتا ہے وغیرہ) اور قانون انتخاب طبعی کے موافق برابر ترقی کرنے لگے اور طرح طرح کی انواع میں منقسم ہوتے رہے پھر اُن انواع سے اور انواع نکلنے اور پیدا ہونے لگیں یہانتک کہ وہ دونوں (یعنی نبات حیوان) حالتِ موجودہ تک پہونچ گئے اور یہ سب کچھ ذرات مادہ کی اضطراری حرکت اور انہیں قوانین قدرت کیوجہ سے ہوتا رہا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انسان بھی منجملہ اور حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہے بطریق نشو کے پیدا ہوا ہے خوبی اور عمدگی میں قانون انتخاب طبعی کے موافق ترقی کرکے حالتِ موجودہ تک پہونچ گیا۔ اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے اسلیئے کچھ بعید نہیں کہ وہ اور بندر دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر ترقی کرکے اپنی اصل پر فوقیت لے گیا ہو۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیات اور انسانی عقل صرف مادہ کے ذرات متحرکہ اور اُسکے عناصر ممتزجہ کے باہم تاثیر اور تاثر کے آثار میں سے ایک خاص قسم کے ظہور کا نام ہے اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے خالی تھا اور یہ کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں کے ساتھ صرف مقدار میں مخالفت رکھتی ہے حقیقت کے اعتبار سے اُسمیں اور دیگر حیوانات کی عقل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آپ لوگ شریعت کے باقی مسئلوں سے جیسے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا۔ آسمانوں کا موجود ہونا وغیرہ انکار کرتے ہیں اور آپ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپ کے علوم میں اس قسم کے مسائل کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی بلکہ بعض کو تو آپ کے علوم رد کرتے ہیں اور اُنکے محال ہونے پر دال ہیں۔

ف
اب انشاء اللہ میں آپ کے ساتھ ان مسائل میں بتوفیق خداوندی گفتگو کرتا ہوں۔ سنیئے ان مسائل میں آپ سے گفتگو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے میں دو مقدمے بیان کروں۔

ف
پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جو نصوص اور اقوال شریعت میں وارد ہوتے ہیں اور جن پر کہ اعتقاد کے بارہ میں بھروسہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اُنپر اعمال اور احکام کے بارہ میں بھی بھروسہ ہوتا ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہیں ایک متواتر۔ دوسرے مشہور۔ متواتر اُسے کہتے ہیں جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے جنسے کہ اُسکے شریعت میں پایا

ع۔ اجزاء ومیٹر الطیبہ ۱۲ ع۔ برٹو بلاسم ایک قسم کا زلالی مادہ ہے جو متفرق عناصر سے ملکر بنتا ہے اسمیں غذا حاصل کرنے منقسم ہونے اور توالد و تناسل کی قوت موجود ہوتی ہے اسی سے وہ خول تیار ہوتے ہیں جنسے کہ عضوی جسم کی ساخت حاصل ہوتی ہے فلسفہ قدیمہ کی اصطلاح میں اس کو نفس نباتی کے فیضان کا محل قابل کہہ سکتے ہیں۔ ۱۲

وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعی طور پر ثابت ہو۔
اور مشہور وہ ہے جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانیکی وجہ سے جنسے کہ قلب کو اسکے وارد ہونے کا
اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب بقریب یقینی کے ہو اور اسکا مرتبہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے پھر
متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہوگا جسکے سوا کسی اور معنی پر دلالت کرنے کا اس میں احتمال
ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنے کی طرف نہیں پھیرا جا سکتا اور اس میں تاویل نہیں ہو سکتی یہ قسم شریعت میں جتنے مقامات
پر کہ وارد ہوئی ہے ان میں سے کہیں بھی کوئی قطعی دلیل عقلی اسکے معنے کی مناقض نہیں واقع ہوئی اس قسم کا نام ہم
متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہوگا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اس کی دلالت ہو لیکن انہیں
کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو قسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اسطور پر بھی واقع ہوئی
ہے کہ قطعی دلیل عقلی اسکے ظاہری معنی کی مناقض ہے اسکا نام ہم ظاہر المعنی رکھے لیتے ہیں۔ پھر سننے کہ شریعت
محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اسکے وارد ہونے اور اسکے معنے متعین کی تصدیق کرنا ضروری
ہے اور اوسکے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اسکے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنے اسلامی دین سے خارج ہو جانے
کو مستلزم ہے اس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنے کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اسمیں تاویل کا احتمال
ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اسکی مناقض ہے یہاں تک کہ اوسکی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین المعنی
مشہور ہے تب بھی اسکے وارد ہونے اور اسکے معنے کی تصدیق کرنا ضروری ہے اسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اسکے
معنے کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اسکی تاویل کرنا اور اسکو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اسی
دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اسکے
وارد ہونے اور اسکے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اسکے معنی کی بلا کسی تاویل کے
تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے ظاہری معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو اسکی تاویل کرنا بھی جائز
نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اسکے ظاہری معنے سے دوسرے معنے کی جانب احتمالی طور پر پھیرینگے
اور اس کی تاویل کرینگے اس طرح پر کہ اس میں اور اس امر میں جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موافقت ہو جائے۔ اور اگر نص ظاہر
المعنی مشہور ہے تو اسکا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اسکے وارد ہونے کے انکار کرنے سے
یا اسکے معنے کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر
اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جسکے مناقض عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اسکی تاویل ہی جائز
ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور ان میں سے بھی کسیکی تاویل کرنا اور اسکے ظاہری اور متبادر معنی سے کسی دوسرے
معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اسکے ظاہری معنی کے خلاف قائم ہو جائے
اسوقت بیشک اس کی تاویل جائز ہے کیونکہ اسکے متبادر معنی کے اعتقاد پر جمے رہنا اور اس امر کو جس پر کہ قطعی عقلی دلیل دلالت
کرتی ہے چھوڑ دینا اصل اور بنیاد ہی کو گرا دینا ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اس رسول کی جسنے کہ یہ تمام نصوص شرعیہ ہمیں بتلائی

رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اُس رسُول کے دعوے رسالت میں صادق ہونے پر استدلال نہ کر سکتے
پس جب یہ اصل ہی منہدم ہو جائیگی تو فرع کا بھی لامحالہ انہدام ہو جائیگا پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا نقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا
ہے اور یہ خلاف مقصود ہے اسلئے ہر نص ظاہر المعنی کا جبکہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے معنی ظاہر کے خلاف ہو یہ حکم ہے کہ اُس میں تاویل کیجائیگی
اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی بکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی
میں آیت لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور مواقف میں بھی ہے)
مثلاً قرآن مجید میں سکندر ذوالقرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدہا تغرب فی عین حمئۃ" یعنی یہاں
تک کہ جب (سکندر ذوالقرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہونچا تو اُسنے اُسے ایک دلدل والے چشمہ میں ڈوبتا پایا۔
پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبا کرتا ہے۔ پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری
معنی کے خلاف اور مناقض نہ قایم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں یہی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اُس کی تاویل
جائز نہ ہوتی اور اُسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اسبات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے
چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسلیئے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اسبات پر قایم ہو چکی
ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں
محال ہے اور علاوہ اسکے اسبات پر بھی عقلی قطعی دلیل قایم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اسوقت اس
نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اُسکو اُسکے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اللہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے
لیکن مثلاً یوں کہا جائیگا کہ ہوسکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا یہ مطلب ہو کہ ذوالقرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اُس
مقام پر پہنچا تو اُسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک دلدل والے چشمہ میں غروب ہو رہا ہے کیونکہ جو شخص مغربی
بلاد کے سواحل پر آفتاب کیجانب نظر کریگا تو اُسکے خیال میں یہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جو اُن بلاد کو گھیرے ہوئے
ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کیچڑ اور تاریکی بھی بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گرمی بھی بہت ہے اور یہ اُس
جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اُسکو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں
یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقۃً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل
تفسیر رازی۔ جلالین اور تفسیر کواشی سے ماخوذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی الحنبلی نے کتاب عجائب المخلوقات میں نقل کیا ہے
اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہدیا ہے کہ آفتاب حقیقۃً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹھکانے بات ہے
اور امر یقینی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی تہمتوں سے بالکل مبرا ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے
کے اور کوئی صورت باقی نہیں رہی ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)
اور اس طرح پر تو لوگ بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا میں ڈوبتے ہوئے پایا اور
فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے پیچھے۔ یا فلاں وادی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا حالانکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ
ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اُسیکو

بیان کردیا جائے۔

لیکن جب کوئی عقلی غیر قطعی یعنی ظنی دلیل شریعت کی کسی نص کے ظاہری معنے کے مناقض واقع ہو تو اُس نص کی تاویل کرنا اور اُسکو ظاہری معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راجع کردینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُسکے ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا اور اُسکو اپنی حالت ہی پر باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اُس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر توضیح ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہوسکتی ہے جو اپنے مدلول پر یقینی طور پر دلالت کرے اور اُسمیں اپنے مدلول کی نقیض کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور ظنی دلیل عقلی اُسے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر رجحان کے ساتھ دال ہو اور اُسمیں مدلول کی نقیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اُسپر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اسی لیے ظنی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنے کے معارض بھی نہیں ٹھہر سکتی اور نہ اس دلیل ظنی کیوجہ سے نص کو اُسکے ظاہری معنے سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرایط جنسے کہ وہ متواتر یا مشہور کے درجہ کو پہونچ جاتیں کامل طور پر نہیں پائی جاتیں اسلئے اُنکے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اُس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اُسپر وجوباً اعتماد کرلیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی معتقدات کے بارے میں اُسپر استقلالاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُس کے وارد ہونے کا ثبوت ظنی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اُسکے شریعت میں وارد ہونے یا اُسکے معنے کا منکر کافر نہیں سمجھا جاتا۔ (چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتماد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عباداتؑ کے بارے میں اُن پر اعتماد کرلیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اُس کے معارض نہ ہو اُسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک نوبت نہ پہونچ جائے خدا پناہ میں رکھے)

ہاں جب خبر آحاد کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جنسے اُس کی تقویت ہوجائے اور یقینی علم اُس سے حاصل ہوسکے اُسوقت البتہ اسلامی معتقدات میں بھی اُس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصود ایسے امور کا بیان کرنا ہوا کرتا ہے جنسے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کیجانب ہدایت ہو۔ اُسکے موجود ہونے اُسکے صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اُسکی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اُسکے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہوجائے جنسے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ معاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہوجائے۔ یہ ہے علوم کائنات (طبعیات وغیرہ) کے مباحث اور اُنکا بتلانا جنسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو ارضی یا سماوی اشیاء میں قایم ہیں اور اسی طرح کے اور امور پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم

ؑ البتہ بلا دلیل شرعی یہ انکار بوجہ ترک واجب کے موجب معصیت ہوگا۔۱۲

کے معلومات ہیں جنکو سمجھدار لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کبھی تو انسے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کبھی محض ان کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کیجانب اول تو مقصودیت کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ ان کی تفاصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کبھی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو اسقدر ذکر کر دیا کرتی ہیں جتنے کو کہ انکے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ ان میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدایش کا۔ ان کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع مخلوقات کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اسکے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدائے عالم کے وجود پر اسکے علم۔ قدرت۔ اور حکمت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کبھی کسی مقتضا کیوجہ سے کہ جسکا مرجع انکے مقاصد ہی کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدموں کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعت محمدیہ میں جو نصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدایش اور اسکے انواع الانواع میں متنوع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی نصوص ہیں جنہیں کہ پیدایش اور اسکی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وجہ اسکی وہی ہے جو ہمنے آپسے بیان کی کہ اس قسم کی اشیاء شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں لیکن ان مباحث میں سے شریعت میں اسیقدر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب اس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا پس اسنے اسکے سات آسمان بنا دیئے (یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانی کا بخار تھا جیسے کہ تفسیر جلالین میں مذکور ہے) اب پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چھ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی نہ کسی دلیل کے ساتھ متمسک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ مدت زمانی مقدار میں ہمارے چھ ایام کے برابر تھی کیونکہ اسوقت تو نہ آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیساکہ وراق کی مباہج الفکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور انکے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لحظہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ انکے نزدیک اس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قایم ہو چکے ہیں اور اسنے جو صرف چھ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا اسمیں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق اسکی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدایش کی کیفیت رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو پہونچا کر انہیں سکھایا ہے کہ جلدی کرنے سے ٹھہر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ معلوم ہو کہ جلدی کرنے سے بھی وہ غلطی سے محفوظ رہیگا۔

انہیں نصوص میں سے ایک نص میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے پیوستہ تھے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن دونوں کو شگافتہ کر دیا پیروانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض نے اس نص کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ دونوں بالکل ایک شے متصل واحد کی طرح تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن دونوں کو جدا جدا کر دیا اور آسمانوں کو وہاں تک بلند کیا جہاں کہ وہ اب ہیں اور زمین کو اُس کی جگہ پر رہنے دیا (اسکو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے ایسے ہی عطا و ضحاک اور حسن سے بھی منقول ہے اور یہی سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے۔ جیسے کہ جلالین کے حاشیہ جمل اور کلام رازی سے ماخوذ ہوتا ہے اور رازی نے اسکو وجوہ تاویل میں سب سے اولےٰ قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر سورۂ انبیا میں انہوں نے بیان کیا) اور بعضوں نے اس کی دوسری بھی تفسیر کی ہے۔

اور بعض پیروانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نصوصِ شریعت سے یہ سمجھے ہیں کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی لیکن وہ بچھی ہوئی یعنی پھیلی ہوئی اور بود و باش کے قابل نہ تھی پھر اللہ تعالےٰ آسمان کیجانب متوجہ ہوا اور وہ اُسوقت تک ایک دہواں تہا۔ جو اسکے قبل پیدا ہو چکا تھا پھر اُسکے ساتھ آسمان بنا دئے اُسکے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پھیلا کر بود و باش کے قابل بنا دیا اور جو اس امر کا قائل ہوا اُسنے اس نص کی جسکا ظاہر اسکے خلاف تھا تاویل کر دی اور بعض یہ سمجھے کہ سب آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور جس نص کا ظاہر اسکے خلاف معلوم ہوا اُس کی اُنہوں نے تاویل کر دی۔ سورۂ فُصِّلت کی تفسیر میں جمل نے اسکو خطیب سے اور خطیب نے رازی سے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد میں نے (مصنف حمیدیہ نے) انہیں اُسکو دیکھ بھی لیا۔ اور ہمارے یہاں ہر ایک نے ایسا طرز اختیار کیا ہے جو شریعت محمدیہ کے اصول کے موافق ہے۔

شریعت کی نصوص مذکورہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ستاروں کو پیدا کیا اور اُنہیں آسمان دنیا (یعنی اُس آسمان کے لئے جو زمین سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہے) زینت بنا دیا پس بعض نے تو یہ کہا کہ وہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں (یہ جمہور مفسرین کا قول ہے جیسا کہ وراق کی مباہج الفکر میں منقول ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آسمان سے نیچے زمین و آسمان کے درمیان ہیں (اسکو سورۂ تکویر کی تفسیر میں قاضی صنہاجی نے اپنی تفسیر کنز الاسرار میں مکی سے نقل کیا ہے اور بہجۃ النفس کے مصنف نے وہب سے نقل کیا ہے اور قربانی نے اپنی کتاب مختصر الہیئۃ السنیۃ میں مفسرین اور محدثین کے علاوہ اور علمار کی کثیر تعداد سے نقل کیا اور ایسا ہی شیخ مرعی الحنبلی مقدسی نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں بیان کیا اور ایک آحادی حدیث بھی نقل کی ہے جو اس امر پر دال ہے اسی طرح اس حدیث کو ابو جعفر محمد بن عبد اللہ کسائی نے کتاب الملکوت میں ذکر کیا اور رازی نے تو کعب سے نقل کر کے سورۃ القدر کی تفسیر میں اس امر کو تصریحاً بیان کر دیا کہ آفتاب آسمان دنیا سے نیچے ہی ہے) اور اُن کا (ستاروں کا) آسمان دنیا کے لئے زینت ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ آسمان میں گڑے ہی ہوئے ہوں کیونکہ جائز ہے کہ اُس کی زینت ہم لوگوں کے دیکھنے کے اعتبار سے ہو اگرچہ ستارے نیچے ہی کیوں نہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے اس قول کی کہ (اللہ نے) چاند کو اُن میں (یعنی آسمانوں میں) نور بنا دیا ایسی تاویل کریں۔

ف قرآن شریف میں اس مضمون کو یہ آیت ادا کرتی ہے۔ ان السموٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰہما ۱۲

بعضوں نے تو اسکو جسم عہ بتایا ہے جو کہ اُن کا حامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کی حرکت کا مدار ہے یعنی وہ خلار عہ جسمیں کہ وہ چلتے ہیں (یہ ضحاک کا قول ہے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اور نصوص اس امر پر دال ہیں کہ آسمان موجود ہیں اور یہ کہ وہ ستاروں کے علاوہ ہیں جیسا کہ گذشتہ نصوص سے سمجھا جاتا ہے اور آگے بھی اُس موقع پر جہاں کہ آپ سے اُن چیزوں کے بارے میں گفتگو ہوگی جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اور آپ اُنسے انکار کرتے ہیں۔ اسکا بیان آتا ہے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور تو اسی بات پر ہیں کہ آسمان ہم کو نظر آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نہیں دکھلائی دیتے اور جو کچھ کہ نظر آتا ہے وہ ہوا ہے (عجائب المخلوقات میں قاضی ابوبکر بن عربی سے یہی نقل کیا ہے اور شاید وہ اُس نص کی جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظر آتے ہیں کوئی مناسب تاویل عہ کردیں۔) آسمان و زمین اور ستاروں کے پیدائش کے اعتقاد کے بارہ میں جن نصوص شرعی پر کہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اُن نصوص کے معانی کی سمجھ میں جو علمار کے اقوال ہیں ان سب کا یہ خلاصہ ہے۔ باقی رہی اُن کی پیدائش کی تفصیل یا آفتاب ستاروں اور زمین کے رفتہ رفتہ بننے کی کیفیات جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے کہ سب کی اصل مادہ کے غیر منقسم ذرات ہیں پھر اُنسے آفتاب بنا اسکے بعد اس سے ستارے جدا ہونا شروع ہوئے چنانچہ اُنہیں میں سے ہماری زمین ہے جسمیں کہ متعدد قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جنکا کہ آپ لوگ اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں یا کسی دوسرے طریق پر اُن کی پیدائش ہوئی۔ اسکی نسبت شریعت محمدیہ نے کچھ تصریح نہیں کی اور نہ اُس کی نصوص میں سے کسی نص سے آپ کی تحقیق کا نفیاً یا اثباتاً پتہ چلتا ہے لیکن ہاں قرآن شریف کی عبارت سے اشارتاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بحث کرنا کچھ اچھا نہیں کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میں نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے وقت انکو حاضر نہیں کرلیا تھا عہ۔

اور جب ہم اُن تفصیلوں میں جنھیں آپ لوگ آفتاب ستاروں۔ اور زمین کے تدریجی طور پر بننے کے بارے میں ذکر کیا کرتے ہیں انصاف کی نظر سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں آپ کے بیانات کو تامل کی نگاہ سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ خدا تعالے نے اسی طریق سے جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں عالم کو پیدا کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقہ سے پیدا کردیا ہو۔ کیونکہ جب تک یہ تخمینی باتیں گمان کے درجہ پر ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے اعتقاد میں انکا ہرگز یقین نہیں کرسکتے اور اُنکے لئے اسیقدر کافی ہے جتنا کہ اُن کی شریعت میں اس بارے میں وارد ہوا ہے اور اُس سے جو کچھ اُن کی شریعت کے علمار سمجھے ہیں ہاں جب یہ تخمینی امور قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائیں جنمیں کہ نقیض کا احتمال نہ ہو اور عقل کو اُنکے ترک کرنیکی

عہ پس اِن لوگوں نے افلاک اور سموات کو ایک سمجھا ہے اور جسمانی مانا ہے۔ عہ اِن لوگوں نے افلاک کو سموات کا مغائر مانا ہے کہ سموات کا وجود تو جسمانی ہے اور افلاک کا وجود خطی یا سطحی ۱۲ عہ مثلاً یہ تاویل کرسکتے کہ نظر آنے سے مراد غور کرنا لیا جائے یعنے جہاں یہ وارد ہوا ہے۔ کیا تم آسمانوں کو دیکھتے نہیں۔ اس کے معنے یہ کہے جائیں کہ کیا تم آسمانوں میں غور نہیں کرتے ۱۲ مترجم۔

عہ وہ آیت یہ ہے ما اشہدتہم خلق السموٰت والارض ۱۲

گنجایش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہوسکتا ہے) اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عقلیں انکو مان لیں تو اسوقت بیشک یہ لوگ اسکے قائل ہوجاینگے یعنے اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالے نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اُس سے ستاروں اور زمین کو اُسی کیفیت سے جسکو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت جنکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدایش کے بارے میں قائل ہیں وہ محض انکے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر اُن میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیسا کہ وہ قوانین قدرت جنھیں کہ اللہ تعالے نے دیگر کائنات کی پیدایش کے لئے مقرر کیا ہے پس نبات مثلاً بذریعہ پانی۔ روشنی۔ اور مٹی کے بیجا تی ہے اور نبات کے پیدا کردینے میں انکو ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالے ہی ہے ہاں اُس کی عادت جاری ہوگئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت اُنکے مسببات کو بھی پیدا کردیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئیں اُن میں سے کوئی بھی اُس طریقہ پیدایش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔

بہر حال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار کو دیکھکر اُنکے موثر پر استدلال کرنا ہے۔

ف

اے اہل سائنس جب آپ اسلامی دین کو قبول کرلیں اور اس امر کے معتقد ہوجائیں کہ اللہ تعالے اکے پیدا کرنے سے مادہ حادث ہوا ہے جیسا کہ ہمنے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قایم کردی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کرلیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آیندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اُس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اُس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہوجائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی اُن نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اُسکے موافق جیسا کہ اُسے شریعت کے بعض علما سمجھے ہیں اپنے اعتقاد کی تقریر کریں۔ پس اُسوقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اُسیکو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اُسنے دخان یعنی دہوئیں سے موسوم کیا ہے جسکی تفسیر علما نے پانی کے بخار کے ساتھہ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم ذرے ہیں جو خلار میں منتشر ہیں۔ پھر اللہ تعالے نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیا یعنے مادہ آسمان کو اُس مادہ سے متمیز کرلیا جس سے کہ اُس کا ارادہ آفتاب۔ ستارے اور زمین بنانے کا تھا (رتق اور فتق کی تفسیر میں ابن عباس اور اُنکے ساتھیوں سے جو کچھہ منقول ہے اُسیکے موافق یہ تقریر چل سکتی ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے) اسکے بعد مادہ آسمان کو اُسنے اشیاء مذکورہ کے مادہ کے اوپر اُٹھایا پھر اُسنے آفتاب بنایا اُس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا (یہ تقریر اُنکے قول کے موافق ہوسکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کواکب کے مدار کا نام ہے یعنے اُس خلار کا جسمیں کہ وہ کواکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں) لیکن زمین جسوقت جدا ہوئی تھی وہ اُسوقت پہیلی ہوئی نہ تھی یعنی اس صورت پر نہ تھی کہ بود و باش کے قابل ہوتی۔ پھر اللہ تعالے نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دہواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو تمام خلار میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اُسنے اُسکے سات آسمان بنا دئے۔ اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھہ نظر آتا ہے یہ کرہ ہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے) پھر اُسکے بعد اُسنے زمین کو پہیلا دیا یعنے اُسکو بود و باش کے قابل بنا دیا اور یہ سب کچھہ اللہ تعالے نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں اور ان میں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالے نے چھہ دن کے ساتھہ موسوم کیا ہے جیسے کہ

وہ خدا قادر ہے کہ بغیران قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم میں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب، ستارے اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعہ سے جسکو اللہ تعالے نے اسمیں رکھدیا ہے قایم ہیں اور یہ بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالے ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علمار شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب، ستاروں، اور زمین کی پیدایش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا۔ اور اس طرح پر آپکے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو جب تک کہ یہ تفصیل جسکے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں۔ قطعی دلائل سے انکے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے۔

ہاں اگر قطعی ثبوت ملگیا تو بے شک اسکا التزام کرلیں گے ورنہ اعتقاد کے بارے میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں اسبارے میں واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور اجمالی طور پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علمار کی رائے کا اتباع کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالے کے حوالہ کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب اُنسے ایسے امر یا اسکے مثل اور امور کی نسبت جنکی کہ انکی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ اُنپر قطعی دلیلیں قایم ہو چکی ہوں بلکہ اُن کے دلائل ظنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ دیکھیں گے کہ وہ امور اُن کی شریعت کے منافی ہیں یا نہیں اگر وہ منافی ہوئے تو وہ اُن کو ترک کر دینگے اور ہرگز اُنکے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر مظنون ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اسقدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اسلئے اُس کے واسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالے ہے جسنے اُسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اُسکو اُن انواع پر منقسم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کیجاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت کائنات میں سے بعض کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی اسباب ہیں جنکو کہ اللہ تعالے نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیران قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے اور اسقدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر۔ اُسکی قدرت، علم اور تمام اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر جن پر کہ اُسکے آثار دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی ووافی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاصکر زمین کے تین عالم یعنی معدنیات۔ نباتات۔ اور حیوانات کے بننے کیجانب التفات کرینگے تو ظاہر ہے کہ اُنکے نزدیک یہ دونوں صورتیں تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالے نے ان تینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُسنے ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جداگانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس سے کہ اُسنے اسکو دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح پر بنایا ہو کہ اسکے مادہ کو اُسکی البسط حالت سے ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچا دیا ہو اور دفعتاً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے

سے ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدائے پاک فاعل مختار ہے جو طریق چاہے اختیار کر سکتا ہے اُسے کوئی
نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا ہو یعنی اُسنے
بسیط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر معادن یا سب سے بسیط ذی حیات جسم (پروٹو پلازم) تک پہونچا کر پھر اعلیٰ
درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کر پہونچا دیا ہو پھر اُسے باقی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور بعض کو باقی
رکھا ہو.......... اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب اُن قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ اللہ
تعالےٰ نے مادہ میں رکھ دیا ہے اور اُنہیں کیوجہ سے ترقی ہونے لگی اور مختلف انواع بننے لگیں حتےٰ کہ یہ تینوں عالم موجودہ
انواع تک پہونچ گئے پس یہ دونوں صورتیں یعنی طریق خلق اور طریق نشو جس حالت میں کہ انکو اللہ تعالےٰ کی تاثیر قدرت کی جانب
نسبت کیا جاوے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالےٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے
کافی ہیں اسکو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مانی جاوے یعنے خواہ انواع ہی کو ابتداءً
مخلوق مانا جاوے جسمیں جنس کا وجود محض ذہنی و انتزاعی ٹھیریگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں
سے متفرع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہونچتا ہوا کہا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالےٰ کے وجود
وصفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی و وافی ہیں لیکن وہ نصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے
کائنات ارض کی پیدائش کے بارے میں جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اُنکا خلاصہ یہی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ذی حیات
شئے کو پانی سے بنایا ہے اور یہ کہ اُسنے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُسنے پراگندہ کیا یعنے اُسنے زمین میں جانداروں کو پھیلا دیا
اور یہ کہ اُسنے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُسنے چوپایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی نر اور مادہ جیسا کہ
تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُسنے جوڑوں کو پیدا کیا ہے (یعنی تمام اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُسنے جوڑے جوڑے
پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) نر اور مادہ۔ اور یہ کہ اُسنے زمین میں ہر ایک ثمرات جوڑے جوڑے
پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہٖ یہ احتمال ہے کہ انکی تفسیر طریقہ
خلق کے موافق کیجاوے یا طریقہ نشو کے۔ اور لے اہل سائنس پہلی کی دونوں نصوص کے تو آپ لوگوں کا یہ قول کہ ذی
حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے آپ رہیں باقی نصوص مذکورہ انکے متبادر اور ظاہری معانی یہی
ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنے اُسنے
ہر نوع کو جداگانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے عام ہے کہ اُسنے دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ
جیسا کہ یہ امر اُس شخص پر مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہمانوں
کے سامنے کھانے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اُسکے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے ہر نوع کو مستقل طور پر
طیار کیا اور اُسے اپنے مہمانوں کے سامنے پیش کیا رہا یہ امر کہ اُسنے پہلے سارا کھانا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو پھر طباخی
کی صنعت کے موافق اسکو ترقی دے کر اُس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنے ارادہ سے دور ہیں اسکا دل میں خیال
بھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے۔ اور بعض آحادی نصوص کہ جو مدار اعتقاد نہیں ہو سکتیں ان نصوص کے ظاہری معانی

کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیا ہے خواہ دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض آحادی نصوص ہیں (مسلم کی حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے چھہ دنوں میں سے جنمیں کہ اُسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے درخت کو فلاں دن پیدا کیا۔ پھر اُسکے بعد حیوانات کو فلاں دن پیدا کیا لیکن اس سے سوائے اسکے اور کچھہ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدایش درخت کے بعد ہے رہا یہ امر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتاً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھہ نہیں معلوم ہوتا۔ پس بنا بر نصوص مذکورہ کے بوجہ اُس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت معارضۂ دلیل عقلی قطعی کے نصوص مشہورہ ومتواترہ کے معانی متعینہ ومعانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے کائنات ارض کے تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اُسنے دفعتاً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق اُن قوانین قدرت کے جنھیں کہ اللہ تعالےٰ نے اسی لیے مقرر کیا ہے تو ان دونوں امروں میں سے وہ کسیکی نسبت قطعی طور پر کچھہ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ اُن کی شریعت میں کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہوجائے اور حکم شریعت کے مقتضا کے موافق انکو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کرکے اُس کے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کرلیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری اور متبادر معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو اُن کو اُن کی تاویل کرنے پر مضطر کردے قایم نہیں ہوئی اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال الیقینی ساقط ہوجایا کرتا ہے) خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑکر اُن دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور جب تک یہ کیفیت رہیگی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُنکے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پھیرسکیگے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے انکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل ان نصوص کے ظاہری معانی کے خلاف قایم ہوجاتی اسوقت اُنکے ذمہ سابق الذکر قاعدہ کی بنا پر ان نصوص کو عقلی قطعی دلیل کے ساتھہ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کردینا واجب ہوتا (اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہے) پس اے اہل سائنس اگر فرض کرلیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہونچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد اسپر ہے کہ کسی شئے کے لئے سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی خالق نہیں ہے ہدایت ہوجائے تو اسمیں کوئی مضایقہ نہیں کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کریں اور انکو انکے ظاہری معانی سے پھیردیں اور اس طرح انکو طریق نشو کے جسپر کہ قطعی دلیلیں (بالفرض) قایم ہوچکی ہیں موافق بنالیں اور اُسکے ساتھہ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو اسمیں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالے کے وجود اور اسکی قدرت ۔ علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز رہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈرائے دیتا ہوں کہ آپ ظنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قایم ہو کہیں یقینی گمان کرنے لگیں اسلئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہیئے خدا ہی ہم سب کا ہادی ہے ۔ کائنات ارض کی پیدایش کی نسبت جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کرکے تحریر کیا ہے ۔ اسکی پیدایش کی نسبت میں مستقل طور پر گفتگو کرتا ہوں ۔

پس میں کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدایش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالے نے اس کی پیدایش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اسنے اسی مٹی سے چپکتے ہوئے گارے سے ۔ نتھرے ہوئے گارے سے ۔ سڑی ہوئی سیاہ مٹی سے ۔ ٹھیکرے کے مثل مٹی سے پیدا کیا ۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اسنے اسے پانی سے پیدا کیا ۔ پس پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علما (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اسکو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے ۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالے نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ۔ یہ عبارت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدایش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدائے پاک نے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا ۔ اور اس سے اسکی زوجہ (حوّا) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا ۔ ان نصوص سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ اس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نص جسکا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالے نے انسان کی پیدایش مٹی سے شروع کی ہے ۔ اور بعض آحادی نصوص میں تو اسکی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدایش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا ۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ آحادی نصوص گو بانفراد ہا مدار اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گذری نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کردیں ۔ علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیطہ ہو پھر اسنے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ بہر تو بلاسم ہے پھر ادنی حیوان تک پھر اسکے بعد ترقی کرکے بندر تک پہونچا ہو پھر بندر سے انسانی بندر تک اور پھر اس سے ترقی کرکے انسان بنگیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر بھی اللہ تعالے نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرلیا ہو کہ انسان کی پیدایش کو اسنے مٹی سے شروع کیا ہے

ف آیت یہ ہے بدأ خلق الانسان من طین ۱۲ ف آیت یہ ہے خلقہ من تراب ۱۲ ف انا خلقناہم من طین لازب ۱۲ ف ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۱۲ ف لقد خلقنا الانسان من صلصال من حماٍ مسنون ۱۲ ف خلق الانسان من صلصال کالفخار ۱۲ ف واللہ خلق کل دابۃ من ماء ۱۲ ف مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی ۱۲ ف یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالاً کثیراً ونساءً ۱۲

ف آیت یہ ہے بدأ خلق الانسان من طین ۱۲

بلکہ اُسکی حکمت کا تو مقتضا یہ تھا کہ ان تطورات اور ترقیات کی تشریح کرنا اور اُنکی تفصیل بیان کرنا جیسے کہ اُسنے نسل انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اُسنے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنے اسلئے کہ انکے باپوں کی غذا جس سے منی بنتی ہے اُس کی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں ہذا کے اس قول کے معنے کہ اُسنے (خدا نے) تم انہیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُنکے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اوروں کو انکے نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے پھر اُسکے بعد اُنکو بچہ بناکر نکالا پس جنیات نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت باوقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو و انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بناکر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے دفعتاً پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پاسکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کسیکے ساتھ یقین نہیں کیا جا سکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آحادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اُسپر ایک طویل زمانہ گذرا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہوکر پھیلنا شروع ہوئے۔ یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی ادنی حالت سے حالت موجودہ تک ترقی کر کے نہیں پہونچا ہے اور اسبارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعتاً واقع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا الاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر تھا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنا لینے کے بعد لفظ کُن (ہوجا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان پھر اسکے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اوسکو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر اُن انواع میں انہی ایک ہی قصد اور ارادہ سے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبۂ اخیرہ ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تقریر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

عہ خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۱۲ عہ نامی سے مراد وہ جسم ہے جسمیں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم

پس پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتماد ہے طریق نشو پر نہیں اور نہ انکو ان نصوص کی تاویل کرنا اور انکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیرنا ہی جائز ہے مگر ہاں جب کوئی عقلی قطعی دلیل قایم ہو جائے جو اسبات پر دال ہو کہ اللہ تعالے نے انسان کو بطریق نشو ہی کے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اسوقت البتہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کرنے پر مضطر ہو جائیں گے جیسا کہ اُنکے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تعارض کی حالت میں تطبیق دینے کا قاعدہ ہے اور اسکے ساتھ ہی اس امر میں خفا نہیں کہ طریق نشو اگر اُنکے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشو وہ نہیں ہو سکتا جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں اسلئے کہ اگر اُنکے نزدیک نشو ثابت ہوگا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشو اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے ہے کیونکہ اُنکے نزدیک اسبات پر دلیل قایم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ موثر ہے قوانین قدرت جنسے کہ وہ کام لیتا ہے وہ محض عادی اسباب ہیں اُن میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو نشو آپ مانتے ہیں وہ آپ کے زعم کے اعتبار سے انہیں قوانین قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق نکل آیا۔

یہ بھی سن لیجئے کہ جو دلیلیں آپ اپنی کتابوں میں نشو پر ذکر کیا کرتے ہیں اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیلیں نہیں ہیں جنکی وجہ سے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان ظاہری نصوص کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں اور انہیں نشو کا قائل ہونا پڑے کیونکہ وہ سب ظنی دلیلیں ہیں جنکی بنیاد چند تخمینی چیزوں پر ہے۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معارض نہ ہو تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشو پیدا ہونے پر یقینی و قطعی دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی اعتقاد کر لیا جسکی بنیاد اسبات پر ہے کہ اللہ تعالے ہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اُسکے سوا کسیکی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لئے بغرض تطبیق ان نصوص کی تاویل کرنے اور انکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہیں گے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈراے دیتا ہوں کہ کہیں آپ ظنی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کرکے دلیلوں کو خوب جانچ لیجئے اور پھر آگے قدم بڑھایئے۔ لیکن اسوقت پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور کا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کہ وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ معتزلی ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) یہ قول کہ وہ سماء دنیا میں پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہوگا اسلئے کہ یہ دونوں قول طریق نشو کے موافق نہیں ہیں جنکی بنیاد اسپر ہے کہ وہ اسی زمین میں ہوا ہے۔ پس آپ اُن میں سے بعض علماء (اور وہ منذر بن سعید بلاطی اور ابکبڑی جماعت کے لوگ ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) کے قول کے موافق اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جنتوں میں سے کسی جنت (باغ) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طور پر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائیں گے جسکی وجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اُس سے اُس کی زوجہ کو پیدا کیا اور اُن دونوں کو جنت میں ٹھیرایا

[illegible]

اور یہ جنت وہی مقام ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو مرنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے اور یہی جمہور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ پس آپ ان میں سے بعض (اور وہ ابوالقاسم بلخی اور ایک بہت بڑے مفسر ابو مسلم اصفہانی ہیں جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے) کے قول کو اختیار کر کے اس سے بھی خلاصی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ یہ جنت زمین ہی میں تھی اور ان دونوں کا اس سے اسباط یعنے اتارنا ایک حصۂ زمین سے دوسرے حصہ کیجانب منتقل ہونے پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو خطاب کرنے میں) واقع ہوا ہے کہ تم سب شہر میں اتر جاؤ یعنی شہر میں چلے جاؤ۔ اور اگر آپ کو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں اکثر کا یہ قول مشکل معلوم ہو (حالانکہ وہ کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ عقلاً ممکن ہے جو خداوندی قدرت کے تصرف میں داخل ہوتا ہے چنانچہ آبی حیوان ہیڈرا کو دیکھئے اُسکے تین حصے کر دئے جاتے ہیں اور اُن میں سے ہر حصہ ایک مستقل حیوان بنجاتا ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن ہم اپنے مقابل کی آسانی کی غرض سے اسی کے خیال کے موافق گفتگو کرتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے اس کی زوجہ (حوا) کو پیدا کیا یعنی اس کی بائیں جانب کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے کیونکہ ان کی شریعت کی بعض آحادی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور نیز بعض جلیل القدر صحابہ نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے (اور وہ ابن مسعود اور ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں جیسا کہ تفسیر ابی السعود میں ہے) پس آپ اس سے بھی خلاصی حاصل کرنے کے لئے اس قول کو مان سکتے ہیں جیسے کہ ان میں سے بعض نے (ابو مسلم اصفہانی نے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اختیار کیا ہے اور اس نص کی تاویل کر دی ہے جسمیں یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول سے اُسکی زوجہ کو پیدا کیا اور وہ تاویل یہ ہے کہ اُسکی زوجہ کو اس سے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اُسکی جنس سے پیدا کیا جیسا کہ اُسنے (خدا نے) دوسری نص میں کہا ہے (خدا نے) تمہارے[عٓ] نفسوں سے تمہاری ازواج کو بنایا۔ اور اس طریقہ سے آپ ایک قسم کی تاویل کر کے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء کے ساتھ موافق ہو سکتے ہیں اور اس سے آپ کی اسلامی دین کے ساتھ ایسی مخالفت نہ ہوگی جس سے آپ اسکے پیروی کرنے والوں کی شمار سے خارج کر دئے جائیں اسلئے کہ آپ نے کسی ایسی نص کی تکذیب نہیں کی جو کہ مدار اعتقاد ہو اور نہ آپ نے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جو کسی ایسے امر پر جسکا دین میں بالضرورت ہونا معلوم ہو چکا ہو منعقد ہوا تھا غایت سے غایت آپ نے جو روش اختیار کی اسمیں آپ نے اکثروں کی مخالفت کی اور بعض کے موافق ہوئے اور عقلی و نقلی دلیل میں تطبیق دینے کے لئے آپ نے نصوص میں تاویل کر لی ہم سب کو خدا ہی سیدھا رستہ دکھلانے والا ہے۔

پھر سنئے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں اپنی شریعت کی ان نصوص کے ظاہری معانی پر جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں اعتماد کرتے ہیں کیونکہ شریعت میں ان کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر

عہ وہ آیت یہ ہے اہبطوا مصراً ۱۲ عٓ جعل لکم من انفسکم ازواجاً ۱۲

عقلی ظنی دلیل اُنکے معارض واقع ہو تو اُن کی تاویل نہیں کرتے اور نہ اُنکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیرتے ہیں بلکہ جب عقلی قطعی دلیل اُنکے معارض واقع ہوتی ہے اُسوقت اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں - اِس تقریر سے دل میں یہ شبہ گذرتا ہے کہ آپ لوگوں کو واسطے اہل سائنس ہی کی نسبت گنجایش نکلے کہ ہم مانتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نصوص متعین المعنی کے معانی کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ اُن میں غیر ظاہری معنی کا احتمال پایاجاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ظنی ہیں گو شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہو - پس دلالت کے اعتبار سے اُن ظنی دلیلوں کے مساوی ہوگئیں کہ جو ہمارے نزدیک قایم ہو چکی ہیں - پس کیا وجہ ہے کہ وہ اُن نصوص کے ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اسکے جواب میں ہم یہ کہیں گا کہ اگرچہ نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت ظنی ہے کیونکہ اُن میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد لینے کا احتمال پایاجاتا ہے لیکن تخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری سوائے اُس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کیجانب داعی ہو پس بلا کسی ضرورت کے بعید معنے کے ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے خلل لازم آئیگا اور اصل کو چھوڑنا پڑیگا اور اسمیں جو کچھ خرابیاں ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں - پس اسیوجہ سے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات پر اجماع کرلیا ہے کہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اُس صورت کے جب کوئی ضرورت اُس کی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ امر داعی لفظ سے غیر ظاہر معنے مراد لینے کے لئے مثل قرینہ کے ہوجاتا ہے اور اس داعی کیوجہ سے یہی دوسرے معنے ظاہر بنجاتے ہیں اسی طرح اُن کو اُن کی شریعت کیجانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کریں اور اُسکے خلاف سوائے اُس صورت کے کہ کوئی داعی و مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے اُنکو ظاہری معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہری معنی ہی کے معتقد رہیں تو وہ اس امر کو بجالائے جسکا اُنہیں حکم دیا گیا تھا اور اُنپر کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اسکے بعد ظاہری معنے سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی و داعی ظاہر ہوگیا اور اُنہوں نے اُس نص کو اُسکے ظاہری معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجالانے والے ہوئے جسکی اُنہیں تکلیف دی گئی تھی اور اُنپر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی اُن کی شریعت کا حکم ہے باقی رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے مقتضی و داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہوگیا اُسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑدینے سے اس اصل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جسکے ذریعہ سے اُنکے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیسا کہ پیشتر ذکر ہوچکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کے چھوڑنے کو مستلزم ہے رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہری معنے کے چھوڑنے کے لئے اسوجہ سے مقتضی و داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑدینے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اسمیں غلطی کا بھی احتمال موجود ہے - پس اگر وہ ظاہری معنے کو چھوڑدیں اور اُسکے معتقد ہوجائیں اور اُسکے جس پر دلیل ظنی دلالت کرتی ہے - اس صورت میں اُنکے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اسوقت اُنکو

شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھہ سکتی کیونکہ اسوقت انکو ظاہری معنی سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ اسوقت انکو ضرورت درپیش تھی جبکہ عقلی قطعی دلیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اتباع کرکے اپنی نصوص کے ظاہری معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقادیں بے انتہا خبط لازم آئیگا اور بڑی گڑبڑ مچ جائیگی کیونکہ لوگوں کے ظنون اور گمان بکثرت ہیں ہر شخص کچھ نہ کچھ ظن اور تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتماد کیا جاتا ہے پس امر صواب یہی ٹھہرا کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی اُن نصوص کے (کہ جنکا وارد ہونا یقینی ہے) ظاہری معانی کے ساتھہ تمسک کریں اور محض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے انکو ظاہری معانی سے نہ پھیریں۔ خدا ہی ہدایت کرنے والا ہے

ف [illegible]

اب اسبات کا وقت آپہونچا کہ میں آپ کے لئے اس امر کو بیان کروں کہ جو دلیلیں اور توجیہات آپ نے طریق نشو پر اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں وہ سب کی سب ظنی ہیں اُنکی وجہ سے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی نصوص کی جنکے ظاہری معنی یہ ہیں کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی۔ تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے۔ میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ آپنے اپنے اس دعوے کے ثابت کرنے میں جو تقریریں کی ہیں میں اُن سب کے باطل کرنے اور رد کرنے کے درپے ہو جاؤں کیونکہ اس طرح بات بہت بڑھ جائیگی اور ہمیں اپنی بحث کے موضوع سے جسکے کہ درپے ہم ہو رہے ہیں نکلنا پڑے گا اور اسکے لئے تو ایک جدا کتاب بننا چاہیے خدا اُسکے تصنیف کرنے میں میری مدد کرے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے اس امر کو بیان کروں کہ نشو کے بارہ میں دلیلوں اور توجیہوں کا جس امر پر مدار ہے تو ظن و تخمین اور اٹکل سے اس کا درجہ نہیں بڑھا اور صرف اسی سے ہماری غرض حاصل ہو جائیگی۔ پس میں کہتا ہوں کہ طریق نشو یعنی انواع کے ایک اصل سے نکل کر ترقی کرنے پر استدلال کے بارے میں سب سے بڑی چیز جس پر آپ لوگوں کا اعتماد اور آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ اعضا کے نشانات بعض حیوانات میں مشاہدہ کئے کل یا اکثر میں بھی نہیں۔ اور وہ ایسے اعضا کے آثار تھے جو کہ حیوان میں پائے جاتے ہیں مثلاً پیروں کے غیر مکمل نشانات۔ پس آپ لوگ کہنے لگے کہ اگر یہ مانا جائیگا کہ ہر نوع مستقل طور پر جدا ہوئی جیسا کہ طریق خلق کے ماننے والوں کا مذہب ہے تو لازم آئیگا کہ ان آثار کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔ کیونکہ مذہب خلق کا یہ مقتضا ہے کہ ہر نوع کے لئے جتنے اعضا کی ضرورت ہے اُتنے ہی اعضا موجود ہوں کچھ کمی بیشی نہ ہو اور سب کے سب کام کے ہوں اور ان ناتمام آثار میں حالت موجودہ کے اعتبار سے کوئی بھی فائدہ نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ اُن اعضا کے آثار رہ گئے جو اس سے پیشتر کی نوع میں تھے اور اُنکے لئے ضروری تھے پھر جب اُس نوع پر ایسے تغیرات طاری ہوئے جنکا یہ مقتضا تھا کہ اُن اعضا کی ضرورت نہ رہے تو وہ نابود ہونے لگے یہاں تک کہ اب اُنکا صرف نشان باقی رہگیا یا یہ نوع ان اعضار سے خالی تھی پھر اُسپر ایسے تغیرات طاری ہوئے کہ جو اسکو اس قابل بنا دیں کہ وہ دوسری نوع بنجائے جسمیں ان اعضار کی جنکے کہ یہ نشانات ہیں ضرورت ہو پس اُسمیں یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں خلاصہ یہ کہ یہ آثار یا تو اُن اعضار کے آثار ہیں جو کہ پیشتر تھے اور اب معدوم ہونے لگے ہیں اور یا اُن اعضار کے مبادی ہیں جو آیندہ مکمل ہو جائیں گے بہر حال دونوں صورتوں میں انواع میں تبدیلی واقع ہونا اور ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب منتقل ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اور یہی امر اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ طریق نشو اور انواع کا ترقی کرنا صحیح ہے ورنہ پھر یہ آثار کس کام کے۔ طریق نشو

اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے انہیں سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم جیالوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے پھر اسکے بعد کچھ ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھکر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہوگا جسکا وجود سب کے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ اسکی پیدایش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ والے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ نوع کے وجود کے بعد نابود ہوگئے پس اگر مذہب خلق ہی صحیح ہوتا تو چاہیے تھا کہ ہر نوع خواہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہوتی یا ترقی یافتہ جیالوجی کے پہلے، درمیانی، اور آخری سب زمانوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ نیچے کا ہوتا یا درمیانی یا اوپر کا سب میں انکے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جاوے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کرکے بنی ہیں جس بنا پر اصل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پاوینگی۔ پھر وہی ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہنچ گئیں اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تنازع بقا کے قانون کے موافق نابود کرتی رہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی جیسا کہ ہماری تحقیقات ہے۔

پھر آپ نے اس ترقی کرنے، انواع کے ایک دوسرے کیجانب منقلب ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے نیست و نابود کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون وراثت ہے یعنی فرع اپنی اصل کی صفات کو وراثتاً حاصل کرلی ہے۔ دوسرا قانون تباینات ہے یعنی ہر فرع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرنے کے ساتھ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں مختلف اور مباین بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع البقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں سبقت حاصل کرنے کے لئے منازعت واقع ہوتی ہے اور انپر خارجی صدمات جیسے کہ گرمی و سردی طاری ہوتے ہیں اور ضعیف بباعث قوی کے غالب ہونے کے یا بسبب صدمات کے ہلاک ہوجاتا ہے اور قوی جو ان صدمات کو برداشت کرسکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب ہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب نابود ہوجاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع موجودہ کو انتخاب کیا ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے موافق نشو و ارتقا کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار اجسام میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوئی وہ کون اول یعنی پرٹو پلاسم ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض عناصر کے اجتماع سے بنا پھر اس میں توالد ہونے لگا۔ پس اسکے فروع وراثتاً اسکے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اس سے مباین اور مختلف ہونے لگے اور فروع سے فروع کا یہ معاملہ اصول کے ساتھ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک نوبت پہنچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ رہی پس زمانہ دراز تک فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں انسے تفاوت رکھنے اور ان تباینات کے بھی وراثتاً حاصل کیے گئے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے یہاں تک نوبت پہنچی کہ انواع جدا جدا اور ایک دوسرے سے نکلنے لگیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گذرنے پر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہوگیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہنچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے صورت اور بعض

ف
ادنیٰ درجہ کی
نوع کا اعلیٰ درجہ
کی نوع کیجانب
تبدیل ہونا چار قدرتی
قوانین کے موافق
ہے اور ان کا
بیان ۱۲

اعمال کے اعتبار سے اُنہی کے قریب قریب ہے تو آپ اسکے قائل ہوگئے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہونچگیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو جو اس مذہب کو نہیں مانتے دیکھا ہے کہ اُنہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیا ہے جن پر کہ آپ کی دلیلوں کا اسبارہ میں مدار ہے اور آپ حیلہ اور حوالہ کر کے اُنسے جان بچاتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لیئے دلائل بیان کرتے ہیں اسبارہ میں آپ کا اُنسے بہت ہی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور اسبارہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے درپے نہیں ہونا چاہتا جس کے درپے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لیئے اس امر کو بیان کردوں کہ طریق نشو اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ محض ظنی امور ہیں جنپر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ امور اُن کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پا سکتے ہیں کہ جسکی وجہ سے وہ اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر اُنکو سوائے امر یقینی کے معارضہ کے اور کوئی چیز مضطر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اُس دلیل سے استدلال یقینی ساقط ہو جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کرینگے۔ پس جب یہ امر قرار پا چکا تو اب سنئے کہ آپ کا نشو پر اعضار کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو کے موافق اور مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جسکا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھہ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلیئے کہ اسمیں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام نباتات۔ اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فوائد ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فزیالوجی کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں ایک رنگین مادہ کو لے لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزار بدن میں کچھہ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھہ کی پتلی میں اسکے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھہ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو نوری شعاعیں زائد ہوں اُنہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیار ہیں۔ پس آپ کائنات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یہ یقین کر لیں کہ ان اعضار کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ اُن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض نوع میں موجود ہیں کُل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کلی حکم لگا سکیں۔ کُل کیطرف سے اکثر انواع میں بھی تو اُنکا وجود نہیں۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہ تغیر صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جنمیں ان اعضار کے نشانات دیکھے گئے۔ پس اُن میں سے بعض انواع بعض کیجانب خدا کے مقرر کردہ اسباب کیوجہ سے بدل گئے ہوں باقی رہیں وہ انواع کہ جنمیں یہ اعضار

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اُن پر یہ تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشو جسکے آپ لوگ عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں جنہیں آپ نے اعضار کے نشانات پائے ہیں واقع ہوا ہو پس وہ ابتدا میں حرزوں[عــہ] کی طرح پیروں والا ہو پھر جب انسان یا کسی اور حیوان کو اس سے تکلیف پہونچی ہو تو وہ اُسکے قتل پر مسلط ہو گیا ہو پس اس وجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اُس سے ڈرا ہوا پھرتا رہا ہو اور زمین میں گھسا کرتا ہو اور اس حالت میں ضرورت نہ ہونیکی وجہ سے اُسنے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گذرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اُس کی خلقت کو بدل دیا ہو اور یہ تبدیلی اُس کی فروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اُس کے پیر بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک کہ حالت موجودہ تک وہ پہونچ گیا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہ گئے ہوں (یہاں پر کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض آحادی اخبار میں ابن عباس ابن وہب اور انکے علاوہ اور مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سانپ پہلے جنت کے حیوانات میں سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہو جانے کا یہ ذریعہ بنا تا کہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالے اسلئے اللہ تعالےٰ نے اُس کو زمین پر اُتار دیا اور اُس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا اسکو کنز الاسرار میں نقل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے جنہیں کہ اعضار کے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ باقی رہیں اور انواع اور وہی تعداد میں زیادہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ اُن میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی تھیں ویسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشو سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ٹھہرے گا جو کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں رہنے والے لائے جائیں اور انہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ اُنہیں جانوروں کو دیکھکر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگانے لگیں کہ کوئی جاندار پانی میں رہتا ہی نہیں تو اُن کا یہ استقرار محض ناقص ہوگا اور اُن کا یہ حکم لگانا غلط ٹھیرے گا چنانچہ جب وہ سمندروں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو انکو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہو جائیگی)

یہ تو ہو چکا پھر علم جیالوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نباتات اور ادنےٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پھر اُسکے بعد اُس سے ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نبات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اوسکے وجود کا زمانہ بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے ادنےٰ درجہ والا پہلے معدوم ہوا پھر اُسکے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی کل سابق الذکر تقریر اور اس سے آپ کا ترقی اور نشو پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیق مذہب خلق کے موافق نہیں ہو سکتی اِن سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ جیالوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشو اور ترقی انواع پر تسلیم بھی کر لیجائے تو وہ بھی ظنی ہوگی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نباتات اور ادنےٰ درجہ کا حیوان پایا گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس سے اعلےٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کر دیا۔ اور

عــہ حرزوں سوسمار نر یا جانور یست مشابہ بحربا و آں در نواحی مصر خیزد ۱۲ منتہی الارب۔

اپنے سے ادنے درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر ادنے درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کیوجہ سے ہلاک کردیا مثلاً اسوجہ سے کہ زمانہ کا وہ دور اُس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اُس کے بعد والی نوع کے مناسب رہگیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع کو اُس ادنے درجہ کی نوع پر غلبہ حاصل ہوگیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے پھر زمانہ کے دوسرے دور میں اُس نوع سے اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا وہ بھی اپنے سے ادنے درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اسکو بھی اور دنیاوی اسباب کیوجہ سے نابود کردیا جیساکہ پیشتر گذرا پھر اسکے بعد والے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلے درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا پھر اسکو بھی ہلاک کردیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ نوبت پہونچی کہ نباتات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور خدا نے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے دنیاوی اسباب سے نابود کردیا صرف طبقات ارض میں انکے نشانات اور آثار باقی رہگئے پس جب تک یہ احتمال قایم ہے تو تحقیقات جیالوجی سے ترقی اور نشو پر آپ لوگوں کا استدلال کدھر سے یقینی ہوسکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم جیالوجی کی تحقیقات مذہب خلق کے مخالف بھی نہیں رہتیں۔ اور اسبات کی نظیر کہ جیالوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات کا مستقل طور پر موجود ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں بنیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یہ امر ہے جسکا کہ ہم ہرسال مشاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جبکہ جاڑے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل بہار اور گرمی کی آمد آمد ہوتی ہے پیدا ہوجاتے ہیں چنانچہ اسوقت جو شے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ ادنے درجہ کی نبات ہے جیسے کہ کائی اور گھاس پھر جوں جوں گرمی (ایک درجۂ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلے درجہ کی نباتات پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا انڈے سے اُسکا بچہ نکلتا ہے وہ ادنے درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدبو سے پیدا ہوتے ہیں اور مچھر اور مکھی وغیرہ پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اعلے درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدایش کا زمانہ آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک دوسرے سے نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اُس خاص درجہ سے) زیادہ ہوتی جاتی ہے اُن میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ اُن میں گرمی کا تاثیر کرنا یا اُن انواع کا اُنپر غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہونے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالباً سوائے اُن اعلے درجہ کی انواع کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہوجاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں زمین میں اُنکے آثار باقی رہجاتے ہیں پس یہ سالانہ کیفیت علم جیالوجی کی اُس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جسے کہ آپ نے اپنی تحقیقات سے دریافت کیا ہے یعنی پہلے ادنے درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اُس سے اعلے درجہ کی نوع کا پھر اُس سے بھی اعلے کا یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہونچ گیا اور اُنکے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہوگئیں پس نشو پر علم جیالوجی کی تحقیقات سے آپ لوگوں کا استدلال بالکل ساقط ہوگیا جیساکہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

پھر چاروں قدرتی قوانین جن پر آپ نے اس ترقی اور نشو کو حوالہ کیا ہے دلیلیں نہیں ہیں جو ان دونوں امر پر قایم کی گئی ہوں بلکہ عالم نبات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو کا واقع ہونا مانا گیا ہے اُس کی توجیہ کیلئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو ذریعہ بنایا

اسلئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں اُس روش کو نہیں اختیار کرتا جسے کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور اُن قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ اُنکے مقابلہ میں اُنکو ثابت کرنے میں مصروف ہوئے بلکہ میں آپ کے سامنے صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پایہ ثبوت کو پہونچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے اُن سے کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروع کا وراثتاً حاصل کرنا تو ایک یقینی ہوئی بات ہے جسکا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اسکا حاصل ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو علی ہذا القیاس تنازع بقا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جسکے ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اسکے اس نتیجہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلاک ہو جاتی ہیں مگر ہر حالت میں اسکا مرجع اللہ تعالے ہی کی طرف ہے علاوہ بریں اس قانون کو مخلوقات میں حتیٰ کہ انسان کے اصناف میں بھی آج تک مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں لیکن یہ دونوں قانون ایسے ہیں کہ خواہ [illegible] کے ساتھ پائے جائیں یا [illegible] کے ساتھ کوئی منافات نہیں لازم آتی دونوں ممکن ہیں - اور جب یہ بات ظہری تو اس سے کونسی شے مانع ہو سکتی ہے کہ تمام انواع مستقل طور پر بنی ہوں اور باوجود اسکے فروع اپنے اصول کی صفات کو وراثتاً حاصل کریں اور باقی رہنے کے لئے باہم انواع میں منازعت واقع ہو - لیکن قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہو جائے اور پھر بھی ہر نوع اُن میں مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو کسی دوسری نوع سے نہ نکلی ہو اب رہا قانون تبائنات اور وہ یہ ہے کہ ہر فرع گو اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرتی ہے لیکن تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ مبائن بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے مخالفوں نے آپ سے منازعت کی ہے کہ جو تبائنات فروع میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ جزئی ہیں جوہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ نوع بدل جائے اور دوسری نوع بنجائے اور آپنے یہ جواب دیا ہے کہ لاکھوں برس کے گذرنے کے بعد یہ تبائنات بار بار درپے ہوتے ہوتے جوہری بن جاتے ہیں اور پھر اُن سے نوع کا بدل جانا اور دوسری نوع بنجانا لازم ہو جاتا ہے اور آپ لوگ اس بحث میں بہت کچھ الجھے ہیں اور محض تطویل لاطائل کرکے رائی کا پہاڑ بنا دیا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون تبائنات یعنی یہ کہ فرع اُن صفات کے اعتبار سے جو اُس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے مبائن ہوتی ہے نباتات اور حیوان میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالے نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم اُن میں تمائز پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم اُن میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں خلل عظیم واقع ہوجاتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کر سکتے اسی طرح اُسے اپنے اور غیر کے گھر میں بھی تمیز نہ ہوتی اور اسکی وجہ سے معاملات میں جو خلل آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ کسی پر مخفی نہیں - اور یہ قانون نباتات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے - اور نہ اسکو اصول و فروع کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کوئی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو چاہے وہ اُس کی فرع ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کسی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ اُن دونوں کے بنانے والے نے انکے پورے طور سے مشابہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے ورق لگائے ہوں ایک ہی مطبع میں چھاپا ہو۔ اسی طرح آپ کسی پیالہ کو دوسرے پیالہ کے بالکل مشابہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق و تباین موجود ہوگا گو وہ کتنا ہی خفی کیوں نہ ہو اور بغیر باریک بینی سے کام لئے ہوئے نہ معلوم ہو سکتا ہو اور یہ امر محض لطف خداوندی ہے جو اُنہیں باہم متمیز کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہے جیسا کہ ہمنے کہا پس تمام موجودات میں تباین کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پیدا کرنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک یہی قانون ہے طبعی قانون نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اُصول کو طبعی نظر سے دیکھا جاوے تو فرع کا یہی حق اور اوسکے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اُس کی ساری صفات کو وراثتاً حاصل کرے اور کسی شے میں بھی اس کے ساتھ مباین نہ ہو ہاں جب اُسکا کوئی عارضی سبب پایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ایسا اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اسوقت دو چیزوں کے درمیان تباین کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں اترتا نہ اصل اور فرع کے مابین اور نہ اُن دونوں فرع کے درمیان جنکے جننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو جڑواں بچے جو کہ ایک ہی تھیلی اور ایک ہی جہلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر اُن کی پرورش کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہا درجہ کی باریک بینی سے کام لیا گیا ہو تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ اُن دونوں میں ضرور فرق و تباین پایا ہی جاتا ہے اور اسوقت تباین اور فرق کے لئے وہمی اسباب ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالنا جیسا کہ میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو شغل ہے وہ نرا تکلف ہی تکلف ہے اور انصاف کے دائرہ سے بالکل خارج ہے۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متباین ہونا جسپر کہ آپ لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بنجانے کے بارہ میں اعتماد کیا ہے ایک معین حد تک ہو جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکل سکے اور اتنی مقدار سے باہم افراد میں تمائز قایم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جاتا ہے پس ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اُس سے چند صفات میں مباین بنایا ہو اور علیٰ ہذا القیاس ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ تباین سلسلۂ نسبی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہوا ایسی حد تک چلا جائے جس سے ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالےٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور اُنکے اجداد پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے۔ اسی طرح اسوجہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا دور بھی ختم ہو جائے پھر اسکے بعد آنے والی فروع میں بھی یہی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ ہو جائے اور کیا عجب کہ یہ امر ہمارے بعد کی آیندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہو جائے کیونکہ زمانۂ حال کے لوگوں کی عکسی تصاویر اُنکے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا اُن فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو اُنکے زمانہ میں ہوں تو اُنپر ظاہر ہو جائے کہ اُن کے اجداد پیشین کی صورتیں اُنکے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کیوجہ سے صورتیں اور شکلیں اسقدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی صورتیں جنکو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہو سکتی ہیں اور پھر بھی اُن کیوجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب نکل جانا

ف قانون تباین کا بیان [illegible]

ضروری نہیں ہوتا کیونکہ وہ محدود صورتیں ہیں جیسا کہ ہمنے فرض کیا ہے یعنی نوع انسانی کو دیکھئے کہ روئے زمین پر اُسکے لاکھوں ہی افراد پائے جاتے ہیں اور پھر اُن میں کیسا وسیع فرق اور تبائن پایا جاتا ہے جیسے درمیان زنگی اور رومی کے۔ کیا اس تبائن اور فرق نے کسی صنف کو اُس کی نوع سے خارج کر دیا اور خارج کرکے اُسے دوسری نوع بنا دیا؟ ہرگز نہیں۔ اور آپ لوگ اس سے تعجب نہ کریں کہ فروع اپنے اجداد و پیشین کی صورتیں کیسے پھر حاصل کریں گی کیونکہ آپ ایسے ہی قدرتی قانون کے قائل ہیں اور وہ قانون (اٹا فیسم) ہے یعنے دادا کیجانب راجع ہونا اور بعض اہل سائنس اس کا نام دورہ ثانی یا رجعت رکھتے ہیں پس آپ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صفات کبھی بعض اقوام میں مخفی رہتی ہیں پھر اُسکے بعد اُن کی اولادیں ظاہر ہو پڑتی ہیں مثلاً جب کوئی حبشی کسی رومی عورت سے شادی کرے تو بعض اوقات اُس کی اولاد عورت کی طرح گوری ہوتی ہے۔ پھر کچھ نسلیں گذرنے کے بعد کبھی کبھی بعض اولادیں اُسکے اس حبشی دادا کی صفات اور ساخت ظاہر ہو پڑتی ہیں اور اسی طرح یہ قانون عادات۔ اخلاق۔ اور امراض میں بھی جاری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروع اور اصول میں تبائنات کا محدود ہو کر پایا جانا اور پھر نہیں کا مکرر ہونا ہم نے جو فرض کیا ہے ایک ممکن الوقوع امر ہے جسکو عقول جائز رکھتی ہیں قابل ترک نہیں خیال کرتیں اور شریعت محمدیہ میں بھی ایسا مضمون وارد ہوا ہے جس سے اِس امر کی جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اجداد کی صورتیں فروع کیجانب رجوع کرتی ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے جو انسان کو مخاطب کر کے یہ قول (فی ای صورۃ ما شاء رکبک یعنی جس صورت میں چاہا خدا نے تجھے ترکیب دیدیا) ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر میں صاحب شریعت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں قرار پاتا ہے تو اُس کے اور آدم کے مابین جتنے لوگ سلسلۂ نسب میں ہیں خدا سب کی صورتوں کو وہاں حاضر کر دیتا ہے اور جس شبیہ میں چاہتا ہے اُس کی صورت بنا دیتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے) پس جب تک قانون تبائنات میں یہ احتمال قایم ہے کہ وہ تبائنات ہر نوع میں ایسے درجہ تک محدود ہوں کہ وہ نوع کو دوسری نوع کیجانب خارج نہ ہونے دیں اور اصول کے تبائنات فروع میں پھر از سر نو جاری کیئے جائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے اُسوقت تک نوع کا ایسے درجہ تک جا پہونچنا کہ اُس کا تغیر جوہری ہجائے اور اُسکو وہ ایک دوسری نوع بنا دے محض ایک ظنی امر ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا پس آپ نے اس قانون کی تقریر میں جو زور و شور دکھایا ہے اور نیز لاکھوں برس کے گذرنے پر جو آپ نے انواع کی تبدیلی کو اس قانون کے حوالہ کیا ہے یہ سب باطل ہوگیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قانون یعنی تبائن آپ لوگوں کے زعم کے موافق غیر محدود ہے اور یہ امر اگرچہ عقلاً ممکن ہے اور اس سے تبدیلی کا واقع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سب کچھ خداوندی قدرت کے تحت تصرف میں داخل ہے لیکن اس قانون کا وقوع محض ایک ظنی امر ہے اسکا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ پس اسکا نتیجہ بھی (اور وہ انواع کا بدل کر دوسری نوع بن جانا ہے) ظنی ہوگا اور جب یہ حالت ہے تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قانون کی کچھ پروا نہیں کرتے اور نہ اسکو وہ نشو کا نتیجہ اعتبار کر سکتے ہیں اسلئے وہ اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کی جو طریق خلق اور انواع کے مستقل طور سے بننے پر دلالت کرتی ہیں تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی ہے برابر قایم رہیں گے ہاں جب یہ بات ان لیجائیگی کہ یقینی قطعی دلیل اسکے خلاف پر قائم ہوگئی (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اُسوقت وہ اپنے سابق الذکر قاعدہ پر عمل درآمد کر کے دلیل عقلی اور نقلی میں تطبیق دینے کی غرض سے تاویل کر دیں گے۔

اب رہا قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورۃ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے ہے اسلئے وہ بھی ظنی ہی
ہوگا اور اگر اسکا واقع ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں (ممکن ہے) کہ یہ قانون انواع کے بطریق خلق پائے جانیکے ساتھ ہی پایا جائے اس طرح کہ انہیں سے پہلے ادنی
درجہ کی نوع موجود ہوئی پھر اس سے اعلی درجہ کی بغیر اسکے کہ اپنے سے ادنی سے پیدا ہوئی مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو اور کہ بعد اسکے اپنے سے ادنی کیساتھ باقی
رہنے میں منازعت کرنے کیلئے ہلاک کردیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلے درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہوئی ہو اور اسنے
بھی اپنے سے ادنے نوع کو منازعت کرکے ہلاک کردیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نوبت
پہونچگئی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ
زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انسب انواع کا پایا جانا ثبوت نشو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل
طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے
مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اربعہ کی تقریر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالے نے
پہلے ادنے درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اسنے اعلے درجہ کی انواع کو بغیر اسکے کہ وہ اپنے سے ادنے درجہ سے نکلیں مستقل طور پر پیدا کردیا ہو
پھر اسنے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہنے میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازع بقا کے قاعدہ
کے موافق ہلاک کردیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نوبت پہونچگئی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے
سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انسب ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازع اور قانون بقاء احسن پر مشتمل ہے اور باوجود اسکے اللہ تعالے
نے فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھہ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مبائن ہونے
کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ تباین ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اسمیں
حکمت یہ ہے کہ باہم تمیز قایم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت سے دونوں باقی قانون کو شامل کرلیا اور وہ قانون
ارث اور قانون تباین ہیں جنکا مشاہدہ کیا بھی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطریق خلق اور مستقل طور پر بننا مانا گیا ہے اور آپ لوگوں
کے علم جیالوجی کی تحقیقات بھی اس توجیہ کے ذرا بھی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجیہ کے محال ہونے پر کوئی دلیل بیان کرسکتے ہیں
ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تقریر کے عقلی نظر میں طریق نشو طریق خلق پر راجح بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر
برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔
اب ظاہر ہوگیا کہ عقلی نظر میں نشو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو کا احتمال عقل کے نزدیک ظنی (عہ) بھی نہیں قرار پا سکتا بلکہ نشو اور خلق
دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا درجہ پایا جاتا ہے لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر
پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ اُن کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو
مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو کو ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جسکہ میں نے اُس کا جس مرتبہ کا ثبوت تھا ظاہر کردیا۔
کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔
یہ تو ہو چکا اب سابق الذکر تقریر کے بعد جب نشو ہی پورے طور سے ثابت نہ ہو سکا تو اوسپر انسان اور بندر کا ایک ہی اصل سے نکلنا

عہ یعنی راجح ۱۲

بھی جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں نتیجہ نہیں ہو سکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بندر کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقتضا
کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ
محض صوری مشابہت کا یہ مقتضا نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں کہ اس سے
لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اسکا ظن اور گمان غالب پیدا ہو جاتا ہے تو میں کہوں گا کہ پیروان محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں ظن پر اعتماد نہیں کر سکتے اور نہ اسکو اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کے لئے معارض اعتبار کر سکتے ہیں
علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پیدا ہوا تھا اسکے لئے ایک امر دافع بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے
ہیں کہ انسان اپنی ابتدائے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اور نہ
ذراسی حرکت ہی کر سکتا ہے جو باقاعدہ ہو اور باوجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ اپنے اردگرد کی اشیاء کو بھی
نہیں پہچانتا اور نہ اسے زمین اور آسمان کی تمیز ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کر سکتا ہے اسی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے
بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا بھی تمیز نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چھاتی کیسے منہ میں لے چنانچہ
وہ کئی روز تک اسکو سکھلانے کی کوشش کرتی ہے جب اسے دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد
ہم اسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر
قیاس کیا جائے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور سمجھدار ہوتے ہیں تو اس درجہ تک اسکے پہونچنے کی امید نہیں
ہو سکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی افعال میں سے نہایت عجیب تر اور اس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اسنے ایسے
کمزور اور اسقدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہونچا دیا جہاں تک اور حیوانات نہ پہونچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب
غلبہ بنجاتا ہے کہ پتھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ بڑی بڑی عالیشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت ہی کمزور اور
عاجز تھا۔ اسی طرح وہ مدقق عالم اور محقق فلاسفر بنجاتا ہے بعد اسکے کہ وہ نری نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے
بحر و بر کے حیوانات پر تسلط حاصل کرلیتا ہے پرندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے نظام شمسی و قمری کا انضباط کرتا ہے اور کبھی
کبھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خدائے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اس سے پرلے درجہ کا منکر بنجاتا ہے۔ رہا بندر وہ اور اکثر
حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اسوقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ
اسکی ماں جو اسکی پرورش کرنا چاہے اسمیں وہ اسکی کچھ مدد کر سکے اور اسوقت اسکو اسقدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچہ کے
پاس اسکا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اسکے لئے مہیا ہوتی ہے اسے جان لیتا ہے اور بغیر اس کوشش و تدبیر
کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچہ کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بندر کا بچہ) اپنی ماں کی چھاتی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں
چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تھوڑی مدت میں جسمیں کہ انسان کا بچہ اپنے سرین پر بیٹھنے کے
بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اسکو اسقدر سمجھ بھی جو اسکے امور زندگی کی انجام
دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قایم مقام بنجاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے
میں بچہ ہی رہتا ہے پس بندر اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہوتے اور انسان

اس سے ترقی کر گیا ہوتا تو اُسکا یہ مقتضا تھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوتا جسکا ہم نے ابھی ذکر کیا بلکہ اپنی پیدائش کے وقت بندر
سے تو کم نہ ہوتا جس سے وہ ترقی کر کے بنگیا تھا کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کا بچہ قوت اور سمجھ میں
اتنی پستی کی حالت میں ہو باوجودیکہ اُسکا ساتھی جو اُسکے ساتھ ایک ہی اصل سے نکلنے میں شریک ہے اور جس سے کہ وہ ترقی
کر کے بنگیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں اُس سے کہیں کامل ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ انسان اپنے شریک
(بندر) سے صورت کی عمدگی میں تو ترقی کر گیا ہے لیکن بعض اسباب کیوجہ سے قوت اور سمجھ میں اُس سے گھٹا ہوا رہگیا تو
ہم کہیں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے ہونے پر یہ دونوں باتیں اسمیں کامل ہو جاتی ہیں اور وہ بندر پر ان دونوں (قوت
اور سمجھ) میں کہیں زیادہ ترقی کر جاتا ہے پس حق اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ امر آپ کے اس قول کو کہ انسان اور بندر ایک ہی
اصل سے نکلے ہیں بالکل ہی بودا اور کمزور ثابت کرتا ہے اگرچہ ہم اپنی زبان سے اسکو باطل نہ بھی کہیں۔ اور اے اہل سائنس
اگر آپ نظر انصاف سے غور کریں تو آپ کو یہ امر بخوبی ظاہر ہو جائے کہ انسان اور بندر کی صرف صوری مشابہت اُستنے
بڑے عظیم فرق کا جو اُن دونوں میں پایا جاتا ہے جسکا کہ ہمنے ابھی بیان کیا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ
دونوں کو امر صواب کی ہدایت کرے یہ وہ تقریر تھی جس کو میں نے اس موقع پر آپ کے سامنے بیان کرنے کا ارادہ کیا
تھا اور میرے نزدیک اگر آپ انصاف کرینگے تو یہ تقریر اسبات کے لئے کہ نشو کے بارہ میں آپ کے دلائل اور معتقدات محض ظنی ہیں
اور کسی طرح شرعی نصوص کا معارضہ نہیں کر سکتیں کافی ثابت ہوگی اور میں نے دیکھا ہے کہ آپکے مخالف آپ کے ساتھ مختلف
بحثوں میں اُلجھے ہیں جس کی ہمیں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا چنانچہ انہوں نے انواع کے بدل جانے کا آپ کے مقابلہ میں انکار کیا
اور آپ اسپر دلائل قایم کرنے کے درپے ہو گئے اور اسکا ثبوت دینے لگے یہاں تک کہ صناعی تبدیلی سے بھی۔ اور انہوں
نے مابین ایک اور دوسری نوع کے جس سے کہ وہ آپ کے خیال کے موافق بنی ہے حلقوں کے وجود سے قطعی انکار
کیا اور آپ نے انکو یہ جواب دیا کہ یہ حلقے بعض میں تو پائے گئے ہیں اور اپنے جی کو یوں خوش کر لیا کہ جیالوجی کی تحقیقات
میں عنقریب باقی انواع میں بھی حلقے دریافت ہو جائیں گے یہ ساری باتیں جملہ خبریہ ہیں جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال
موجود ہے بھلا بتائیے تو ہم میں سے اسوقت کون بیٹھا رہیگا جو آپ کے دعوے کی تصدیق اور مشاہدہ کرے گا حقیقت
حال کو خدا ہی جانے علاوہ بریں اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ احتمال برابر قایم رہیگا کہ انواع مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں جیسا کہ
ہم نے پیشتر ذکر کیا پس آپ کی دلیلیں ظنی ہی رہیں مختصر یہ کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کے مخالفوں کی
طرح اُلجھیں اور چونکہ ہمارا اعتماد شریعت کی ظاہری نصوص پر ہے اسلئے ہمارے لئے تقریر سابق ہی کافی ہے ورنہ اگر ہم آپ سے
اس بحث میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں کہ آپ کی دلیلوں کی جن پر آپ اعتماد کئے بیٹھے ہیں کیا قدر و قیمت ہے
اور آپ کے سامنے اسبات کو ظاہر کر دیں کہ اُن کی بنیاد وہم اور محض تخمینی اور فرضی باتوں پر ہے اگر خدا نے توفیق دی تو میں
اس بحث میں ضرور کچھ تحریر کروں گا جس سے طالبین تحقیق کی تشنگی بجھ جائیگی۔

ف
یہ بحث تو ہو چکی پھر آپ لوگوں کا یہ قول کہ حیات اور عقل انسانی دونوں محض مادہ کے اجزا متحرکہ اور اسکے عناصر ممتزجہ کی باہمی
تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک قسم کے ظہور کے نام ہیں اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے بالکل خالی تھا اور یہ کہ

انسان کی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اُن سے مختلف نہیں یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکا اسلامی شریعت پر انطباق ممکن ہے چنانچہ حیات کی تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسی وجودی صفت ہے جو نفس ذات پر زائد اور علم و قدرت کے مغائر ہے جسکی وجہ سے ذات کا ان دونوں کے ساتھ موصوف ہونا صحیح ہو جاتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے اور اسکے مثل تفسیر رازی میں بھی موجود ہے) پس جب اُنکے سامنے حیات کے بارہ میں آپ کا یہ قول پیش کیا جائے کہ وہ اجزاء مادہ کے باہمی تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک ظہور کا نام ہے الخ تو وہ یہ کہدینگے کہ ہمارے نزدیک حیات ایک عرضی صفت ہے مادہ نہیں ہے اور یہ ظہور جس کو آپ حیات کہتے ہیں وہ بھی عرضی صفت ہے اسلئے اس سے کوئی مانع نہیں کہ حیات بھی ظہور ہو لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم حیوان میں خدا کے پیدا کرنے سے اسکے حدوث کے قائل ہیں نہ جیسے کہ آپ لوگ اجزاء مادہ کی حرکت سے اُسکے حدوث کا بلا دلیل گمان کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذرا اگرچہ ممکن ہے کہ یہ حرکت بھی محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے موجود ہوئی ہو اور اس ظہور کا جسے آپ حیات کہتے ہیں سبب بنگئی ہو ٹھیک اسی طرح سے جیسے کہ اسباب سے مسببات کو پیدا کر دینے کی خدا کی عادت جاری ہوگئی ہے۔ باقی رہی عقل اُسکے بارہ میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے تو اُس کی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ کہکر توقف ہی اختیار کر لیا کہ وہ مغیبات میں سے ہے جسے شریعت نے ہمارے لئے نہیں بیان کیا پس انسب اور ادب کی بات یہی ہے کہ اسمیں گفتگو نہ کیجائے پس اس بنا پر جب آپ لوگ اُنکے سامنے عقل کی ایسی تفسیر بیان کرینگے جو اُن کی شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ آپسے یہی کہدینگے کہ ہاں آپ کی تفسیر میں صحت کا احتمال ہے کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہو لیکن یہ ظہور خدا کے پیدا کرنے سے حادث ہوا نہ جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ وہ محض اسی حرکت سے حادث ہو گیا ہے۔

ف

اور بعض پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تفسیر میں خوض کیا ہے اور جتنے اقوال ہیں سب اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے اور سب کا ماحصل یہی ہے کہ وہ علوم کے قبیل سے ہے یعنے وہ ایک قسم کا ملکہ ہے جسکے ذریعہ سے نظری علوم ادراک کر لئے جاتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا جانور ہے اور ایسا ہی بعض آحادی آثار میں بھی وارد ہوا ہے (جیسا کہ ماوردی کی کتاب ادب الدین میں ہے) اور مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ ایک باطنی نور ہے پس اس امر کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں کہ وہ علوم کی جنس سے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جوہر ہے لیکن یہ قول رد کر دیا گیا ہے (عبد السلام اور اُسکے حاشیہ امیر سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) یہ سب کچھ غریزی یا طبعی عقل کی نسبت کہا گیا ہے۔ رہی عقل مکتسب جو اسی غریزی عقل کا نتیجہ ہے پس وہ کامل تمیز صحیح سیاست اور رائے کے صائب ہونے کا نام ہے (ماوردی کی کتاب ادب الدین میں بھی ایسا ہی ہے) پس اس بنا پر یہ امر واضح ہے کہ آپ کے اور اُن لوگوں کے قول میں جنھوں نے عقل غریزی کی تفسیر میں خوض کیا ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دونوں قول اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے تو پھر اس بنا پر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کہا جائیگا کہ یہ عرض اجزاء مادہ کی باہمی تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک ظہور ہے تو یہ کہنے سے انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ ہاں ممکن ہے کہ

یہی ہوا اور اسی ظہور سے علوم کا ادراک حاصل ہوتا ہو لیکن جسکا ادراک دونوں کا وجود محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہے اسطرح پر یہ قول ہمارے عقائد کے خلاف بھی نہیں ہوتا اب اُن میں اور آپ لوگوں میں صرف اسی بات پر فیصلہ کا دار مدار رہے گا کہ آپ اسکے قائل ہوجائیں کہ یہ ظہور خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ قول کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اُنسے مختلف نہیں تو یہ قول بھی شرعی نصوص میں سے جن پر کہ اعتقاد کے بارہ میں اعتماد کیا جاتا ہے کسیکے بھی خلاف نہیں کیونکہ ان نصوص سے غایت سے غایت جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اسیقدر ہے کہ خدا نے انسان کو عقل دیکر باقی حیوانات سے ممتاز کیا ہے اور اسیوجہ سے بخلاف اور حیوانات کے اُسکو شرائع کی تکلیف دی گئی ہے۔ رہا ادراک حیوانی سے حقیقت اور ذات میں اُسکا متغائر ہونا یا نہ ہونا تو شرعی نصوص میں ان دونوں میں سے کسی کی بھی تصریح نہیں کی گئی اسلئے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جب اسکے بارہ میں سوال کیا جائیگا تو وہ کہدینگے اس سے کوئی امر مانع نہیں کہ ضروریات زندگی کی تدبیر کرنے کے لئے حیوانات کو جو ادراک ملا ہے وہ اور انسانی عقل دونوں ایک ہی مقولہ سے ہوں جو کہ منجملہ اعراض کے ایک عرض ہو اور خدا کے پیدا کرنے سے حاصل ہوگیا ہو لیکن وہ انسان میں زیادہ ہوکر ایسے مرتبہ پر پہونچگیا جسنے اُسے اس قابل بنادیا کہ وہ طرح طرح کے علوم استنباط کرنے لگا اخلاق حمیدہ اور غیر حمیدہ میں اُسسے تمیز ہوگئی اور وہ چیزیں حاصل کرلینے کے لایق ہوگیا جنکی وجہ سے وہ اور حیوانات سے ممتاز ہے اور ادراک کے اسی مرتبہ پر پہونچکر وہ شرعی تکلیف کے قابل بنجاتا ہے اسیکو ہم عقل کہتے ہیں اسلئے کہ لغت میں عقل باندھنے اور روکنے کو کہتے ہیں اور وہ بھی اُسکو امر ناصواب کے ارتکاب سے روکتی ہے پس اسکا قائل ہونا کہ عقل انسانی حیوانات کے ادراک سے صرف مقدار کا اختلاف رکھتی ہے اسلامی دین کے منافی نہیں بلکہ یہ قول اُسپر منطبق ہوسکتا ہے اس بنا پر انسانی عقل کی نسبت شریعت میں جو تعظیمی الفاظ جیسے کہ وہ نور ہے۔ مدار تکلیف ہے وغیرہ واقع ہوئے ہیں وہ صرف ادراک کے اسی عالی مرتبہ کی تعظیم کے لئے ہیں کسی دوسری شے کے لئے جو ادراک حیوانات سے اصل حقیقت میں مغائر ہو نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

باقی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا جنکو آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں اُن کی کوئی دلیل موجود نہیں یا اُن کی روسے وہ قابل ترک ہیں اُن کی نسبت سُنئے۔ ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہوچکی ہیں بعض مسائل کی تو پوری تحقیق ہوچکی تاہم آیندہ موقع بموقع ہم تنبیہ کرتے جائیں گے اور جو مسائل باقی ہیں بعون اللہ تعالےٰ اُن کی تحقیق کے لئے میں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکہائے دیتا ہوں کہ اُن میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سنئے میں بیان کرتا ہوں یہ سب باتیں تو پہلے معلوم ہوچکی ہیں کہ مادۂ عالم پہلے نہ تھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جسنے اُسکو عدم سے پیدا کیا اور اُس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنادیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان سب چیزوں کو نیست و نابود اور معدوم کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو باقی حیوانات سے علیحدہ اور مستقل طور پر پیدا کیا اُس سے اُس کی عورت کو بنایا۔ اور دونوں کو ایک مکان میں جس کا نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جس چیز سے انہیں منع کیا تھا اُس کی مخالفت کیوجہ سے دونوں کو زمین پر اُتار دیا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضاؤ قدر سے ہوتا ہے یعنے وہ اُسے جانتا ہے اُس کا ارادہ

کرتا ہے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُسی کے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُسکے سوا کوئی خالق نہیں اگرچہ اُسنے مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے مسببات کو اسباب سے پیدا کر دیتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُسکے بعد ہی مسبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثیر مشاہدہ کیجاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اُس کی قوت کیوجہ سے جو اُسمیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدائے سبحانہ موجود ہے۔ قدیم ہے ہمیشہ رہے گا۔ اُس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہے۔ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اُسکے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب سے غنی ہے کسیکا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی محتاج ہیں۔ موجودات میں سے وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُسکے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گذر چکیں یا آیندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُسکے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے مباحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قایم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اُسکا اپنی صفات کے ساتھ متصف ہونا اور بعض کو جنکے آپکے علوم کے ساتھ وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق دیدی اور اُسکے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوئی کہ اُس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں بھی کی ہے وہ ادنے غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جا سکتی ہے اور تفصیلی گفتگو بکثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جسکا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالے نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم جسکا نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُسنے ایک بہت بڑا جسم جسکا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسلئے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں ثبت رہیں اور لکھی جائیں گو وہ اسکا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُسکے ایک بنائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُسکا عذاب ہوگا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کریگا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلاء[ع۵] محسوس کے تو قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بُعد ہے جسکی وسعت کو سوچکر عقل حیران رہجاتی ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلاء دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قایم ہیں اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور موید معلوم ہوتا ہے

ع۵ خلاء سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضاء مراد ہے جو دیکھنے میں بیحد معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلاء مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضاء میں ایتھر پھیلا ہوا ہے ۱۲ مترجم

وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گڑے ہوے نہیں ہیں بلکہ وہ خلاء میں قایم ہیں اور اُس خلاء میں جو اُنکا مدار حرکت ہے
وہی اونکا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا پس اس سے کونسی چیز مانع ہوسکتی ہے کہ اسی خلاء دور و دراز میں ان ستاروں کے
اُدہر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور اُن کا نظر نہ آنا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے
بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گذرا اور وہ ابو بکر بن العربی ہیں) عرش کرسی لوح و قلم جنت اور دوزخ ہیں۔
اور خدا نے انکو وہاں اپنی قدرت سے قایم کر رکھا ہے چاہے اُسنے قدرتی قوانین میں سے جنھیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھدیا
کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے انہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا
کہ اُسنے آفتاب اور ستاروں کو اُس خلاء میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قایم کر رکھا ہے پھر یہ سب ہم سے نہایت ہی دور و دراز
مسافت پر واقع ہیں جیسے کہ باہم خود اُنکے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں حائل ہیں اور خدا کی اور اُس کی قدرت کی جو عظمت ہم اس
کی مصنوعات میں جنکا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کر چکے ہیں اسکے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی امر بعید نہیں معلوم ہوتا پس
یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہوسکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت
رکھتی ہے۔ رہا اُنکے ادراک تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ بذریعۂ حواس ہو یا بواسطۂ دیگر ذریعوں کے اُنکے معدوم ہونے کو
مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں
وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ اسی خلاء میں جسمیں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قایم ہیں چھہ زمینیں اور بھی قایم
ہوں اور اُن میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ اور اگر آپ
کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوربینوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ
بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلاء میں قایم ہیں اُنہیں بھی شمار کر لیا ہو۔ اگر آپ کہیں ہمنے مانا کہ یہ
سب کچھ ممکن اور ہوسکتا ہے لیکن اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہوا کہ پیروان محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث اُن کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود
ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُنکے وجود پر اُن کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُنکے رسول علیہ الصلوٰۃ و السلام
سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سچے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ
ہیں اسلئے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے اُنکا رسول بنکر آنا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے
اور اگر آپ پوچھیں تو پھر اللہ تعالےٰ نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسنے ستاروں زمین اور باقی
عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو فاعل مختار ہے
جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قایم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار
کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اسکو یاد کیجئے۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے
بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے اُن کی کتابوں

مکان میں داخل کریگا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اُسکے توابع ہیں سب کچھ اسلامی دین کے قطعی اصولوں میں سے ہے جسپر اُن سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جو اُسکے ممکن ہونے یا اُسکے واقع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اسپر دلائل قایم کیے گئے ہیں[ع۵]۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے اور بعث مذکور (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے

ع۵ مترجم کہتا ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ اس مقام پر پہونچکر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بعث کے تمام عالم کے فنا ہو جانے کو جس کو قیامت کہتے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس فنا کا امکان چونکہ نہایت بدیہی تھا کیونکہ عالم کے ہزاروں کائنات ہمارے مشاہدہ میں فنا ہوتے چلے جاتے ہیں سو اُن کائنات فانیہ و دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جاویں اسلیئے اسکا بالاستدلال بیان کرنا مصنف نے ضروری نہیں سمجھا بخلاف بعث بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اوسمیں گفتگو شروع کردی مگر زمانہ حال کے خیالات کے موافق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اسلیئے اس کے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور حاشیہ کے نقل کرتے ہیں جس کو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم کی تقریر دلپذیر سے خلاصہ کیا ہے جسمیں امکان سے گذر کر وقوع کو قریب بفہم کر دکھلایا ہے اب قیامت و بعث کا مضمون مکمل و مرتب ہو جایگا وہ مضمون مفید یہ ہے "آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ انرجی (یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا مدِ مقابل پر غالب آنے کی قوت جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں مبدء میل کہہ سکتے ہیں) کبھی ضایع نہیں جاتی اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اُسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو وہ ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جائیگی چنانچہ پروفیسر بل فورٹ اسٹورٹ نے بھی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضایع نہیں ہوتی) میں اسکو خوب ثابت کیا ہے اسلئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیں گے اور اسیلئے ہر دو پر آپ بڑے دعوے سے کہا کرتے ہیں کہ جب انرجی ضایع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خاتمہ ہو گا۔ میں کہتا ہوں آپ مانتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری[ع۶] یعنی روزانہ جس سے وہ چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بھر میں آفتاب کے گرد گردش کر جاتی ہے۔ اور یہ دونوں حرکتیں بوجہ رگڑ کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کمی آتی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مدوجزر (جو ماہتاب کی کشش سے ہوتا ہے) کی حرکت باقیاس زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اسوجہ سے زمین اور پانی میں بے انتہا رگڑ پیدا ہوتی ہے جس سے پانی بانسوں اونچا ہو جاتا ہے اور یہ رگڑ اگرچہ زور میں گھومنے والی زمین کی رفتار کو فوراً روک یا کم تو نہیں کر سکتی مگر ہاں رفتہ رفتہ اُسکے زور کو کم اور رفتار کو سست کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوی کا ثبوت اُن منجموں کی تحریرات سے آپ کو مل سکتا ہے جنھوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے دریافت کیا اور اُسکا مقابلہ اگلی تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کب پڑے تھے۔ اور ان دونوں مقابلوں سے یہ بات اُنکو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف وخسوف اور حال کے کسوف وخسوف میں فرق ہے جس سے بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور آخری نتیجہ اس رگڑ کا یہ ہوگا کہ اب چوبیس[۲۴] گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جانے والی زمین آیندہ کبھی اسقدر زمانہ میں حرکت کر سکے گی جسقدر عرصہ میں کہ ماہتاب حرکت کرتا ہے یعنے انتیس[۲۹] دن بارہ[۱۲] ساعت چوبیس[۲۴] دقیقہ اور تین[۳] ثانیہ اور پھر رگڑ موقوف ہو جائیگی۔ سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلا کا محال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے مابین کوئی مادی

ع۶ محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت اینی ہے ۱۲ مترجم

کہ مسبات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اُسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارواح کا اُنکے ساتھ مکرر تعلق پیدا کرنے کے ذریعہ سے بعث اور اوسکے توابع ضرور واقع ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۳) چیز ضرور ہے جس کو ایتھر سے تعبیر کرتے ہیں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اُسمیں اور گھومتی ہوئی زمین میں رگڑ پیدا ہو جسکے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا ایک دُم دار ستارہ جسکو انکینز کمٹ کہتے ہیں جبکہ وہ غائب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہوگا ہم کو حساب سے اچھی طرح معلوم ہے لیکن آبزرویشن (مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کمی اسی مادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے جو ہوا کی طرح سیاروں کے مابین ہر جا واقع ہے یا وہ سیارے اُسکے اندر اُسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر مچھلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے مقابلہ میں گو بہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن دق کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کریگی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آجائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر پروفیسر بل فور اسٹورٹ کی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضایع نہیں ہوتی) ہمارے ساکت کرنے کے لئے کھولکر رکھدی جائیگی مگر ہمارے دعوے کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضایع جائیگی بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائیگی اور پھر اس وسیع اور پر فضا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار جانبر نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہو جانا گو نیوٹن کی آنکھ سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اسکے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ متحرک جسم کے رک جانے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی۔ لیکن بعض بعض فلاسفروں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ ساتھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر تو یورپ کے محققین میں سے۔ سر ہمفری ڈیوی۔ بنجمن ٹامسن۔ کاؤنٹ۔ کرمفرڈ۔ سی کوئین۔ میر کولڈنگ اور سیرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس اسی بنا پر ہم بھی اس کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب خراب ہوتی جاتی ہے حرارت تمام عالم میں پھیلتی جاتی ہے۔ اور سال بسال اُسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گو اُسکا بڑھنا ابھی ہمکو محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چلکر ایک ایسا وقت نہ آئیگا کہ اُسکے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سر ڈبلو ٹامسن کہتے ہیں "کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منتظم) ہے جسکی ابتدا بھی اور ختم ہوگا۔ اسلئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایکحال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹھیر سکتی" ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے[عہ] پروفیسر گال اور رابرٹسن صاحب نے کیا خوب کہا ہے "اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا لمپ فرض کریں جو نہیں جلا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اُسکو مثل ایسے لمپ کے خیال کریں کہ جو جلا یا گیا ہے تو ہم کو اسکا یقین الیقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئیگا کہ وہ گل ہو جائیگا۔

دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے کل کاموں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹمپریچر) پر ہے جسکا اعتدال اس رقیق مادے پر منحصر ہے جو آفتاب زمین۔ اور سیاروں کے مابین بھرا ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو رگڑ کر برابر کر رہا ہے مگر انرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے جسے

عہ دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ۱۲

عہ دیکھو پاپولر ریڈنگز آف سائنس بائی گال اینڈ رابرٹسن ۱۲۔

نہ آئے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں رہے اور ظاہر ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہے وہ ضرور خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُنکے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانیکی تفصیل اور اُس کی کوئی کیفیت بھی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ اُن کی شریعت کیجانب سے اُنہیں اُس کی تکلیف نہیں دی گئی لیکن جب اُنپر اُنکے مخالفین نے جو بعثت کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جنسے بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں بظاہر عقلی محالات لازم آتے ہوئے معلوم ہوئے تو اُنکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جانے اور اُسکی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اُسکی تفصیل میں خوض کریں اور غور کرکے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقلوں کو تسکین ہو جائے۔ اور کمزور دین والوں کے خیالات پریشان نہ ہوں۔

ف

چنانچہ جو اشکالات بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کیجانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کیوجہ سے انسان نہیں ہے۔ بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے اور انسانی افعال اُس سے صرف اُس کیصورت ہی کے پائے جانیکی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اُس کیصورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کیجانب لوٹ آئیگا تو سرے سے وہ انسان ہی نابود ہو جائیگا پھر جب اُسی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہوگا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلے انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اُس کی صورت اور وہ قابل تعریف یا قابل مذمت اور مستحق ثواب یا عقاب اپنے مادہ کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ نکوکار یا بدکار انسان نہو بلکہ ایک دوسرا انسان ہو جو مادہ میں اُسکا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعتراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھا جائے تو اُسکی غذا بنجانے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بعث کے وقت دو روح ایک انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعتراض کہ اکثر روئے زمین پر پڑے مُردوں کی لاشوں کے اجزا ہیں اور اُن میں بہت کچھ کاشتکاری کی گئی درخت لگائے گئے اور اُنسے لوگوں نے غذا حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بنکر اُنکے بدن کا بھی جزو ہو گئی۔ پس ایک اصل اور ایک وہ اتنے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکر ہو سکیگا فقط‘‘ ان اشکالات کے مقابلہ میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے دفع کرنے کے لئے اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے کی وسعت علم اور اُسکی عظمت قدرت جن دونوں پر کہ اُسکے مصنوعات کے عجائب اُسکے اعمال کے غرائب و دقایق کے ذریعہ سے یقینی دلیل قایم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے لحاظ سے بعث کا ایسے طور پر ہو جانا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں ہے اور بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ کسی ایسے طریق پر واقع ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اُس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالے اُس میں جاری کریگا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کرنے

(بقیہ حاشیہ متعلقہ ص ۲۱۴) اس ایتھر کا ٹھیر پھر اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ نباتات کا زمین پر کہیں نام نہ رہیگا۔ کنوئیں سوکھ جائینگے دریاؤں میں خاک اُڑیگی۔ اور پھر کل جاندار کیا چرند کیا پرند کیا انسان کیا حیوان سب مر کر رہجائیں گے۔ سیاروں کے حرکت کرنے کی قوت (انرجی) جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوتے بہت کم رہجائیگی تو اس کمی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ سب سیارے کسیوقت میں آفتاب سے لڑجائیں گے۔ حشر برپا ہو جائیگا۔ زمین پھٹ جائیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑ جائیں گے ہستی کا یہ سارا طلسم ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے ۱۲ مترجم۔

اور ملحدین والوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزار لوٹائے جائیں گے وہ سب اصلی اجزا ہوں گے یعنی وہ اجزار جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زائد اجزار ایسا ہی اُس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کے دوسرے انسان کو کھا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اُسکے حاشیۂ کمال سے نقل کر کے یواقیت میں اصلی اجزا اور زائد اجزار کا ماننا مذکور ہے اور اسی امر سے باقی شبہوں کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اُسکی تقریر کرتا ہوں پس کون امر مانع ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزار کو متفرق ہونے اور اپنی صورت کے زائل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزار کی ترکیب میں نہ داخل ہونے دے چاہے وہ زائد اجزار کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزار اُنکے منتشر ہونے کے وقت اُنسے جدا ہو جائیں گے پھر بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا اُنہیں اصلی اجزا کے ساتھ کر دے گا اور اُنکے ساتھ کچھ زائد اجزار بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزار ہوں جو قبل موت کے اِن اصلی اجزار کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزار صلیبہ کو ہوگا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزار کے ساتھ دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزار سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزا میں حیات لوٹائی گئی ہے اور اُنکے ساتھ زائد اجزار ملا دئے گئے ہیں جنکے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اُس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دو روحوں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہ کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہوگا بلکہ اصلی اجزار کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کیوجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اُسی طرح بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اُسی روح کے اُنہیں اصلی اجزار کے ساتھ متعلق ہونے کیوجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا کا علم اور اُسکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی محال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا اُنکو نہ دیکھنا اُنکے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزار کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزار خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آسکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایتھر وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی نصوص بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناطق ہیں اسلئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر

ع ظاہر بات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زمانہ حیات میں سب کے بدن سے اجزار تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجائے اُن کے بذریعہ غذا اسکے دوسرے اجزار جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزار میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزار اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اول تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزار بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان نہیں بنتا بلکہ ہمیں صرف اُس کی روح کا اعتبار ہے اور ثانی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزار ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بلا تکلف ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

ایسے طریق پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ انکی تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی ہمنے تقریر کی عقلوں کو تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی ووافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجیہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں مدار ہے اُن میں سے کسیکے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں امت محمدیہ کے علمار کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کر دوں تاکہ اسکے سمجھنے کے بعد توجیہ اچھی طرح دل کو لگے

ف پس سنیئے کہ شریعت محمدیہ کے علمار اکابر میں سے جن شخصوں نے اثبات پر کہ اصلی انسان اس ڈہانچہ کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کرتے ہیں) چنانچہ[عہ] وہ کہتے ہیں کہ اثبات کا تو ہمیں بدیہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزا کمی اور زیادتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہوتے ہیں اور یہ بات بھی بالبداہت معلوم ہوتی ہے کہ متبدل اور متغیر ہونے والی شئے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شئے (انسان) کے مغائر ہے اور ان دونوں باتوں کے ملانے سے اس کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے باوجودیکہ اُس کا بدن مردہ ہوجاتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر ہو اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالے کا یہ قول ہے "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون۔ یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے اُنکو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں اُنہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے" پس یہ نص اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بذریعہ حس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علے[ؑ] نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "انبیاء اللہ تعالے لا یموتون ولکن ینقلون من دار الے دار یعنے خدا تعالے کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دئے جاتے ہیں"۔ علے ہذا القیاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار یعنی قبر یا تو باغات جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا آگ یعنی دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق"۔ پس یہ جملہ نصوص اثبات پر دال ہیں کہ انسان بدن کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بداہت عقل اور فطرت دونوں اثبات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ ہونا جائز رکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہوگی۔ اور یہ نرا دھوکہا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے۔ پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جن لوگوں کا مسخ ہوجانا معلوم ہوا ہے اُن کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت مسخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اُس انسان کو مار ڈالنا اور اُس حیوان کو جسکی جانب وہ مسخ ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہوگا حالانکہ مسخ اسے نہیں کہتے اور اگر ہم کہیں کہ مسخ ہوجانے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر کوئی شئے ہو۔

عہ مقصود اس تقریر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھلانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ آگے چلکر جو احتمالات ممکنہ بیان کئے جاویں اُنمیں شبہ مخالفت سلف علماء امت کا نہ ہو۔ واللہ اعلم ۱۲۔

پھر اُنہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب ادراک عقلی ہونا ضروری اور ادراک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئیے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو اسبات کا قائل ہونا کہ انسان اسی ہیکل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہوگیا،، اسکے بعد اُنہوں نے اسپر کہ انسان کو علم ہوتا ہے اور نیز اسپر کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا ہے جسکا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پھر جاننا چاہئیے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کا یہ قول وارد ہوا ہے "(واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی شھدنا) جسکا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُنکے نفسوں پر اُنہیں کو شاہد بنا کر کہا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو ہمارا پروردگار ہے) ہم اس کی شہادت دیتے ہیں،، اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ "اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذرہ کی ہیئت پر اُن کی پشت سے نکالا،، پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علما نے اس مقام پر کہا ہے۔ (جیسا کہ تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے آدمؑ کی اولاد ذرہ کے مانند اُن کی پشت سے نکالی پھر اُن ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اُنکی اولاد کو ذروں کے مانند نکال لیا پھر اُن ذروں میں سے بھی اُن کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اسیطرح یہ سلسلہ نوع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر اُن سب میں عقل۔ فہم۔ حرکت اور گویائی کو پیدا کرکے اُنہیں اپنے قول "الست بربکم،، کے ساتھ خطاب کیا اسکے جواب میں سب نے بلی (بیشک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اسکے بعد سب کو آدم کی پشت میں پھر داخل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود نبی بنگئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اُس مادہ میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے (ایساہی جمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے (جیسا کہ جمل میں شعرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان سب کو اُن کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسامات کی راہ سے نکال لیا پھر یہ کہا ہے کہ اُنہوں نے گویائی کے ذریعہ سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے اُنہیں باوجود اسقدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دیدی ہو (میں کہتا ہوں کہ جسنے وہ حیوانات جو بذریعہ مائکراسکوپ (خوردبین) کے نظر آتے ہیں دیکھے ہوں گے اور نیز یہ کہ جسقدر ادراک اُنہیں حاصل ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں اُن میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ ایذا رساں چیزوں سے بچتے ہیں۔ اُنکی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کترا جاتے ہیں تو اُسے اس امر میں کچھ بھی تعجب نہوگا اور خدا کے علم و قدرت کو لحاظ کرکے اسکو ذرا بھی مستبعد نہ سمجھیگا) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق اُنہیں پر آیا کرتا ہے جنکی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے اُنکو زندہ نکالا ہے کیونکہ اُنکو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں ہی کو کہا کرتے ہیں اسلئے احتمال ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُنکے باپوں کی پشت کی تاریکی میں اُن میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ اُن کی ماؤں کے پیٹ کی تاریکی میں اُن میں ارواح پیدا کرے گا

جس آیت میں اولاد آدم کے ... پیٹھ کا ذکر ہے اس کی تفسیر ... اور علم فرمایا ... موافق اس کا ... ۱۲

اور تیسری مرتبہ اُس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اِس قول خُلقاً من بعد خلق فی ظلمٰت ثلٰث“ کا مطلب ہے (یعنی تین تاریکیوں میں یکے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اِسی طرح جاری ہوئی ہے پھر کہا ہے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں لوٹانے کے وقت کیا کرتا ہے اُس کا قیاس اُسی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کرتا ہے اور زمین میں اُنکو لوٹا دیتا ہے۔ انتہےٰ باختصار (شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور مشہور اماموں میں سے بعض نے (امام ابوطاہر اپنی کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرانی کی کتاب الیواقیت سے معلوم ہوتا ہے) سابق الذکر شبہوں کے جواب میں جو بعث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا۔ اور وہی جزر ہے جو قایم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ ذروں کے خطاب کرنے کی آیت میں ہے جو پیشتر گذری) اور قبر میں اُسی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ وار بنتا ہے اس طرح کہ اُس میں روح لوٹا دیجاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اُسکے ساتھ باقی اجزار جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے ملجاویں گے یہاں تک کہ پورا آدمی بنجاویگا جیسا کہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالف ہے نہ شرع۔ انتہیٰ ببعض اختصار۔ (امام ابوطاہر کا قول کسیقدر اختصار کے ساتھ تمام ہوا) پس یہ دلائل جنھیں کہ اس عالم (رازی) نے اسبات پر قایم کیا کہ انسان اس ڈھانچہ کا نام نہیں ہے اور میں نے انہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جسمیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا مذکور ہے اور جو کچھ اسبارہ میں بعض علمار اسلام (خازن اور شعرانی جیسا کہ جن سے پیشتر منقول ہوچکا) کیجانب سے کہا گیا ہے اور وہ تقریر جسے کہ اس اسلامی عالم (ابوطاہر) نے اُن شبہوں کے رد کرنے کے لئے جو بعث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جسکی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اسکے مخالف نہیں جب ہم اِن سب کو خیال کرکے سمجھتے اور نظر دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ اِن اجزار اصلیہ کی تفسیر انہیں ذرات کو ٹہرائیں جنکی نسبت پیشتر گذر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور اُنسے عہد لیا گیا تھا سو اُنکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ اصلی اجزار ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زائد اجزار کا بنا ہوا ہے جو آتے جاتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے ہیں کہ روح جو اُن میں حلول کرتی ہے اور انسانی ہیکل جسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزار ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدایش کے مستحق ہونے کے باب میں اُن کا کوئی اعتبار نہیں اِن اجزار زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ بعینہ اعادہ کئے جائیں یا اُنکے مثل اور اجزار ملا دئے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں جنکا اعتبار ہے وہ صرف اصلی اجزار ہیں جن پر سوا ... کوئی حالت طاری نہیں ہوتی کہ روح اُنسے نکل جاتی ہے اور زائد اجزا اُنسے جدا ہوجاتے ہیں اور بعث میں اُنہیں کیجانب روح لوٹا دیجائیگی اور زائد اجزار اُنہیں کے ساتھ ملا دئے جائیں گے۔ اور پیشتر گذر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اُسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اُسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اِس مقام کی ایسی تقریر کرنا ممکن ہے جس سے بعث، سوال قبر، اور اسکے مثل اور شرعی امور پر جو شبہے وارد ہوتے ہیں سب دفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پریشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کونسی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالے نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزار فردہ سے جیسے کہ ایتھر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنے اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اُسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اُس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود اِن سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے پھر اور اجزار فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے وقت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اُسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور اُن ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضار بھی بنا دئے ہوں جیسے کہ اُن حیوانات کے اعضار ہوتے ہیں جو مائیکراسکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزار ہوں جنکا پیشتر ذکر ہو چکا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو زائد اجزار سے بنایا ہو اور اُن کی اُس ہیکل میں کہیں پر اُنکے اس ذرہ (جزر اصلی) کو بھی رکھدیا ہو اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ (اور علم فزیالوجی جاننے والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) پھر اُن کی (آدم کی) ساری اولاد کے ذروں کو اُن کی ہیکل کی پشت میں رکھدیا ہو اور اُنمیں ان کروڑوں ہی ذروں کی گنجایش ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکراسکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہو گا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ اُن کی پشت میں جمیع بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سما گئے ہوں۔ پھر خدا نے آپ کی روح کو اُنکے ذرہ (جزر اصلی) میں جو اُن کی ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہو اور وہ اُنمیں حلول کر گئی ہو۔ اور عجب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی) اسیکی طرف اشارہ ہو اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جسکے نئی طرح پر پیدا کرنے اور اُسکی پیدایش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالے منفرد ہے۔ پس اس ذرہ (جزر اصلی) میں اُس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پھر ساری ہیکل میں سرایت کر گئی ہو کیونکہ خدائے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا پھر اُسکی پشت سے بنی آدم کے سارے ذروں کو نکالا ہو اور اُن میں اُن کی روحیں داخل کر دی ہوں جسکی وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بنگئے ہوں اسکے بعد اُنسے خطاب کیا ہو اور عہد لے لیا ہو پھر اُن کی روحوں کو اُنسے جدا کرکے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا ہو اور مسامات کی راہ سے اُنہیں

داخل کردیا ہو جس طرح اُنسے نکالا تھا اور اسی طرح تو امراض کے کیڑے بدن میں داخل ہوجاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں جیسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پھران روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ منویہ میں جماع کے وقت اُن کی زوجہ کے رحم میں آنے لگے اور اُسکی زوجہ کے تخم میں حلول کرنے لگے پس اُنکی ہیکلیں اُن تخموں سے منی کے ساتھ ملکر بننے لگیں اور خدا اُس کو طرح طرح پر متغیر کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بنگئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو اُن کی زوجہ کے تخم کیجانب منتقل ہوا تھا اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہوکر چلے آئے ہوں جنکا سلسلہ تو الد اس ذرہ سے چلنے والا ہوگا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اُس کے ساتھ بھی یہ ذرے اسی طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت انکی اور ان ذروں کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے ختم تک یہی کیفیت رہیگی۔ اور شاید اللہ تعالےٰ کے اس قول (وتقلبک فی الساجدین) میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے بعض کی تفسیر کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہوجائیگا آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود حد تک پہونچ جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ روح کو بھیجدیتا ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اُس میں اور اُس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سریان ہوجاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اصلی اجزار کہتے ہیں اور یہ تمام عمر باقی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے روح کے عود کرنے سے بحکم خدا زندہ ہوجائیگا اور جتنے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض زائد اجزار ہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالےٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکے ذرہ سے اُس کی روح کو جدا کر دیتا ہے اس طرح پر اُس سے اور نیز اُس کی ہیکل سے جو زائد اجزار سے بنی ہے حیات زائل ہوجاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اسکے بعد ہیکل منحل ہونے لگتی ہے اور اسکا پراگندہ ہوجانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے جیسے کہ سونے کے ذرے بوسیدہ اور منحل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہوجاتا ہے تو وہ صرف اُسکی ہیکل کی ترکیب میں جو زائد اجزار سے بنتی ہے داخل ہوتا ہے اور تاہم وہ منحل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل منحل ہوجاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ ہوکر زمین کی تہوں میں محفوظ ہوجاتا ہے اور اس حیوان کے اصلی اجزار کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر موت کیوجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ اُسکی روح کا اُس سے جدا ہوجانا اور اُسکی ہیکل کا منحل ہوجانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو اُسکی روح کو پھر اُس میں داخل کردے گا پس اُسمیں حیات اور روح کے باقی خواص آجائیں گے اگرچہ اُس کی ہیکل منحل کیوں نہ ہوگئی ہو۔ اور اس موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے دئے جانے اور اسی کے مثل اور اُن برزخی امور پر جنکی نسبت شرعی نصوص وارد ہیں جو شبہے کئے جاتے تھے سب حل ہوگئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل بعث ہوتے ہیں اُسکی صورت بھی سمجھ میں آگئی۔ پھر جب اللہ تعالےٰ حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اُٹھائیگا تو ان انسانی ذروں کی ہیکلوں کو جو کہ زائد اجزار سے بنی تھیں دوبارہ بنائیگا خواہ یہ ہیکل اُنہیں اجزار سے بنے جنسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزا

ع‌ؐ اور دیکھتا ہے اللہ تعالےٰ آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۲ مترجم

ہے کیونکہ دار و مدار تو ان اصلی ذروں کے نہ بدلنے پر ہے زائد اجزاء چاہے بدلیں یا نہ بدلیں۔

اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیگا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہو چکی ہوگی اسلیئے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قایم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالےٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شئے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کارروائی ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالےٰ نے ان میں اسی غرض سے رکھدیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد اجزاء کے تکونات حاصل ہوئے ہوں انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور لے اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے، قطرہ بھر پانی میں ان کے بکثرت پائے جانے، ان کی حیات، حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے ادراک کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکرا سکوپ (خوردبین) کے ذریعہ سے تحقیقات کرکے قائل ہیں غور کرینگے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اسبات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کیئے گئے ہیں وہ سب اس میں پائے جائیں اور جب آپ اسبات میں تامل کرینگے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسامات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسامات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور سمیں انکے دوبارہ داخل کیئے جانے میں آپ کو ذرا بھی استبعاد نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا (جیسے کہ ملیریا میں) بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور ان کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقایق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم ڈاکٹری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ منی میں کیڑے پائے جاتے ہیں جو نر کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور مادہ کے تخم کو حاملہ کر دیتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکرا سکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچسو حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی دموں کو اس طرح ہلا کر جس سے ان کا سر مختلف سمتوں میں چلے منی میں حرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی بشرطیکہ منی کے طبعی گاڑھے پن اور کثافت میں فرق نہ آنے پائے اور مادہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ دن تک قایم رہتی ہے اور باہر چوبیس گھنٹہ تک۔ اور ان کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا اور بعض علم فزیالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی منی میں پائے جاتے ہیں اور مادہ کے بیضہ یعنے تخم سے ان کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فزیالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ خالق

سبحانہ نے منی کے انہیں کیڑوں کو بنی آدم کے ذروں کا جو کہ اُنسے بھی چھوٹے ہوں حامل بنایا ہو اور وہ اُنہیں منی میں لئے پھرتے ہوں یہاں تک کہ ماں کے تخم میں اُنکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو ذاید اجزا سے بنتی ہے مادہ کے تخم کے نشو ونما پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے اور اُس میں اول حیات آتی ہے پھر اُس سے تمام ہیکل میں سرایت کرجاتی ہے وہی ہو جسکے حامل یہ منی کے کیڑے تھے اور جیسے کہ اُنہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کردیا تھا اور اُسکے ساتھہ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہو جاتے ہیں جو اُس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں۔ اور اُس کی ہیکل میں باقی رہتے ہوں حتیٰ کہ اُس کی منی میں نکلتے ہوں اور اُس کی فروع کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہو اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شرع مانع نہیں تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بکثرت عقلار کا یہ قول متحقق ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہوکر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے بخلاف اُس بات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی منی کی صرف حاملہ کردینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔

پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھہ لیا اور اسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل ہوگئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی اسلئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ سے جدا ہوکر آتا ہے اور ماں سے صرف اُسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جدا ہوکر آنا ایسا امر ہے جسکو بکثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے اسکی کسی قدر تائید ہوسکتی ہے۔

پھر علمار علم فزیالوجی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اُسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور اُسکی وارہی تباہی وجہیں بتائی ہیں اور پھر خود ہی اُنکو توڑا ہے آخر کار جس امر پر اُنکا قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر انہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت کا نظام اُن عصبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں پس اس نظامی عمل کے حقیقی مرکز یہی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منتظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے یعنی اُنکی حرکت باقاعدہ اور رک رک کر کیوں ہوتی ہے برابر کیوں نہیں ہوتی رہتی۔

پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ بکثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے صرف وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک اُنکا کلام ختم ہوا۔ پس جب آپ اس قول میں غور کرینگے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہوجائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب اُسمیں روح حلول کرتی ہے تو اُسمیں وہ حیات پیدا کردیتی ہے اور وہ یہ منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام ہیکل میں حیات سرایت کرجاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہوسکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی حیات اور اُسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی چھوٹے آلات ہیں کہ جب اُنکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گھمانے کے لئے کافی ہو اور اُس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جنکے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر بھلا خیال تو کیجیے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کونسا استبعاد باقی رہتا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم اور کامل قدرت رکھتا ہے جسنے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیا ہے جنکے خواص کو دیکھکر فکروں کو حیرت سی ہو جاتی ہے۔ اور عقلیں اپنے آپے میں نہیں رہتیں۔

بحث سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ ذرہ ہی ہے جو قالب میں حلول کئے رہتا ہے اور جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے پس اسمیں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے پھر یہ ہیکل محض اسباب کا آلہ ہے کہ اس عالم میں یہ ذرہ اپنے اعمال پورے کرے اور اس کے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کرے اور یہی ذرہ مع اس روح کے جو اسمیں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اسیکا اعادہ کیا جائیگا اسیکو نعمت ملیگی اور اسیکو عذاب ہوگا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اسیکے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے شبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بعث۔ قبر میں سوال ہونے۔ اسمیں نعمت یا عذاب کے دیئے جانے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اسکے بعض اجزا کے اعادہ کی اُن میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول میں ہے۔ (من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاءھا اول مرۃ) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ (تو اے پیغمبر اُنسے) آپ کہدیجیے کہ انکو وہی زندہ کرے گا جسنے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بعث اور اعادہ کی اس توجیہ کے ساتھ کیونکر منطبق ہوگا جسکو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجیہ کا یہ مقتضیٰ ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بعث ہوگا جس کی کیفیت میں پیشتر بیان کر چکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیلئے بھی جو زائد اجزاء سے بنتی ہے بعث ہوگا لیکن پیشتر جو اشکالات بعث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے مندفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات مندفع ہو چکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کئے جانے پر جو زائد اجزاء سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بعینہ اعادہ کئے جائیں یا اُنکے مثل دوسرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء یعنے ہیکل کے اعادہ کئے جانے کی تصریح کی ہے اس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اہل جاہلیت کے خیال کے موافق اُنکے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بعث کے ذکر کرنے کے وقت اُن کا خیال صرف اسی ہیکل کی جانب جسکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جاتا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے عود کر آئیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکر مجتمع ہو جائیں گے پس نصوص نے اُنکے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دے گا جیسے کہ اُسنے پہلی مرتبہ اُنکو پیدا کیا تھا اُسکا علم تمام موجودات کو محیط اور اُسکی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس اُنکے اعتراضوں کے ایسے ہی اور بھی جوابات ہیں۔ اور یہ امر اس توجیہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذرّوں کے اعادہ کئے جانے کے

بارہ میں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہیئے کہ ذرا غور کر لیا جائے۔
اے صاحبو! جو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اصلی اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی ہیکل کے ساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ جو تفصیل میں نے اس مقام پہ بیان کی ہے وہ سب پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا انکے ذمہ بعث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے انہوں نے اُن شبہوں کو دفع کیا ہے جو بعث وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور کیا آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء (جیسے کہ امام رازی۔ ابو طاہر مصنف سراج العقول شعرانی۔ خازن۔ اور ایسے ہی اور علماء) کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزاء سے جنھیں انہوں نے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جنمیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ روحیں انہیں ذروں کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزاء سے انسانی ہیکلیں مراد ہوں اور انہیں علماء شریعت کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقر تمام ہیکل میں سے صرف قلب ہی ہے پس یہ ہیکل جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اسکے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ قرار پایا گیا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بعث پر جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے اُن کا مندفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم شبہوں کے جواب دینے کے لئے انکے قائل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ انہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اسکے مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس سے حساب لیگا۔ پھر اُسے نعمت۔ یا عذاب دیگا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمیں اسکی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شئے کا ہو جانا کوئی محال نہیں۔
پس اے اہل سائنس اس مقام میں ذرا غور کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شئے ایسی نہ ملیگی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوتی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔
ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شئے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکیگی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شئے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں۔ اور اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشتر کی جملہ باتیں عقلاً ممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو انکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا وہی پیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث اُنکے

لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو آنکے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جنمیں ان امور کی تصریح موجود ہے اور وہ سب انکی تاویل کو بھی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ پس جب تک یہ امور عقل پر منطبق اور اُسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اُسوقت تک اُنکے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کیجانب مائل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاصکر بعث وحشر گو اُسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ اُسکے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے اُسکی نظیروں کی اور اُسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو اُسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہوجاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور برہانی نہ سہی لیکن اطمینان بخش ضرور ہیں جنھیں عقلیں مان جاتی ہیں اور اُنسے دلوں کی تسکین ہوجاتی ہے اور اگر اُن سبکو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بعث کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں رہتا اُسکے واقع ہونے کا پورا پورا الیقین ہوجاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سنئے جسمیں میں نے بغرض توضیح کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑھا لیا ہے یا اُسکا خوبی کے ساتھ اختصار کردیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدائے عالم موجود ہے وہ تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ متصف ہے اُسکی مخلوقات میں اُسکی اعلے درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے اُنپر اُسکی مہربانی اور رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ قطعی دلیلیں قایم کردینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک وشبہ یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جب خلق کو پیدا کیا اُنکو عقل دی جس سے وہ نیک وبد میں تمیز کرسکتے ہیں اُنھیں قدرت عنایت کی جسکے سبب سے بھلائی وبرائی کے کرنے پر قادر ہیں تو اُسکی حکمت وعدل کا مقتضا یہ ہے کہ اُنہیں بے ادبی اور برائی سے اپنا ذکر کرنے جہالت۔ کذب اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی غرضکہ خلاصہ یہ کہ جتنے بُرے اور قبیح کام ہیں سب سے منع کردے۔ اور اُنکو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے اُنکی زندگی منتظم اور باقاعدہ رہے اور سب جانتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ اچھے کام کو ثواب وجزا کے ساتھ اور بُرے کام کو عقاب وسزا کے ساتھ مرتبط رکھا جائے یہ دونوں امر ہرگز پورے نہیں ہوسکتے اور چونکہ یہ جزا وسزا اس عالم دنیا ہی میں ہمیشہ نہیں ملجاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اُسی سے محض ترہیب (ڈرانا) وترغیب (رغبت دلانا) کافی ہوجائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہش نفسانی دونوں انسان کو اس بات پر اُبھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پھنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ یہ کشاکشی لگی ہو تو اُسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مرجح اور کامل معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہوسکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وعدہ وعید جزا وسزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نکوکار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی لکڑی نہ ہانکے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہتیرے نکوکاروں کی اُسکے خلاف حالت ہے پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق وامتیاز حاصل ہو پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف معاد نہ ہوتا تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے

ف
بعث وحشر کے
وقوع پر یہ تین
عقلی دلائل ہیں
مصنف کے
اطمینان بخش ہیں
ف
قیامت کی ایک
دلیل ۱۱
ف
قیامت کی
دوسری دلیل
ف
جزا کی
تیسری دلیل

انتظام معاش میں بالکل خلل آجاتا۔ زندگی مشکل ہوجاتی اور مکلف کو ان امور کی بجاآوری کے لیئے وقت ہی نہ ملتا جنکا کہ وہ مکلف بنایا گیا تھا اسلیئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہیئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی رہنے کے لیئے بادشاہوں کا خوف اور اُن کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بدمعاش لوگ اسکو خوب جانتے ہیں کہ اگر گرفتار ہوجائیں گے تو اسمیں اُن کا بھی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ اُنکے قتل کرنے اور اُنکے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے ہوں گے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کرینگے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اسکے لیئے کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اسقدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اُسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔

پس اگر رعیت سے نہیں ڈرتا اور اُسکے ساتھ ہی اُسے معاد کا بھی خوف نہیں تو اُسوقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت کی ایذارسانی پر پیشقدمی کرے گا کیونکہ اُسکی خواہشاتِ نفسانی اسکی مقتضی قایم ہیں اور کوئی دینوی یا اخروی مانع موجود نہیں۔ اور اگر وہ خود رعیت سے ڈرتا ہوگا تو اُسوقت رعیت اُس سے بہت زیادہ نہ ڈریگی پس بادشاہ کا خوف اُن کو ظلم اور بُری باتوں سے روک نہ سکیگا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رغبت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہوسکتا۔

پھر سُنیئے کہ جب کسی رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بڑی رعیت ہو اور اُن میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جاتے ہوں تو اُسکی حکمت۔ رحمت اور عدل کا یہ مقتضا ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ تو بہت بڑا رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ ہے اسلیئے اُسکی حکمت رحمت اور عدل کا بھی یہی مقتضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ ہم بسا اوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت ذلت خواری مقہوریت۔ اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گذار دیتا ہے اُسکا مال چھین لیا جاتا ہے۔ اُسکے خون کی کوئی پروا نہیں کیجاتی۔ اور ظالم کو دیکھیئے کہ وہ اعلےٰ درجہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم ہونا چاہیئے جسمیں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

اور سُنیئے اگر انسان کے لیئے معاد نہ ہو تو انسان شرف اور مرتبہ میں تمام حیوانات سے گیا گذرا ہوگا۔ اور بیان اُسکا یہ ہے کہ دنیا میں تمام حیوانات سے انسان کے لیئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک اُنکو کسی قسم کی تکلیف یا بیماری پہونچ نہ جائے اُس سے پہلے پہلے اُنکے دل میں اسکا خیال بھی نہیں آتا اُنکا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے کیونکہ وہ غور و فکر تو کر نہیں سکتے رہا انسان چونکہ اُسے عقل حاصل ہے اسلیئے وہ ہمیشہ اپنے گذشتہ اور آیندہ احوال سوچا کرتا ہے پس بہتیرے گذشتہ احوال کیوجہ سے اُسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اکثر آیندہ احوال سے اُسے طرح طرح کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہوگیا کہ انسان کے لیئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت سے سخت نفسانی آلام کا باعث ہے رہیں جسمانی لذتیں سو اُن میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گوبر کا کیڑا گوبر ہی میں خوش ہے جیسے کہ عمدہ سے عمدہ مٹھائیاں انسان کو لذیذ معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لیئے معاد نہ ہو جسکی وجہ سے اُس کی سعادت ظاہر اور حالت مکمل ہوسکے تو پھر اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ کمال عقل اُسکے لیئے غم و الم کی زیادتی کا باعث ہوجائے اور کسی شے سے اُسکی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جسکی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بڑی ہی ذلت۔ خواری۔ بدبختی اور مشقت بے سود میں گرفتار ہوگا

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادتِ اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتی کہ غلیظ کیڑوں سے بھی گیا گذرا ہو گا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے اسلیے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا گویا نیک چلن اور شریر کے درمیان میں امتیاز کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب۔ اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شریر ہیں انکے لئے آگ ہی مناسب ہے وہ اپنے وجود کا ثمرہ اور حصہ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لیے دنیاوی لذتوں سے شریروں۔ اور بد چلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں۔ اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

اور اسی مقام سے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شرایع کا آپ کی نسبت یہ قول کہ آپ لوگوں کا مذہب خصوصاً معاد کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جسکے مثل کوئی شر نہیں بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد ہی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق اور ان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو اسکے ذمہ ہیں اور اسکی یہ معرفت پورے پورے صحیح اور عام علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اسباب کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات۔ شہوات۔ اور اپنے نفس کی محبت کا مقتضی وہ قوانین جنکو علم قایم کرے گا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مانع ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیا سے باز رکھے اور کوئی ایسا مرجح ہو جو طریق خیر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو ترجیح دیدے اور وہ مرجح معاد اور جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گھاس کی طرح اگتا ہے پھر بلا اسباب کے کہ اُسے کہیں جانا ہو وہ سرے سے زائل ہو جاتا ہے اور اُسکے وجود کا فائدہ یہی حیوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اُسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اُسکے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کے کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر دئے ہوں لیکن جب اُسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسیکو قتل کر کے اُسکا کروڑوں روپیہ کا مال لیلے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اسکے کہ کسیکو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اسوقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنھیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے اسکو باز رکھہ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اور اسباب کا انکار کرنا محض دھینگا دھینگی ہے۔

پس جو شخص اسباب کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسان کو جب تک کہ اُسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے دین سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے معتقد ہیں تاہم ان میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جنکا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد انہیں نہ ہوتا تو اسوقت اُن کی کیا حالت ہوتی بلاشک اگر وہ فساد اب رائی کے برابر ہے تو جب پہاڑ ہی بنجاتا۔ علاوہ بریں جن فرقوں میں آجکل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور برائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے اُن میں روز افزوں برائیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ حرامکاری جس سے کہ لوگوں کی نسب ضایع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کہلاتا ہے پھیلتی جاتی ہے۔ قتل۔ خودکشی

سکر اور منشی اشیاء کے استعمال سے عقلوں کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں سے مال چھیننا ۔ دغابازی کرنا فریب دینا اور ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جن سے اجتماعی ہیئت کے نظام میں خلل واقع ہو وہ مہذب لوگ اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے ترقی کی ہے ان میں اعتقاد معاد کا کوئی حصہ شامل نہیں ۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرقے ہلاک ہونے لگتے اور صفحۂ ہستی سے ان کے نام و نشان مٹنے کا لگا لگ جاتا اور آپ کی جس بات سے زیادہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اسوقت تک نظام عالم کی درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگادی کہ وہ تمام اور عام ہو پھر آپ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئیگا لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید ۔ اور کیا عجب کہ ہزار پشتوں کی ضرورت پڑے ۔

پس معاد کے اعتقاد چھوڑ دینے اور اپنے علم سے واہی تباہی امیدیں رکھنے کے اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اس احمق طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو پرہیز کرنا چھوڑ دے اور جو جی چاہے کھایا کر اور میں اتنے اتنے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا دونگا جس سے تجھے بالکل شفا ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ مشہور مثل کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" پوری پوری صادق آگئی ۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلمندی حسن تدبیر اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اس کی تشہیر بھی کریں ۔ اور اپنے نوجوانوں کو اسکا سبق پڑھایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے آپ کو تام اور عام نظر نہ آنے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کی شہرت دیکر عالم میں خرابی کے دروازے کھولتے ہیں عام لوگوں میں اس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدانخواستہ یہ خیال عام طور سے کیوں پھیلنے لگا عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو ایسے امر کی ہدایت کرے جسمیں مخلوق خدا کی بہتری ہو ۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ ذرا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر آپ معاد کی تصدیق کر کے اس کا سامان کر لیں گے پس اگر یہ واقعی امر ہوا تو آپ کو نجات ملجائیگی اور اگر بالفرض باطل ہی ہوا تو آپ کا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جسمانی لذتیں آپ سے فوت ہو جائیں گی لیکن عاقل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا بھی پروا نہ کرے ایک تو اسلئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل ہیں کیونکہ انہیں کتے کیڑے کوڑے یہاں تک کہ غلیظ کے کیڑے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اسلئے کہ وہ فانی سریع الزوال اور منقطع ہونے والی ہیں پس ان کی حرص کرنا اس شے کے بارہ میں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے مساوی نہیں ٹھیر سکتا جسکے بُرے نتیجوں سے خوف و اندیشہ ہو ۔

مذکورۃ الصدر شرعی مسائل میں سے جنکا کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اور باقی رہگیا ہے ۔ اور وہ آسمان سے

بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے علمی تجربوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش ان بخارات سے بنتی ہے جو زمین اور سمندروں سے اُٹھا کرتے ہیں اور ہوا کے سرد طبقہ (طبقہ زمہریا) تک چڑھ جاتے ہیں۔ پس وہاں سردی پاکر مجتمع ہوتے ہیں۔ اور پھر برس پڑتے ہیں اور یہی بارش کہلاتی ہے میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے بارہ میں مدار اعتقاد ہیں دو قسم کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور بعض تصریح کرتی ہیں کہ بارش بادلوں سے نازل ہوتی ہے پھر لفظ سمار کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سمار بولکر کبھی آسمان مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے کبھی جہت کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو کبھی بادل کبھی بارش۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اُسوقت تک اپنی شرعی نصوص کے ظاہری اور متبادر معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے خلاف قایم نہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قایم ہو جاتی ہے تو نص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اُس کو ظاہری معنے سے دوسرے معنے کی طرف پھیر دیتے ہیں اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سمار کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اُسکے یہی ظاہری معنے کا اعتقاد کرتے ہیں یعنے یہی جسم مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے جیسا کہ یہی معنی بکثرت شرعی اطلاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد لے کر اُن نصوص کو جنسے کہ بارش کا سمار (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اُن نصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اسباب پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان مجتمع ابخروں پر جنھیں کہ بادل کہتے ہیں نازل کرے پھر اُسے زمین پر نازل کر دے اسی لئے شرعی نصوص کبھی تو اس مقام کو ذکر کرتی ہیں جہاں سے پانی اولاً نازل ہوتا ہے اور کبھی اُس مقام کو جہاں سے ثانیاً نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے سچا ہے اور اگر اُنکے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندروں کے بخارات ہی سے بنتی ہے ثابت ہو جائے اور کوئی قطعی دلیل اس پر قایم ہو جائے تو انہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان نصوص کی تاویل کرنا جائز ہو جائیگا جن سے بظاہر بارش کا آسمان سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہہ دینگے کہ ان نصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل کو سورۂ بقر کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلالی نے بھی مراقی الفلاح میں اس کیطرف اشارہ کیا ہے) یا یوں کہا جائے کہ جبکہ بارش سماوی اسباب سے نازل ہوتی ہے اور منجملہ اُنکے حرارت آفتاب ہے جس سے کہ اجزار مائیہ زمین سے سمندروں اور دریاؤں سے بخار بنکر ہوا پر چڑھ جاتے ہیں اور سردی کیوجہ سے بادل بنکر برس پڑتے ہیں تو گو حقیقتاً بارش بادلوں ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کیجانب مجازی نسبت ہو جائیگی اور یہ نسبت باعتبار سببیت کے صحیح ہے۔ اور اللہ تو مسبب الاسباب ہی ہے (اس تاویل کو حقی افندی نے سورۃ النبا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)

پس اے اہل سائنس اس بیان کے بعد بتائیے کہ اس مقام پر نصوص میں کونسا اشکال باقی رہگیا جبکہ وہ نہایت ہی قریب تاویل سے عقل کے موافق ہو سکتی ہوں۔ ابھی اور بکثرت شرعی نصوص باقی ہیں جنکی نسبت یہ احتمال ہے کہ اگر آپ اُنپر مطلع ہونگے تو شروع شروع میں ضرور اُن کا انکار کرینگے کیونکہ آپ کو اُن کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں اور نہ آپ یہی جانتے ہونگے کہ علماء شریعت نے اُنکے معانی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور اُن کا کیا اعتقاد ہے۔ لیکن جب آپ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے

ذرا فکار علماء سے دریافت کیجئے تو آپکو کوئی شے بھی ایسی نہ ملیگی جو قانون عقل یا کسی مخالفت کے صحیح طور پر منطبق نہ ہو جاتی ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام کے ان متبحر علماء سے گفتگو کیجائی جو شرعی قواعد سے پورے طور سے واقف ہوں اور اُن اقوال پر حاوی ہوں جو اُن جلیل القدر صحابہ کی زبان سے شرعی نصوص کی تفسیر میں نکلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبدو باتیں کرنیوالے تھے ورنہ ان بیچاروں سے کیا کام نکلے گا جنھیں سوائے رسوم عبادات اور احکام معاملات کے کچھ معلوم ہی نہیں اور آپ اُنکو فاضل ترین علماء اور پختہ کار دانشمند و حکیم سمجھ رہیں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے ایمان میں بسا اوقات سدراہ ہو سکتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت تو رکھتے نہیں اور نہ انہیں یہی خبر ہے کہ نصوص شرعیہ اور دلائل عقلیہ میں کیونکہ تطبیق دیجاتی ہے اور کب دیجاتی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور ناواقفی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کریگے جس اپنے نزدیک تو اسلامی دین کی حمایت کرینگے لیکن نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ بجائے رغبت اور اسلام سے اُنس ہونے کے اُنکی تقریر سے اُلٹی نفرت پیدا ہوگی پس ایسے لوگ اسلام کے حق میں اُسکے دشمنوں سے بھی زیادہ مضرت رساں ہیں ۔

ف

میں نے انہیں بیچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اسلامی دین میں براعظم امریکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا گول اور کروی ہونا لازم آتا ہے اور یہ امر اسلامی اعتقاد کے خلاف ہے" (یہاں تک اُن کی تقریر تمام ہوئی) آپ خیال تو کیجیے کہ اس غریب نے اپنی نادانی کیوجہ سے اہل اسلام کو امر محسوس اور مشاہد کے مقابلہ کرنے کی تکلیف دینا چاہی ہے اور اسکا سامان کیا ہے کہ اور قومیں اسلام کو دل لگی میں اڑائیں ۔ حاشا وکلا اسلامی دین ہرگز ایسا نہیں وہ اسقدر پستی کے درجہ پر نہیں پہونچ سکتا ۔ اسلام تو ایسا دین ہے کہ دنیا بھر کے دینوں میں سے اسی کو عقل میں سب سے بڑھکر جگہ ملتی ہے اور اعتقادات باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جنسے کہ عقول سلیمہ انکار کرتی ہیں سب سے زیادہ اسی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بیچارے کو اس تنگ طریق میں کلفت اٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی تھی کہ امریکہ کے وجود سے جو تواتر اور مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے انکار نہ کرتا اور جب یہی بات تھی جیسا کہ اس کا گمان ہے کہ امریکہ کے وجود کو ماننا زمین کی کرویت کو قطعی طور پر مستلزم ہو جائیگا تو اُسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علماء میں جو لوگ زمین کی کرویت کے قائل ہیں جیسے کہ امام رازی اُنکے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی جنسے کہ زمین کا پھیلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب تاویل کر لیتا مثلاً اُس نص قرآنی کی تاویل میں جسمیں یہ ہے کہ "والارض بعد ذلک دحاہا یعنے اور اللہ تعالےٰ نے اسکے بعد زمین کو بچھایا" یہ کہتا کہ زمین کے بچھانے سے مراد اس کی ظاہری سطح کو بود و باش کے قابل بنا دینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور اب یہ اعتقاد شریعت میں اُسوقت تک مضر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان علماء کے اقوال میں سے کسی قول کے بھی موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارہ میں قابل اعتماد خیال کئے جاتے ہیں اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجوہ میں سے کسی وجہ پر بھی منطبق ہو سکے ۔ لیکن اس بیچارہ کو اتنی سمجھ کہاں جو یہ جان سکے وہ تو صرف احکام کے چند لفظوں کو جانتا ہے اور اسیکو بنگہار اکرتا ہے کہنے کو تو وہ دین کا دوست ہے لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے دشمنوں کی سی راہ چلتا ہے ۔ خدا ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور علم حق سے مزین ہونے کی توفیق دے آمین)

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ مادہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک پہونچا اور

اُس نے اپنے بیان سے جتنے شبہے کہ اُنکو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو زائل کر دیا اور انہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں اُن کے مذہب کی کیا قدر و قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے ہنبد سے چونکے اور اُن کی عقلوں کو تنبیہ ہوا اور تاریکی سے اُن کی فکروں کو خلاصی حاصل ہوئی اور اُس عالم سے کہنے لگے لیے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والے ہم تیرے نہایت درجہ شکر گذار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ زائل کر دیں اور ہمارے لیے رستہ صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع تھا وہ زائل ہوا ابھی انکی تصدیق کے لیے جو امر مقتضی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قایم ہیں ہم دیکھیں کہ وہ سب صحیح اور انکے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اُس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کا ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں انہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں اجمالاً و تفصیلاً ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا صحت کے اعتبار سے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جسمیں شک و شبہ کی گنجایش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکر کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہو جانا اسکو عقل تسلیم نہیں کرتی علاوہ بریں اِن دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قایم کرنے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی دخل نہیں اور انکے اتفاقی طور پر حاصل ہو جانے کا سوائے ہٹ دہرمی کرنے والے کے اور کون قائل ہو سکتا ہے؟ (اِن دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگا ہے اور آئندہ بھی اُن فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے درپے ہیں ایسا کلام آئیگا۔ پس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے یہاں مکرر بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کے دعوے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ خدا کے وجود کا مقر ہو گیا۔ اُس کے رسولوں۔ اُس کی کتابوں۔ بعث و حشر اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا معتقد بنگیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اور ایمان بھی ایسا جو شافی و کافی بیان و توضیح سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپکے پکے پیرو ہو گئے اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

پتہ ہو چکا اب سنئے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے خواہ انکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں اُن کی بات بھی چلتی تھی دلوں میں اُن کا رعب و داب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُن کے حکم کی نافرمانی اور اُن کی رائے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں انکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم انکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر انکے مال و متاع۔ آبرو اور اُن کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو انکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و لحاظ کر کے انکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جس وقت کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے

خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کا دعوے کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گذری جو کچھ گذری پھر آخر کار جب لوگوں
نے ان دلائل کے باعث سے جو اُنکے نزدیک آپ کے صدق پر قایم ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کرلی تو ان
رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزین ہوئی اور دلائل کے صحیح ہونے کی بابت انہیں
بھی پورا پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اطاعت جھکانے
اور آپ کی تصدیق کے اقرار کر لینے سے انہیں مانع ہوئی اور اُنکے دل میں یہ گذرا کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کرلیں گے
اور آپ کے مطیع بنجائیں گے تو اُنسے اُنکی سرداری چھین جائیگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو
اور لوگ اُن کی اطاعت کرتے تھے اب اُنہیں خود اطاعت کرنا پڑیگی اور شریعت کے احکام بلا اسکے کہ اُن کی کچھ رعایت
کر کے کچھ فرق کیا جاوے اُن پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تعمیل احکام کے لحاظ سے
اُسکے سارے پیرو برابر سمجھے جاتے ہیں اور یہ کہ اُنکو اپنی قوم کے اموال جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تحت حفاظت
میں داخل ہو جائیں گے اُسوقت تک نہ مل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا عمل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچ
سکتا ہے اور یہ کہ اُن میں سے جو کوئی کسی کے مال یا آبرو یا جان کے معاملہ میں زبردستی کریگا اُسکے ساتھ سوائے اُس
صورت کے کہ صاحب حق معاف کر دے اور کسی صورت میں ذرہ برابر بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔

پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو اُنکے دلوں میں جاگزیں ہوگئی تھی اُسکو چھپا ڈالا اور ایسے
امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف شان ہوں اور آپکے متبعین کو پراگندہ کردیں لیکن نہیں اپنا مقصد اس
تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ اُن فرقوں پر شبہے کرنا شروع کریں جو آپ کے پیرو ہونگے
تھے تاکہ آپ کی جانب سے اُنکے دل مشکوک ہوجائیں سو وہ ان دلائل میں جنسے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح
طرح کے احتمالات نکال کر اور تاویلیں کر کرکے اُنکے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہوگئے تاکہ وہ دلیلیں اُن کی نظروں
میں یقینی نہ رہیں پھر اُسوقت اُنکو یہ کہنا ممکن ہو کہ جن دلائل پر آپ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں
اعتماد کر لیا ہے وہ تو محض ظنی دلیلیں ہیں اور صرف اُنہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ
اپنی مالوف رسمیں اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے چھوڑ دیں اور گذشتہ رسولوں سے جو دین آپ کو حاصل
ہوئے تھے اُنکے تارک بنجائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

پس اُنہوں نے ان واہی تباہی شبہوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اُس فرقہ کے پاس آئے جنہنے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسوقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا
کہ تمام فصحاء و بلغاء اُس کی جیسی ایک سورت کے لانے سے بھی عاجز ہیں اور اُس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و
بلیغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے اُنہوں نے آپ کے دعوی رسالت کی تصدیق کرلی
پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ اُنکو (یعنی محمد صلعم کو) ایسے درجہ کی فصاحت و بلاغت حاصل ہوگئی ہو جو آپ لوگوں
میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور اسیوجہ سے آپ لوگ اُنکے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہوا کرتا

کہ ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کامل دستگاہ حاصل ہوتی ہے حتےٰ کہ اسی فن کے باقی جاننے والے اسکے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سردار ہے اور ہم لوگ اسکی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتے۔ پس اس قوم نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد اصلی اور فطرتی قابلیت اور استعداد پر ہے لیکن اس میں کمال پیدا کرنے اور اسکے اعلےٰ درجہ پر پہنچنے کے لیے بہت کچھ مشق اور اسکے طریقوں کے مہارست کی ضرورت ہے مثلاً اشعار کہنا انہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھانا۔ فصحاء سے سوال و جواب کرنا۔ بلغاء سے سبقت لیجانے کی کوشش کرنا تاکہ اس کا قوی ملکہ پیدا ہو جائے اور اپنی فطرتی استعداد کے موافق کمال پیدا کرکے انہیں کے زمرہ میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کیسی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی تو ضرور ہے کہ اسکی نوع میں سے اس کی کوئی نظیر موجود ہو اس کی صنف میں سے اسکی کوئی مثال پائی جاوے گو وہ اس سے کسی درجہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطرتی طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے ابتدائے پیدایش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے آپ ایسے درجہ پر پہونچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر گوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ بریں آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں ہمنے کبھی دیکھا کہ فصحاء سے سوال جواب کرنے اور بلغاء پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ برابر ہمارے سامنے ہی رہے ہیں ان کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا محنت کرتا ہے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پا لیتا ہے جیسے دن دوپہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلےٰ درجہ کے مفاخر میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہونچتے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جسکا نام قرآن ہے لے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے دانت کھٹے کر دیے اور بالکل ہی ہمکو ہرا کر ہمارا عجز اپنا ثابت کر دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختیار کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا طرز ہے کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قبیل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے اور نہ خطبوں اور رسالوں کا سا اسکا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اس میں اقتدا کیا گیا ہوتا اور اسوجہ سے وہ اپنی غرابت میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ بھلا بتائیے تو سہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کر لی جو اسکے قرآن میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور پھر اس میں ایسے درجہ پر پہونچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہونچ سکتا اشیاء کے موجدین میں تو عادتاً یہ امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادت یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اسکی تربیت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہونچ جاتی ہے رہا یہ امر کہ موجد اپنی ایجاد میں ایسے اعلےٰ درجہ پر پہونچ جائے کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہو سکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی بلکہ استقراء کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اس صورت کے کہ ایجاد بذریعہ وحی کے ہو یہ امر ممکن ہی نہیں ہے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی عمر کے گذشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہونچ جاتے

جہاں کوئی نہ پہونچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا جسکی وجہ سے وہ فصاحت وبلاغت کے
ایسے درجہ پر پہونچ گیا جسکے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہگئے یہ دونوں امر اس احتمال کو سرے سے باطل کرتے ہیں جسکے
آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جسکے ذریعہ سے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا پس ہم لوگ بلا کسی شک و شبہ
کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہینگے اور اس بات کے قائل رہینگے کہ قرآن کا
جیسا کلام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدا ہی کے پاس سے اترا ہے جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوی ہے
اسکے بعد یہ شک ڈالنے والے اس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جنہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اس وجہ سے تصدیق کی تھی کہ
آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں جمع ہوجانا سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا
کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرقہ کی جانب جنہوں نے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپکی شریعت کی حالت
بالکل منتظم اور باقاعدہ ہے انہیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی
پوری پوری کفیل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوے
رسالت سے پیشتر بلاد روم کی جانب تجارت کے لئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے
ملنے کا اتفاق ہوا ہے (بحیرا راہب نے آپ کو شام کے راستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے ملا تھا اور اسوقت
علامات سے پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزمان ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جسمیں تمام
یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور انسے آپ یہ شریعت سیکھ آئے ہوں اور اپنے بلاد میں آکر مدعی رسالت بن گئے ہوں
اور اپنے دعوے کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے بلاد میں ایسے واقف کار لوگ موجود نہ
تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اسکے مثل وہ بھی لاکر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ
لائے ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی
ایسی کتاب جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو جنکی شرح اور اس امر کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو بڑے
بڑے ہوشیار حکما اور سیاست ملکی انتظام کے ماہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاق
حسنہ اور ان عبادتوں پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور اسمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات کے منتظم
اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علی ہذا القیاس اور دیگر امور بھی اسمیں پائے جاتے ہوں جنکے پورے پورے بیان
کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑیگی ان اجمالاً ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت
اگر بفرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ
سیکھنے کے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑیگی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گنی جا سکے اگرچہ ان باتوں کا سکھلانے
والا بہت ہی کامل ہوشیار ہی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلے درجہ کا ذکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے
جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجار قریش کی ہمراہی میں جو روم کے
شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ مکہ سے بلاد روم تک گئے

بھی اور آئے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دیئے بھلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت جو اسکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے سیکھنے کی دشواریوں اور اسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اسکا سیکھ لینا تو پڑھے لکھے شخص پر بھی دشوار ہے اور باوجود مدت کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو اُمّی (اَن پڑھ) محض تھے نہ لکھے پڑھے۔

پھر بھلا عقل کیونکر تجویز کرسکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ اُمی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپکا اُمی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذًا لارتاب المبطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش ہوسکتی تھی (نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے) آپکا یہ اُمی اور اَن پڑھ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلا اشتباہ ثابت ہے اسلئے کہ آپنے ہم ہی لوگوں میں نشو ونما پایا ہے اور ہمیں کبھی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ نقل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو اور اگر آپ ایسی قوم میں رہکر اس (کتابت) کو جانتے ہوتے جسمیں کہ سوا ے معدودے چند اشخاص کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کرتے اور بھلا آپ (اگر جانتے ہوتے تو) چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شئے اسکی جانب آپکو داعی نہ تھی بلکہ الٹے اظہار کا داعی موجود تھا کیونکہ اس جاہل اور بے پڑھے لکھے گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور اسبات کو عقل ہرگز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کرلیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور پھر کبھی روم کے راہب سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مدد لوں گا اور اسکے بعد مدعی رسالت بنجاؤں گا بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھا لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہوگئی کہ آپکے اس فن کو حاصل کرنے اور نیز جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بھروسہ پر رسالت کا دعوے کردیا اسبات کا تو سوائے اُس شخص کے کوئی قائل نہیں ہوسکتا جو ہٹ دھرمی پر کمر باندھ لے اور وہمی باتوں کا مطیع بنجائے اور بعد ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلانے والے کے بلاد روم میں یا اور کہیں پائے جانے کی بھی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام اُن علوم ومعارف پر جسپر کہ قرآن اور یہ شریعت مشتمل ہے حاوی اور اُن سب خوبیوں پر محیط ہوگیا ہو اور ہم پر اہل روم کے ساتھ مخالطت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہوگئی کہ جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اُسکا وجود نہیں چہ جائیکہ اُن میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا - بلکہ ہم نے تو اُن کو دیکھا ہے کہ مخالطت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انتظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اُس میں سے جو

کچھ سیاست اور اُنکے ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ اُنکے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اُسکو شایع نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا یہاں تک کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اُنکو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ اُنمیں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہتا سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد اعمال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف تہیں اور اُنکی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں غایت درجہ مذموم خیال کیجاتی تھیں پس عقل کیونکر اسبات کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب نے سب کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سکہلایا ہو اور اُسکو اُسکی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے سیکہہ لینے سے جو موانع پیشتر ذکر کیے گئے ہیں اگر اُنسے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی مانع بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اُس کو ظاہر نہیں کر دیا ہے بلکہ ابتداءِ دعوی رسالت سے لیکر برابر تہوڑا تہوڑا کر کے لاتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دین کمل ہو گیا اور ان قوموں اور گروہوں میں پہیل گیا جنھوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے جاتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آیتیں یا سورتیں کسی امر پر استدلال کرنے یا کسی شبہ کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے وغیرہ پر مقتضائے حال کے موافق مشتمل ہوا کرتی تہیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوادثات مشکلات سوالات اور مصلحتوں کے موافق تہوڑے تہوڑے کر کے لوگوں کو پہونچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت کی ساری مدت میں جو جو واقعہ آپ کو پیش آتا جاتا تہا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اُسکے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت ہم کو اور نیز اُن لوگوں جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تواتر صحیح کے ساتھ نقل ہو کر پہونچے ہیں ضرور معلوم ہے۔ اب اسوقت کہا جا سکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانۂ آیندہ کے حوادثات اور واقعات جن کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آگے چلکر اتفاق پڑنے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دیے تھے جسکی وجہ سے اُسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں اُن میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آیندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شبہ کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آیندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے ہر شے کے لیے جو امر ضروری تہا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل لا دیا اور ہم منجملہ اُن واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جن کی نسبت کسیکے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آیندہ چلکر واقع ہوں گے اور آپ کو اُن کا اتفاق پیش آئیگا اور جس شخص کو تمام اُن واقعات پر جو آپ کو بعد دعوی رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہو گی وہ یقین کریگا کہ اُن سارے واقعات پر جو آپ کو اس مدت میں پیش آنے والے

تھے کسی راہب کا جسکی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی ہو جاتا اور ہر ایک کے لئے جو علم ضروری تھا اُسکا مستحضر کر لینا بالکل محال ہے سوا اسکے ہوگا وہ چنگی کر پڑھ لئے ہیں اور کوئی اسکا قائل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بعض بعض شخص (خواہ مسلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و معارف اور انتظامات ملکی میں شہرۂ آفاق تھے پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو حوادثات آپ کو پیش آتے ہوں اُنکے احکام اور جو سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہوں اُنکے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہے آپ پر وارد کئے جاتے ہوں اُن میں سے ہر ایک کا دفعیہ اور علاوہ اسکے جو کچھ ہو جب اُسکی آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اُسی وقت سب کچھ آپ اُن شخصوں سے پوچھ لیا کرتے ہوں۔ پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اُس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور اُس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت ہو اُسکے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے اس بات کا وہم کرنا کئی وجہوں سے بالکل لچر ہے اول تو اس وجہ سے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب اشیا کا سیکھنا سکھانا ایک ایسا امر ہے جو ایک آدھ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہوسکتا اور نہ خفیہ ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف اسی وقت تعلیم ہوسکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھلانے والے کے پاس مدت دراز تک آمد و رفت کرتا رہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو لوگوں میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے

دوسرے اس وجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام اُن علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھلانے والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑا ہی صاحب فضل ہوتا لوگوں میں ممتاز شمار کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص جنکی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے اس پایہ کے شخص نہیں ہیں بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت و واقفیت کے لحاظ سے شہرت تھی انمیں ہی تو انکا شمار نہیں اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بہتیرے لوگ شرعی احکام پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے اور وہ خود اُنسے اور اُنسے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کرتے تھے اور شاگردوں کی طرح اُن کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس پایہ کے ہوتے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور تیسرے اس وجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سکھلانے والے ہوتے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ اُن کی اتنی قدر و منزلت میں کوتاہی کرتے تو انکو کب صبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے ان کا درجہ گھٹا

ع علاوہ بریں یہ شبہ اس طرح بھی بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ سفر روم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تنہا نہ تھے بلکہ قریش کے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اُس راہب سے جو کچھ سیکھا ہوگا وہ ساتھیوں کو ضرور معلوم ہوگا۔ پھر دعوے رسالت کے وقت اُن میں سے کسی نے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ اُن میں کے بہتیرے ایسے تھے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپ نے کسی راہب سے کچھ نہیں سیکھا ۱۲ مترجم۔

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر ذرا ناگوار نہ تھا۔

سوم چوتھے اسوجہ سے کہ ہم نے ان اشخاص کی قوم سے اس کے بعد میل جول کیا تو ہم نے ان علوم۔ احکام اور جملہ بھلائیوں کی جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نہ پایا اور ان میں سے بہتیری چیزیں ایسی ملیں جنکا انکے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ پتہ ہی نہ تھا بلکہ ہمنے خود انہیں دیکھا کہ آپکی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں پس یہ اشخاص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لائے جس حال میں کہ ان کی قوم انسے محروم تھی پس اسے شک و شبہ میں ڈالنے والا اس بیان سے تھا جسنے سارے ان احتمالات کو جو تم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہمل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

اب یہ کہنا کہ اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اسبات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت و بلاغت نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور کلام کی خوبیوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسیکا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت و بلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اس دلیل سے ظاہر ہوگیا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ بجائے اسکے گھر بار چھوڑ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو منظور کر لیا جس کے باعث سے وہ مقتول ہوئے۔ انکے بچے قید کئے گئے۔ انکے شہر اجاڑے گئے انہیں جلاوطن ہونا پڑا پس انہوں نے آسان طریق کو تو چھوڑ دیا اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی اور لڑائی بھڑائی کے طریق میں جو سب سے دشوار طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ انسے کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے جنمیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہونے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور یہ سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع نہ ہوگئے تھے انہوں نے یہ امر کسی غرض و غایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کرنیکا اسی اتباع کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہو تاکہ یہ انکے لئے انکے ملامت کرنے والوں پر حجت بن جائے رہا وہ فرقہ جسنے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گھر بار کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی وجہ سے کچھ ضرر اسے اٹھانا پڑا۔ اسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ بسا اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتدا کی ہو اور آتش جنگ کے برافروختہ ہوجانے کے باعث سے انہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنی مہلت نہ لینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ آسان طریق کو چھوڑ کر دشوار طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اسپر مضطر کر دئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپکا پہلے دونوں فرقوں کی حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض و غایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے اسے ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ سر تا پا بے تکی اور بالکل بے سوچی سمجھی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عاقل

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جسمیں اُسے دنیوی اور اُخروی نجات کی امید ہو اور بعد اسکے تمام چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ اُن رسموں کو چھوڑ دے جنکا وہ خوگر ہو رہا ہے اور اُنہیں اپنے اسلاف پیشین سے سیکھا ہے حتی کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ اُنہیں اپنی رسموں کی بُرائی بھی معلوم ہو جاتی ہے تاہم اُن کا چھوڑنا اُنپر نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور اُن کا جی اُنپر جمے ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بنا پر عاقل اپنے دین کو اُسوقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جبتک کہ اُسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جانے کا پورا پورا الیقین نہو جائے علی ہذا القیاس وہ اپنی رسموں کو بھی خصوصاً موروثی رسموں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے نہیں چھوڑ سکتا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے اُنہیں اپنی نجات کی امید تھی چھوڑ دیا اور اپنی اُن رسموں سے بھی تارک بنگئے جنکے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور اُن سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت کرنے لگے اور اُنہوں نے قران کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اسپر محض اطلاع حاصل کرتے ہی بلا اسکے کہ اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیجانب سے کچھ خوف ہوتا قران کے فضل کی شہادت دینے لگے کیونکہ اُن میں خود بہت ہی قوی قومی پاس ولحاظ موجود تھا اور اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی (کیونکہ پہلے آپکے پاس کچھ تھا ہی نہیں) بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قایم ہوئی ہوتی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا یا اور کوئی مضطر کر دینے والا سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قران کے فضل کا اقرار کر چکے تھے یہ بات آپکے اور اُنکے حالات اور اُنکے اتباع کرنے کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے پس اگر اُنکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قرآن کے اسقدر فضائل پر مشتمل ہونیکا جنکے جمع کرنے سے انسان عاجز ہے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کبھی اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جسکی وجہ سے اُنہیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعث نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسموں کے ترک کرنے کی مشقت اُٹھانا پڑی حالانکہ وہ عقیل و فہیم اور بیخوف تھے۔

رہا فصحاء و بلغا کے حق میں جنکا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ اُنہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر جنگ کو منظور کیا جسکی وجہ سے اُنہیں بہت سے نقصانات اُٹھانا پڑے یہ کہنا کہ بسا اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے اُنسے جنگ کی ابتدا کی ہو اور اُنکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اس کی مہلت نہ لینے دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے اُنکو بلانا اور اُنکا باز رہنا ایک آدھ واقعہ یا ذرا سی مدت میں ہوتا تو البتہ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ اُنکے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین اُسوقت تک ہرگز لڑائی واقع نہیں ہوئی جب تک کہ آپ نے بار بار قران کو معارضہ کے لئے اُن پر پیش نہیں کر لیا اور کھلے خزانہ اسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور اسپر ایک مدت گذر نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تھوڑی سی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپکے استعداد پر وہ کبھی نہیں ہوئے تھے جبتک کہ لڑائی کیجا سکے پھر اسکے بعد بھی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین آتش جنگ افروختہ

ہو چکی جب کبھی آپ کو مہلت ہوئی آپ برابر قرآن کو مقابلہ کے لئے اُنکے سامنے پیش کرتے رہے اور اُنہیں اُسکے معارضہ کی جانب بلاتے رہے اور اُنکے اور آپ کے درمیان صلح بھی بہت ہو جایا کرتی تھی اور اوقات صلح میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اُن لوگوں کے ساتھ بارہا یکجائی کا اتفاق ہوتا تھا۔ پس اگر اُنہیں معارضہ پر قدرت ہوتی تو اُنہیں ممکن تھا کہ مصالحت اور فرصت کے زمانہ میں قرآن کا معارضہ کرتے اور جو کچھ وہ قرآن کے مقابلہ میں لاتے اُسکو آپ کے پاس بھیجدیتے اور قبائل عرب میں اُس کو شایع کر دیتے تو کوئی نہ کوئی اُنکا مددگار کھڑا ہی ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اسکا قصد ہی نہیں کیا نہ آپ کے ابتدائے دعوے میں نہ وقت جنگ میں۔ نہ زمانۂ صلح میں۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت سے آپ کی اور آپ کے پیروی کرنے والوں کی صرف ہجو کرنے پر مضطر ہو گئے۔ رہا قرآن کا معارضہ اسبارہ میں تو اُنکے مُنہ سے ایک کلمہ بھی نہیں نکلا اور اگر کسی نے قرآن کے معارضہ میں کچھ کہا ہوتا تو ہم پر مخفی نہ رہ سکتا اور مشرق سے لیکر مغرب تک برابر اُسے روایت کرنے والے نقل کرتے اسلیئے یہ سارے احتمالات جنسے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا بالکل غلط اور باطل ہیں اُنکو سوائے اُس شخص کے جسے تحقیق سے کچھ سروکار نہ ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرقوں کا جو معاملہ تھا اُس کی حقیقت حال سے محض ناواقف ہو اور کوئی نہیں تجویز کر سکتا۔ پس ہم ان سب واہی و تباہی احتمالات کو چھوڑتے ہیں اور اپنی پیشتر کی دلیل پر اعتماد کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے اور اسیکا اقرار کئے جائیں گے۔

ف

پھر یہ بہکانے اور شبہ میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جھکے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اُسوقت تصدیق کی تھی جبکہ انہوں نے خوارق عادات اور طبعی قوانین قدرت کے مخالف امور آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہوئے مشاہدہ کر لئے تھے پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارق عادات ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک قسم کا جادو ہو پس اُنہوں نے تم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہو جسکی وجہ سے تمہیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بندھ گیا ہو۔ تو اُس فرقہ نے اُنہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیحالت جادوگروں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ نیکی کا حکم کرتے ہیں بُرائیوں سے روکتے ہیں اور جادوگروں کی یہ حالت دیکھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے رذیل اور ادنےٰ درجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے امور خارق عادات کا کرنا کسی ادنےٰ درجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اِس غرض سے امور خارق عادت کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں۔ اُسکی پیروی کرنے میں عقلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور آپ کی شریعت سراسر مکارم اخلاق پر مشتمل ہے تمام بُرائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپکی حالت تو صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہ مستقیم پر چلنے۔ خلق خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہِ فلاح اختیار کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی بھی خدا کی جانب سے اُسی طرح تائید ہوئی ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خارق عادت امور کے سرزد کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسیکو قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور امر خارق عادت کو سرزد کر دینا خدا کیجانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

کے قائم مقام ہے گویا خدا یہ فرماتا ہے کہ ان امور میں میرا بندہ سچا ہے جو میری جانب سے وہ باتیں پہونچاتا ہے اور عالم کے عادی قوانین قدرت کو اسکے ہاتھ پر میرا خرق کر دینا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا بھی میری جانب سے اس کے دعوے کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ بریں بعض خارق عادت امور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت عقل ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی کہ جادوگروں کو ان پر قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہوجانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا میدانوں میں سفر کر رہے تھے سب نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جنھوں نے کہ اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور اسکی خبر دی تھی جو دور و دراز مقامات سے وارد ہوئے تھے جنکا افق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے افق کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کردی ہو یہاں تک کہ انھوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا کہ چاند شق ہو گیا تو کیا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے جنھیں سے ہر فریق میدانوں میں جدا جدا مقام پر تھا اس بات کا سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو دور ہینگا دھینگی کرے یا اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادوگروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ بریں ہم نے بعد اسکے کہ ان خوارق کے باعث سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور آپ کے ساتھ خوب خلا ملا بھی بڑھا لیا اور آپ کے حالات میں نہایت باریک بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت میں سرتاپا راستی اور وہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے والے کو سراسر بہبودی اور بھلائی حاصل ہو اور تمام نقصانات سے وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور راستی میں گو رسل سابقہ کی شرائع کے مثل نکلی لیکن تمام ابواب کمالات پر پورے طور سے حاوی ہونے کے لحاظ سے آنسے بھی فوقیت لیگئی اور ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادوگروں کی سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھلاتے تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکر ادا کیا کریں کنبہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کریں اور باوجود اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر پدر شفیق کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو انکے مال و دولت کی ذرا بھی طمع نہ تھی اور نہ انکی لذیذ چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہمنے پیشتر بیان کیا اسکی بناء پر علی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ بہکانا اور شک میں ڈالنا بالکل ہوا ہو گیا اور ہر منصف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اسلئے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لاتے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔

اُسکے بعد یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق
پر اس سبب سے استدلال کیا تھا کہ جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں ایسے رسول کی علامتیں مذکور تہیں جسکو اُنکے بعد
خدا بہیجنے والا تھا وہ سب علامتیں آپ پر منطبق ہوگئی تھیں پس اس فرقہ سے یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو کیا معلوم کہ یہ
علامتیں کسی ایسے رسول پر منطبق ہو چکی ہوں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے سے پہلے ہی گذر چکے ہوں
تو اس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم نے اُن رسولوں کے حالات کی تواریخ سے بحث کرکے دیکہا ہے جو محمد صلے اللہ
علیہ وسلم سے پیشتر اور ان کتابوں میں ان علامتوں کے وارد ہونے کے بعد ہوئے ہیں تو اُس میں سے کوئی
بھی ایسا رسول نہیں ملا جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جاتیں اور اگر کوئی ایسا ہوا ہوتا تو رسولوں کی ساری تاریخیں اُسکے
ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اُس کی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کیجاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں ہی میں کیوں نہ انکا ذکر ہوتا
کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ ہاں بعض انبیا ایسے پائے گئے ہیں جنمیں بعض بعض علامتیں
پائی گئی ہیں لیکن اُس سے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جسمیں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے اپنے استدلال
کی تقریر میں اسکی توضیح کردی ہے (پس وہیں دیکہہ لینا چاہیئے) پھر یہ لوگ اُنسے کہنے لگے تمہیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی جانب
سے آیندہ کوئی رسول آئے جسپر یہ ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور اِن کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس
سے وہی مقصود ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہو گئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا دو شخصوں
میں مجتمع ہو کر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو
یہ جواب دیا ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کیجاتی ہے کہ اُسنے رسولوں کو بہیجا اور اُنپر کتابیں اور
وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی علیم و حکیم ہے اسلیئے جتنی آیندہ ہونے والی باتیں ہیں اُن سب کا علم بھی اُسے ضرور ہونا
چاہیئے۔ پس جب اُسے یہ معلوم تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیندہ ہوں گے اور رسالت کا دعویٰ کرینگے اور ساری
علامتیں اُنپر منطبق ہو جائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ اُنکے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ
اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہمکو اسپر ضرور آگاہ کر دیتا چاہیے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہدیتا کہ
آیندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب اُسپر منطبق
ہو جائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اُسکے بعد آئیگا اور چونکہ خدائے سبحانہ کیجانب
سے اس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اسلیئے لازم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان
علامات کا دو شخصوں میں پائے جانے کا احتمال جسکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے
ظاہر ہو گیا کہ وہ بلا شک محال ہے کیونکہ اُس سے یا تو اللہ تعالےٰ کا آیندہ کے واقعات سے جاہل اور ناواقف
رہنا لازم آئیگا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے اعمال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دہوکے
میں ڈالا کرتا ہے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہو چکا ہے)
پس جو شے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے دو شخصوں میں پائے جانے کو عقل

ہرگز تجویز نہیں کر سکتی اسلئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی جنمیں یہ ساری علامتیں تمام پائی گئی ہیں قطعاً مراد ٹھیرے اور ہم اپنے استدلال کی تقریر میں پورے طور سے اس کی شرح بیان کر چکے ہیں پس بلا کسی شک وشبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی ہم برابر تصدیق کرتے رہیں گے ۔

پھر یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس طرح استدلال کیا تھا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے نہ ہوتے تو آپ کی تصدیق پر یہ سارے دانا اور عقلمند فرقے اتفاق نہ کر لیتے بعد اسکے کہ وہ آپ کے نہایت شدت سے مخالف تھے اور آپ کی بڑے زور وشور سے تکذیب کیا کرتے تھے اور اپنے عقائد ورسموں کے بڑے حمایت کرنے والے تھے اور نہ انکو آپ کے صدق کی اسقدر کثرت سے دلیلیں ملتیں لیکن چونکہ یہ سارے عقلمند فرقے آپ کی تصدیق پر متفق ہوگئے اور انکو اسقدر کثرت سے دلیلیں مل گئیں اسلئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم صادق ٹھیرے تو یہ لوگ اُنسے کہنے لگے احتمال ہے کہ ان فرقوں کی دلیلوں میں سے ہر دلیل ظنی ہو جس سے یقین نہ حاصل ہو سکتا ہو اور جب یہ حالت ہو تو ساری دلیلیں مجموعی طور پر بھی ظنی ہی رہیں گی کیونکہ مجموعہ کی حقیقت سوائے ان آحاد واجزا کے اور کچھ نہیں ہوا کرتی پس اعتقاد اور دین کے چھوڑ دینے کے بارہ میں اسپر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیانیہ کی وجہ اُن میں سے ہر فرقہ کی ظنی دلیل کو یقینی دلیل کا لباس پہنا دیا ہو۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ان فرقوں میں سے جنھوں نے ان دلیلوں سے استدلال کیا ہے ہر فرقہ کی یہ حالت ہے کہ جب انمیں عاقل غور کریگا اور یہ دیکھے گا کہ وہ سب عقلمند اور اپنے عقائد اور عادات کے بڑے حامی وطرفدار تھے تو اُس کی عقل ہرگز اس کی تصدیق نہ کریگی کہ ان فرقوں نے اپنے دین اور اپنی رسموں کے ترک کرنے میں کسی ظنی دلیل پر اعتماد کیا ہو اور اپنی دلیل کی تنقیح اور اسبارہ میں یقینی دلیل پر اعتماد کرنے میں سستی یا کوتاہی کی ہو کیونکہ جس امر کی انھوں نے پیش قدمی کی ہے اسپر اُن کا پیش قدمی کرنا کوئی معمولی اور ہلکی بات نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اسبارہ میں تحقیق وتدقیق سے کام نہ لیتے اور اُس کو مہمل رہنے دیتے۔ پس جس چیز سے کہ عقل سلیم کی تسکین ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ اُن میں سے ہر طائفہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے میں سوائے قطعی دلیل کے جس سے یقین حاصل ہو سکے اور کسی دلیل پر اعتماد نہیں کیا ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اُن دلیلوں میں سے ہر دلیل کا یقینی ہونا اس تقریر سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا تاہم ان ساری دلیلوں کا ایک ہی نتیجہ پر متفق ہو جانا اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا صدق ہے خود ایک مستقل دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ہمیں آپ کے دعوے کی صحت کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ جب علیحدہ علیحدہ ہر ایک دلیل ظنی ہو تو اُن سب دلیلوں کا مجموعہ بھی ظنی ہی ہوگا کیونکہ مجموعہ سوائے ان آحاد واجزار کے یکجائی طور پر لحاظ کرنے کے اور کسی چیز کا نام نہیں ہے تو یہ کہنا تسلیم کے قابل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مجموعہ گو انہیں آحاد واجزار کا نام ہے لیکن ہر جزر کے اور مجموعہ کے حکم میں محسوسات اور معقولات دونوں کے اعتبار سے بڑا فرق ہے دونوں کا ایک حکم نہیں ہو سکتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں اسکی تفصیل اُس مقام پر گذر چکی ہے جہاں اُن فرقوں کی دلیلوں میں تاویل کرنے والے لوگوں پر رد کیا گیا ہے جنھوں نے

اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بھیجا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھ اور بیان کردیا جائیگا) کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک موٹی سی رسی چند مہین تاگوں کا مجموعہ ہوتی ہے جسمیں سے ہر تار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تنہا منقطع کرسکتا ہے لیکن ان سب تاروں کا مجموعہ جسے رسی کہتے ہیں اُسکے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اس حالت میں بھی ہے اگر کسی مجمع سے ایک جماعت کثیر جسمیں کہ وہ ایک تقریر کرنے والے کے پاس حاضر تھے جسنے اُن میں تقریر بیان کی تھی نکلے اور اُن میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اثناء تقریر میں منبر سے گر پڑا اور اُس کا سر پھٹ گیا۔ پس اس صورت میں اُن میں سے ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ ظنی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اُسنے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن اُن سب لوگوں کی خبر مجموعی طور پر ضرور یقین کو مفید ہیں عقل اسبات کو محال سمجھتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت نے جھوٹ بولنے پر اتفاق کرلیا ہو حالانکہ ہر ایک اُن میں سے ایک جدا جدا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جائے جو اتنے بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر کے تراش لینے پر اکٹھا کردے۔ اور ایسا ہی اُسوقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت کی جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اس شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی تو یہ کہتا ہو کہ میں نے آج اوسکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُسکے کپڑے آگئے ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اُسکی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگئے ہیں کوئی یہ کہتا ہو کہ میں نے اُسکے عزیز لڑکے کو جسے کہ وہ کیا سفر اور کیا حضر ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اُسکی عادت ہے کہ کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا وہ بھی آگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سر ہونے کی آواز سنکر بعض توپخانہ والوں سے اس کا سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ آج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سر ہو رہی ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُسکے اہل عملہ کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اُترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی جاتے تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ اور انمیں سے ہر ایک نے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ جب اُسے بحد ذاتہ دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور اسیوجہ سے حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کرلیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں نہ ہو لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہوں گی اور مجموعی طور پر اُن سے بلا شک قطعی علم حاصل ہو جائیگا۔ رہا آپ لوگوں کا یہ کہنا احتمال ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیانیہ کے زور سے ہر فرقہ کے لئے ظنی دلیل قائم کردی ہو اور اوسکو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کرکے ظاہر کردیا ہو تو اسبات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے اُن دلائل کی حقیقت سے کچھ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عقل کو ذرا بھی دخل نہیں پس کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ ہی نے اُن دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین کے پیرایہ میں اُنہیں مزین کردیا بھلا غور تو کیجیے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحاء و بلغاء میں قرآن کے معارضہ سے عجز کو پیدا کردیتے اگر خود قرآن ہی معجزہ نہ واقع ہوا ہوتا (اور جو شبہے اس پر وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب اُس موقع پر گذر چکا ہے جہاں پیشتر مادی فرقہ سے گفتگو ہوئی ہے پس چاہیے کہ وہیں دیکھ لیا جائے)

فرض کر لیجئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں رُسل سابقہ کی کتابوں میں اخلاق اور افعال اختیاریہ کی قبیل سے مذکور نہیں اپنے میں سب اکر لی ہوں مثلاً یہ کہ آپ نیکی سے محبت اور گناہ سے عداوت رکھیں گے۔ انصاف سے حکم کریں گے کفار سے محاربہ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا آپ کو اپنے میں جسمانی علامتیں پیدا کر لینا بھی ممکن تھا مثلاً یہ کہ آپ کے دونوں شانوں کے مابین آپکے بادشاہ کی علامت ہوگی اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے۔ اور کیا ان علامتوں کا پیدا کر لینا بھی آپ کے اختیار میں تھا کہ جو اختیاری نہ تھیں بلکہ عالم میں اقبال مندی میں جنکا شمار ہے جیسے کہ فرقوں کا آپ کے ماتحت ہونا۔ اور ہدایا کا بادشاہوں کے پاس سے آپ کے پاس وارد ہونا۔ مالداروں کا آپ کی اطاعت کرنا۔ اور صحرا کا آپ کے ذکر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنا۔ اور صحرا سے مراد وہ دیار ہیں جنہیں قیدار سکونت پذیر تھے اور آپ کا (ایسے) پتھر (کے مانند) ہونا جسے معماروں نے رد کیا ہوا اور وہ کونے کا سرا بنگیا ہو۔ اور آپ کو فرقوں پر حکومت ملنا۔ حبشہ کا آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑنا مابین کے بادشاہوں کا آپ کے پاس قربانیاں لیکر آنا اور ان فرقوں کا آپ کے ساتھ فروتنی و اطاعت سے پیش آنا۔ آپ کو سبا کا سونا دیا جانا۔ روئے زمین پر آپ کا اور آپ کے پیروی کرنے والوں کا زراعت کثیر کے مثل ہونا آپ کی سلطنت کا دن بدن بڑھتا جانا۔ آپ کے غلبہ کے بعد بتوں کا ٹوٹ جانا اور زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور جن بادشاہوں سے آپ کا محاربہ ہوا ہو پرندوں کا انکے گوشت کو کھانا۔ آپ کے پیروی کرنے والوں کا بادشاہوں کو طوق و زنجیروں میں باندھکر لے چلنا اور گھسیٹنا۔ خدا کا ان سے قوم بنی اسرائیل کو غیرت دلانا۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضب ناک کرنا۔ (ان علامتوں کا انطباق اُس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسنے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا پس وہیں دیکھنا چاہئے)

پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جتنے احتمال تم لوگوں نے ہمیں شک میں ڈالنے کے لئے وارد کئے تھے سب ناممکن ہیں عقل سلیم جو تعصب سے خالی ہوا انکی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی اسلئے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

پھر یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جھکے جو طبعی اور مادہ کا قدیم ماننے والا فرقہ تھا پھر اُسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی تھی اور آپ کا پیرو بنگیا تھا اسلئے کہ محمدی عالم نے اس فرقہ کے لئے ایسے دلائل بیان کر دئے تھے اور ان کی تشریح کر دی تھی جو خدا لئے عالم اور وحی سے انکار کرنے کے بارہ میں انکے مذہب کے بطلان پر اور نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور اُسکے احکام یقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہے کہ طریق تصدیق میں انکو سد راہ ہو سکتے تھے ان سب کو اُسنے دفع کر دیا تھا پس ان بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ اُن مذاکرات اور مباحثات پر اطلاع حاصل کر لی جو اُس فرقہ اور محمدی عالم کے مابین واقع ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید ہو سکتی تھی اُن سب کو اس محمدی عالم نے اپنے مباحثوں میں دفع کر دیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کر دیا تو یہ لوگ اپنا منہ لیکر رہگئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے اور کچھ گنجایش باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنادیں جسکی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

میں اُن کی تسکین ہوگئی ہے پس اُنسے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیانیہ اور قوت استدلال بڑھی ہوئی ہو اور اُس کی نظر وسیع ہو مباحثوں کے مختلف اسلوب وطرز اور اُنکے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو اُسنے اپنی جادو بیانی کے منتر سے آپ لوگوں کی عقلوں کو لبھا لیا ہو یہاں تک کہ آپ کو یہ خیال بندھ گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے خیالات اور مذہب میں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح وحق ہے پس آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے لمبے چوڑے علوم پر مبنی ہیں محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کیوجہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُسکے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام لے سکتے ہیں اسلئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہت ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو ہمارے سامنے دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتبس کر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر ناصواب اور غلط بات سے ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزوں میں اُسنے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور اُسنے ہماری عقلوں کی تسکین کر دی ہے ان سب میں اُسنے واضح طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقتضا کے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ پہلے تو اُسنے ہمارے لئے صحیح دلیل سے جو حقایق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث ثابت کر دیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُسکے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار دلالت کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قایم کر دی اور جتنے شبہے اس خدا کے وجود کی تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کر دیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کر کے ہم کو سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر متنبہ اور بیدار کر دیا کہ کائنات کی تفاصیل اور اُنکے اسرار و حکم سے جنکے مباحث کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدائے پاک کے وجود پر اُسکی عظمت صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُسکے بعد اُسنے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور بظاہر اُنکے خلاف تھے اُن میں باہم تطبیق دیدی یہاں تک کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُنسے ہمارا گریز کرنا جاتا رہا پھر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے خصوصاً انسان کے لئے بعث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو جو نقصانات اور قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اُسنے ہمیں کھلم کھلا دکھلائیں۔ پھر اسکے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں غور کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کر لی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب دلیلیں صحیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جنکے اسقدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہو جانے کا ہرگز احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس اسوقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہو گیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد بجز جان بوجھ کر گمراہی اختیار کر لینے کے اور کیا رہ گیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اسکے دعوے ہنگھار کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو آزاد خیال کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے بلا تکلف قبول کر لیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

بھی ہم کیونکر دھینگا دھینگی کریں اور امر صواب کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں خصوصاً دھینگا دھینگی بھی کیسی جسکا نتیجہ ابدی بدبختی اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران میں ڈالنا ہو پس بعد اسکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرنے کے سوا ہمارے لئے اور کوئی گنجائش نہیں ہی اسلیے ہم نے کامل درجہ کے ایمان اور پکے یقین کے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرلی اور آپ کے پیرو بنگئے سو آپ لوگوں کا اس محمدی عالم کی گفتگو میں ہم کو نشانے لانا کچھ نفع نہیں دے سکتا آپکو اور آپ کی خیر خواہی کو ہمارا اسلام ہے آپ اپنی خیر خواہی رہنے دیجئے اور ہمارے پاس سے تشریف لے جائیے۔

اب اسوقت یہ بہکلانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ ان فرقوں کے پاس سے غیں غیں کرتے ہوئے خالی ہاتھوں لوٹ آئے اور ان کا کچھ مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ خدا فسادیوں کی کارروائی کو راس نہیں لگنے دیا کرتا۔

یہ تو ہو چکا اور سنئے کہ منجملہ تمام جماہیر کے جنکے مابین محمد صلے اللہ علیہ وسلم دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے ایک ایسا فرقہ بھی تھا جنکے خیالات نہایت ہی پست تھے عقل کُند تھی اور تعصب میں ایسا کڑا تھا کہ چاہے پہاڑ ٹل جائے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا نہ کھسکے اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ گایا کرے پس جب اس فرقہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا اور ان تمام فرقوں کو آپ کی پیروی کرتے دیکھا تو اپنے سوء اختیار سے یہی اچھا سمجھا کہ اپنے معتقدات اور رسوم پر اندھا دھند تعصب کے ساتھ جمے رہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی دلیل اور سند کے صرف یہ کہکر تکذیب کیا کریں کہ صاحب ان اعتقادات اور رسموں پر تو ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے ہم تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کیوجہ سے انمیں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور بھلا کیونکر چھوڑ دیں حالانکہ ہمارے اسلاف اسی پر رہے اور برسوں سے ہم بھی اسی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اسی پست خیالی اور اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اصرار کیا کئے پس اس فرقہ کے لوگ نہایت ہی کمینہ طرز اور خطرناک طریق کی پیروی کے ساتھ اپنی گمراہی میں رہے اور انھوں نے امر صواب کا اتباع نہ کیا اور عقلمندوں کی طرح اپنی اختیار کی ہوئی باتوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سے کنارہ کش رہے انھوں نے اپنے خیالات کی جاہلانہ طور پر حمایت کی۔ پس خسران کے غاروں میں جا گرے۔ اور ذلت و خواری کے سب سے نیچے طبقہ میں اتر گئے خدائے پاک اس عناد اور سرکشی میں انکو ہرگز معذور نہ رکھے گا قیامت کے دن اُنسے ضرور انتقام لے گا۔

اور اگر کہا جائے کہ اس فرقہ کے خیالات تو بالکل پست اور یہ تو عقل کا کُند تھا جیسا کہ ابھی تم نے ذکر کیا پس شاید خدا کے نزدیک اُن کا یہ عذر چل جائے اور وہ یہ کہدیں کہ اے ہمارے رب جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا تو ہمیں اتنی سمجھ ہی نہ تھی جس سے اُنکے دعوے کی توضیح کرنے تک ہماری رسائی ہو سکتی۔ اسیلیے ہم اُنکی تکذیب پر اصرار کرتے رہے تو میں کہوں گا اُنکے خیالات کا پست اور عقلوں کا کُند ہونا اسوجہ سے نہیں تھا کہ اُنکی اصل خلقت میں کسی قسم کا نقصان تھا اور اُن کی عقلوں میں کوئی فطری ضعف تھا جسکی وجہ سے وہ مجنونوں اور حیوانات کے درجہ پر اتر جائیں یہاں تک کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تکذیب پر جمے رہنے اور اُس کی تحقیق نہ کرنے میں

خدا کے نزدیک معذور سمجھے جائیں اور تکلیف شرعی اور خداوندی احکام کی تعمیل جس کا خدا نے بندوں کو اپنے رسولوں کی زبان سے مکلف بنایا ہے اُنسے ساقط ہو جائے بلکہ یہ عقل کی کُندی اُن میں اسوجہ سے تھی کہ وہ شہوات میں غرق تھے لذات کے خیال میں لگے رہتے تھے مرغوبات دنیوی اور اپنی ہوا و ہوس میں پھنسے رہا کرتے تھے اسی لئے غور و تحقیق کا طریق اُنکو بار معلوم ہوا اور خواری و ذلت پر مائل ہو گئے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ہم انہیں مرغوبات کی تحصیل اور دربارہ دنیوی مقاصد کے اپنے مقابل و مخالف سے مجادلہ کرنے میں دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے غور و فکر سے کام لیتے ہیں بڑے بڑے استدلال کرتے ہیں۔ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے بڑے محقق اور باریک بین بنتے ہیں ایک ایک سوئی کے لئے بھی بڑی بڑی فکریں کرتے ہیں۔ پس جب انہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے سُنا تھا تو اُسکے بارہ میں غور و تحقیق کرنے سے اُنہیں کونسا مانع پیش آگیا تھا یہی نا کہ وہ اپنی شیخی اور ہوائے نفسانی میں پھنسے تھے دنیائے فانی پر مائل ہو رہے تھے پس قانون انصاف کے موافق قیامت کے دن وہ خدا کے انتقام کے مستحق ہوں گے سوائے انصاف کے اُنپر تنکا برابر بھی ظلم نہ ہوگا (اسی طرح آپ بہتیرے لوگوں کو دیکھیں گے جو لذات اور فانی مرغوبات کے حاصل کرنے میں پھنسے ہوئے ہیں اپنے عقائد کی تصحیح اور عبادات و معاملات کے سیکھنے سے اپنے آپ کو انہوں نے مہمل چھوڑ رکھا ہے اسکی ذرا پروا نہیں کرتے اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ شریعت تمہیں ان چیزوں کے سیکھنے کی تکلیف دیتی ہے اور اسکا حکم کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں اُنکے سمجھنے کی طاقت ہی نہیں ہے اُنکو جان ہی نہیں سکتیں ہم اتنی سمجھ اور فکر کہاں سے لائیں جو ایسی باتوں میں غور کر سکیں حالانکہ مرغوبات دنیوی کے حاصل کرنے اور ادنیٰ ادنیٰ چیزوں پر اپنے مخالفوں سے جھگڑنے میں آپ کو وہ بڑے مدقق فلاسفر اور محقق حکیم نظر آئیں گے پس اگر وہ اپنی عقلوں کو جو خدا نے انہیں عنایت کی ہیں اس قدر علم کے سیکھ لینے کی طرف متوجہ کرتے جتنا کہ خدا نے اُنپر فرض کیا ہے تو وہ اُنہیں میں سیکھنے کی قابلیت اور سمجھنے کی ضرور استعداد پاتے لیکن کاہلی اور شہوات میں پھنسے رہنے اور ہر وقت متاع دنیا کی تحصیل نے اُنہیں مدہوش و سرگرداں بنا رکھا ہے اپنے ظاہر کو عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ کرتے ہیں اپنے شکم کو طرح طرح کے کھانوں سے سیر کرتے ہیں اور اُن کی عقلوں کو دیکھیئے کہ سچے علوم اور معارف حقہ کے زیور سے بالکل خالی ہیں پس وہ شریعت محمدیہ کی نظر میں کسی طرح معذور نہیں ٹھہر سکتے خدا اُنسے قیامت کے دن اُن اُمور کی نسبت ضرور پوچھے گا جن چیزوں کے سیکھنے کا اُسنے اُنہیں حکم دیا تھا اور اسوقت اپنی کوتاہی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

ف
علے ہذا القیاس اُن فرقوں کے ساتھ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے جہالت۔ نادانی۔ اور گمراہی کیوجہ سے انکار کیا کرتے تھے۔ آپ کی برابر یہی کیفیت رہی کہ آپ اُنکے لئے اپنے دعوے کے صدق پر براہین و دلائل قایم کیا کئے۔ اُنکے روبرو وعظ و نصیحت پیش کرتے رہے حتی الامکان اُن کی تالیف قلب میں کوشاں رہے اُنکو راہِ حق کی ہدایت کرتے رہے اسی طرح دعوی رسالت کئے ہوئے آپ کو ایک مدت گذر گئی اور آپ کو سوائے اسکے اور کچھ حکم نہ ملا کہ آپ اُنکو موعظت تبلیغ کرتے رہیں اور نہایت خوبی کے ساتھ اُنسے مناظرہ کیا کریں لیکن جب عقول سلیمہ اور انظار صحیحہ کے نزدیک یہ بات ظاہر مدلل

اور ثابت ہو چکی کہ ان لوگوں کے ساتھ دلیل و برہان سے کام نہ چلے گا انہیں نصیحت نفع نہ بخشیگی اور انکو ہدایت کرنے کا کوئی ثمرہ نہ ہوگا بلکہ اُنہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے رہنے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے ہی نفسوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گذر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو اُن کے ساتھ مکاری و دغابازی سے پیش آتے تھے اُنکے دین کے رستہ میں اڑنگا لگاتے تھے اُنکے لئے نئی نئی ضرر رساں باتیں ایجاد کیا کرتے تھے اُنکے ساتھ شریروں اور فسادیوں کا سا معاملہ کرتے تھے تو پھر اُس وقت خدا نے آپ کو اجازت دی کہ آپ اپنے اعدا اور جھگڑالو دشمنوں سے جو بالکل کند طبیعت اور ناسمجھ ہیں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر اُن کی ایذا رسانی اور فساد کو دفع کریں اور سرکشی و عناد کی جڑ ہی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لئے شریروں کی بیخ کنی پر جرات کیجاتی ہے اور اگر کسیکا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے لئے اُسکا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر و مشروع کیا ہے جس سے رفق و آسانی کی بھی گنجائش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے جانے نہیں پاتا اور صورت اُسکی یہ ہے کہ مخالفین کو پہلے اسلام اور خدا تعالے کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُن سب کی تصدیق کیجانب موعظت حسنہ کے ساتھ دعوت دیجاتی ہے پس اگر اُنہوں نے قبول کر لیا تو بہت اچھی بات ہے پھر تمام مسلمانوں کی طرح وہ بھی سمجھے جاتے ہیں اور اگر اُنکو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جنکے لغت میں شریعت محمدی نازل ہوئی ہے اور اُنکو کسی آسمانی کتاب یا دین کا شبہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں کی طرح اور کوئی نکلے تو اُنکے لئے حکم ہے کہ قتل کئے جائیں (جیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے حق میں تھا اور وہ فرقے حیثین ہیں اور جنکا اُنکے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر استثنار میں ہے اور نیز اُسی شریعت میں مرتد اور بتوں کے لئے جانور ذبح کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کے حق میں بھی یہی حکم تھا) اور اگر وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہوئے تو اُنسے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کر لیں اگر اُنہوں نے اسے قبول کر لیا تو اُن کی جانیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح اُنکے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح اُنکی آبرو مسلمانوں کی آبرو کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں ذرا بھی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ اُن کی غیبت کرنا یا اُنکو گالی دینا یا کسی ادنیٰ مکدر کر دینے والی شئے سے ایذا پہونچانا ہرگز جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شرعی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل انہیں بھی سزا دیجائیگی جیسے مثلاً تادیب کی غرض سے۔

اور اگر اُنہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اُسوقت اُنسے محاربہ کیا جاتا ہے مسلمانوں کو اُنکا مال اور اُنکا خون مباح ہو جاتا ہے وہ اُنکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ اُنسے تجاوز کرنا جائز نہیں

چنانچہ حکم ہے کہ نہ بچے اور عورتیں نہ قتل کیجائیں اور نہ وہ اشخاص جو گوشہ گیری کو اپنے نزدیک عبادت سمجھکر گوشہ گیر ہوگئے ہیں (یعنی راہب) ہاں اگر ان میں سے کسیکی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا چاہے صرف طرح طرح کی تدبیریں ہی بتاکر کیوں نہ ہو تو وہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اور شرائع سابقہ کے ماننے والوں میں سے جو لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہوگئے تھے ان میں سے بعض بعض نے شروع شروع میں جہاد کو ناز یبا سمجھا تھا اسلئے کہ اسمیں جانیں تلف کیجاتی ہیں۔ مال لوٹ لیا جاتا ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا ہے۔ لیکن بعد اسکے کہ انہوں نے انصاف سے کام لیا اور شریعت محمدی کا شرائع سابقہ سے مقابلہ کرکے دیکھا تو انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو ان امور میں سے اس شریعت میں معیوب سمجھی جاسکے اور یا شرائع سابقہ کے احکام کے علاوہ اسمیں کوئی نیا حکم پایا جاتا ہو۔ بلکہ کوئی چیز ایسی جو شرائع سابقہ میں نہ تھی اور یہاں پائی جاتی ہے اگر ہیگی تو یہ ہے کہ اس دین میں بہت سی تحقیقات اور آسانیاں کردی گئی ہیں جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ میں مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو جہاں انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ انکے بچے اور عورتیں قتل کیجائیں انکا قتل کرنا حرام ہے بخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں فرقہ حیثیین وغیرہ سات فرقوں کے حق میں جنکا ذکر سفر استثنا میں ہے یہ حکم نہ تھا بلکہ انکے لئے اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ ان میں سے جتنے ذی حیات ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا بچے سب کے سب قتل کئے جائیں اور اسی موقع پر مذکور ہے کہ ان ساتوں فرقوں کی تعداد بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کی سلامتی کے لئے جو ایماندار تھے ان سب کے قتل کلیہ کا حکم دیدیا اور انکے ہلاک کرنے کے بارہ میں نہایت شدت کے ساتھ امر فرمایا چنانچہ سفر عدد میں ارشاد ہے کہ اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک کرڈالو۔ پھر اگر تم اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک نہ کروگے تو جو لوگ ان میں سے باقی رہ جائیں گے وہ تمہارے لئے تمہاری آنکھوں میں میخوں کے مثل اور تمہارے پہلوؤں میں نیزوں کے مثل معلوم ہوں گے اور اس زمین میں جسمیں تمہاری سکونت ہوگی تم پر ظلم کرینگے اور پھر انکے ساتھ جو معاملہ کرنے کا میں نے ارادہ ٹھہان لیا تھا وہ تمہارے ساتھ کروں گا۔ رہا ساتوں فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں موسوی شریعت کا حکم وہ شریعت محمدی ہی کی طرح ہے کہ مخالف پہلے صلح کی جانب بلائے جائیں گے۔ پس اگر اسکو منظور کریں اور اطاعت قبول کرلیں خواہ ایمان لاکر یا جزیہ اختیار کرکے تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ اسکو منظور نہ کریں تو انسے محاربہ ومقاتلہ کیا جائے پھر جب انپر ظفریابی حاصل ہو تو انکے مرد قتل کئے جائیں عورتیں اور بچے گرفتار کرکے لونڈی وغلام بنائے جائیں انکے جانور اور مال ومتاع سب لوٹ لیا جائے اور مجاہدوں کو تقسیم کردیا جائے جیسا کہ سفر مذکور میں ہے (اسلامی کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ غنیمت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ پہلی امتوں کے لئے حلال نہ تھا بلکہ اسکا جلادینا انپر واجب تھا۔ ذرا[5] یہ غور کرنے کی بات ہے پھر موسے علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں احکام پر جو توریت

ف۵ یہ ممکن ہے کہ اکثر امم سابقہ میں یہی حکم ہو یا یہ کہ بہت قلیل حصہ مجاہدین کا حق ہو باقی جلادیا جاتا ہو بخلاف ہماری شریعت کے کہ اسمیں کل مجاہدین کا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

میں تھے۔ یوشع علیہ السلام چلتے ہیں اور اُنہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کر ڈالا جیسا کہ اُن کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر
گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور اُنکی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اُنہوں
نے کفار کے بادشاہوں میں سے اکتیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو اُنکی مملکت پر تسلط حاصل ہوگیا۔ اور سفر سموئیل
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو اُجاڑ ڈالتے تھے اور اہل جاسور۔ جزر اور عمالقہ میں سے کسی
مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے اُنکے جانور اور مال و متاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر مذکور میں ہے کہ مواب کے رہنے
والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہوگئے تھے اور اُنکو خراج دیا کرتے تھے اور اُنہوں نے عاذار سے ایک ہزار سات سو
سوار اور بیس ہزار اُسکے پیادے لے لئے اور قبیلۂ آرام میں سے بائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ اُنہوں نے ملایانوں کے ساٹھ
گھوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ اُنہوں نے اُن قوموں کو جو قریۂ رابہ میں رہتی تھیں گرفتار کر لیا اور آرو ں
سے چیر ڈالا اور لوہے کے موسلوں سے اُنہیں کچلا اور چھریوں سے اُنکے ٹکڑے کر دیئے اور اسی طرح بنی عموں کے سارے
قریوں کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا
دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بعل کے نبی ہیں چار سو پچاس آدمیوں کو ذبح کر ڈالا اور پھر بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے
تمام اعمال کو نیکیوں میں سے شمار کیا اور منجملہ اُنکے اعمال کے اُنکے جہادات بھی تھے اسلئے کہ اُنہوں نے زبور کے
اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور میرا رب مجھے میری نیکی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی پاکی کے مثل مجھے
بدلا دیگا اسلئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اسلئے کہ
اُسکے سارے احکام میرے آگے ہیں اور اُسکے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب
اُسکے ساتھ رہوں گا کیونکہ اُسنے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خدا نے اسبات کی شہادت دی
ہے کہ اُنکے جہادات اور جملہ نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اُسنے اول سفر ملوک میں اس طرح کہا ہے
میرا بندہ داؤد ہے جسنے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک
عمل کئے اور پولس نے ان انبیا کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارہ میں اُنکے اعمال
نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور اُن کا منشا قوت ایمان اور رحمٰن کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ سنگدلی اور
ظلم اگرچہ اُن میں سے بعض کے افعال ظاہرا نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا
جو گناہ سے بالکل بے لوث ہیں اسلئے کہ اُسنے رسالۂ عبرانیہ میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اسلئے کہ میرے
لئے وقت تنگ ہے۔ اگر میں جدعون۔ بارق۔ شمسون۔ یفتاح۔ داؤد۔ سموئیل اور اُن انبیا کا حال بیان کروں جنہوں
نے ایمان کے ممالک پر غلبہ حاصل کیا۔ نیکی کے کام کئے سچے وعدے حاصل کئے۔ شیروں کے منہ بند کر دئے
آگ کا زور ٹھنڈا کر دیا۔ تلوار کی دھار سے نجات پائی ضعف سے نکچے رہے۔ جنگ میں بڑے شدید ہوگئے۔ بیگانوں
کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پھٹ یہ کہے کہ داؤد کے جہادات تو سلطنت اور املاک حاصل کرنے
کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

ف [illegible]

عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور اُن کو حلال ہوگا یا خدا کے نزدیک مبغوض اور اُنپر حرام ہوگا پس اگر پہلی صورت ہو تو ثابت ہوگیا کہ پہلی شریعتوں میں خدا ہی کی جانب سے جہاد مشروع تھا اور اگر دوسری بات ہو تو نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے اُن کے حق میں جھوٹی شہادت دی جس کو ہم سفر ملوک سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور نیز اس بنا پر اپنے بارہ میں خود انہیں کا قول جھوٹا ہو جائیگا اور اُنکے حق میں پولس کی شہادت کاذب ٹھہریگی اور یہ ایسی بات ہے جسکو ہر وہ شخص جو ان کتابوں کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوگا جنمیں سے یہ اقوال نقل کئے گئے ہیں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا اور یہ بھی لازم آئیگا کہ ہزاروں بے گناہوں اور غیر واجب القتل لوگوں کا خون انکی گردن پر ہو حالانکہ ہلاک کرنے کے لئے ایک نیک آدمی کا خون ہی کافی ہے تو پھر انکو آخرت میں کیونکر نجات مل سکتی ہے مختصر یہ کہ اگر ہمارے لئے خدا کے نزدیک جہاد کے مشروع ہونے اور شرائع خداوندی کے موافق مخالف کو قتل کرنے کی دلیل سوائے اسکے نہ بھی ہوتی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے وقت دجال اور اسکے لشکر کو قتل کرینگے جیسا کہ اہل تثلیث کو بھی تسلیم ہے دوسرے خط کے دوسرے باب میں اور مشاہدات کے نویں باب میں اسکی تصریح موجود ہے تو جب بھی ہمارے لئے یہی کافی ووافی دلیل ہے

جب ہم خدا کی عادت کیجانب نظر کرتے ہیں جو کہ فاعل مختار ہے اور جسکے افعال ظلم کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے بلکہ اُسکے سارے اعمال سراسر عدل وحکمت ہی پر مبنی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک کی یہ عادت ہے کہ وہ کفر کو مبغوض رکھتا ہے اور آخرت میں یقیناً اُس کی سزا دیگا اور اسی طرح وہ گناہ کو بھی مبغوض رکھتا ہے اور کبھی کبھی کفار اور گنہگاروں کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے چنانچہ کبھی کفار کو علی العموم غرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس اُن میں سے سوائے کشتی والوں کے اور کوئی نہ بچا اور کبھی خاص طور پر کسیکو غرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ فرعون اور اُسکے لشکر کو اُسنے غرق کر دیا اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ اُسنے جس رات بنو اسرائیل مصر سے نکلے تھے اہل مصر میں سے تمام انسان اور چوپایوں کی سب سے بڑی اولاد کو ہلاک کر دیا جیسا کہ سفر خروج میں ہے اور کبھی گندھک اور آگ برسا کر اور شہروں کو الٹ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ لوط علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا کیونکہ اُسنے سادوم اور عامورہ اور اُنکے گردو نواح کے بسنے والوں کو اسی طرح ہلاک کیا تھا اور کبھی بیماریاں بھیجکر سزا دیتا ہے جیسا کہ اسدودیوں کو اُسنے بواسیر سے ہلاک کیا جیسا کہ پہلے سفر سموئیل میں مذکور ہے۔ اور کبھی فرشتہ کو بھیجکر سزا دیتا ہے جیسا کہ اشوریوں کے لشکر کے ساتھ ہوا کیونکہ ایک رات میں فرشتہ نے اُن میں سے ایک لاکھ پچاسی ہزار کو قتل کر ڈالا جیسا کہ سفر ملوک ثانی میں مذکور ہے اور ایسے ہی گنہگاروں کو بھی کبھی دھنسا کر اور کبھی آگ سے جلا کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اُسنے قورح۔ داثان۔ اور ابیرم وغیرہ کو ہلاک کر ڈالا جبکہ اُنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ پس زمین پھٹ گئی اور قورح۔ داثان۔ اور ابیرم اور اُنکی عورتوں اور بچوں کو اور اُنکے مال ومتاع کو نگل گئی۔ پھر ایک آگ نکلی اور وہ ڈہائی سو مردوں کو کھا گئی جیسا کہ سفر عدد میں مذکور ہے۔ اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ قورح کی ہلاکت کے دوسرے دن جب بنو اسرائیل نے مخالفت کی تو اُسنے چودہ ہزار سات سو کو ہلاک کر ڈالا۔ اور اگر ہارون علیہ السلام مردوں اور زندوں کے درمیان نہ کھڑے ہو جاتے اور قوم کے لئے استغفار

نہ کرتے تو اس دن پروردگار کے غضب سے سب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اسنے پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ انہوں نے خدا کے تابوت کو دیکھا تھا جیسا کہ پہلے سفر سموئیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کبھی موذی سانپوں کو بھیجکر سزا دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ موسے علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اسنے انپر موذی سانپوں کو بھیجا تھا اور انکو کاٹ کاٹ کہاتے تھے چنانچہ ان میں سے بہت سے مر گئے جیسا کہ سفر عدد سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شرایع سابقہ کے احکام اور کفار کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور گنہگاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کر کے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ جب یہ بات ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے تو ان کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفوں کو قتل کرنے انکے مال و متاع کو لوٹ لینے اور انکو غلام بنانے کے بارہ میں انپر کوئی چیز معیوب نہیں ٹہر سکتی خصوصاً جس حال میں کہ ان کی شریعت کے جہاد میں بہ نسبت جہاد شرائع سابقہ کے ہم سہولت اور تخفیف بھی پاتے ہوں پس آپ کی شریعت شرایع سابقہ کے مخالف نہیں ہے اور نہ یہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کر کے مخالفت سے پیش آتے ہیں۔ انکے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اسکے خلاف اور مضاد آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شرایع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اسکے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے بارہ میں خاصکر محمدی شریعت ہی پر شبہ اور طعن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدائے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو اور نہ شرایع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اس سے یوں گفتگو کیجائیگی کہ پہلے خدائے عالم یعنی اللہ تعالے کے وجود پر استدلال کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیسا کہ مادی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہو چکا ہے) پھر بعد اسکے کہ اسپر حجت قائم کر دی جائیگی اور وہ شرائع کی تصدیق کا التزام کر لے گا تو اسکی بھی وہی حالت ہو جائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اس ملت کی تصدیق کرتے ہیں پس اب ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کر دینگے کہ جو کچھ خدا نے شرایع میں مشروع اور مقرر کیا ہے وہ ضرور مستحسن ہے اور اسوقت اسے معلوم ہو جائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شرائع سابقہ کے مخالف نہیں ہے بلکہ اسمیں بہت سی تخفیفات اور سہولتیں موجود ہیں جو شرایع سابقہ میں نہ تھیں جیسا کہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے

ف پھر بعد اسکے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین شایع ہو گیا اور اسمیں جہاد شروع ہو چکا تو ایک اور فرقہ کو یہ وہم ہوا کہ یہ دین محض تلوار کے زور سے قائم ہوا ہے اور اسی سے پہیلا ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دہمکا کر دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چھوڑا اور اسے ضروری سمجھکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی ابتدائی کیفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو انکے نزدیک غایت درجہ کی تفتیش اور تدقیق اور اس دین کی ابتدائی حالت کی تاریخ کے دیکھنے سے یہ بات متحقق ہو گئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے تو اسوقت تن تنہا اور بے یار و یاور تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبہ ہی ایسا ذی قدرت تھا

جس کی حمایت کا آپ بھروسہ کرتے بلکہ جمہور کے مابین جب آپ دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے کنبہ والوں کو باقی طائفوں پر غلبہ حاصل ہو جانا اور اُن سب کے مقابلہ کی تاب لاسکنا تو جدا رہا خود انہیں لوگوں نے آپ کے دعوے کی سب سے پہلے تکذیب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو ہلاک کر ڈالنے پر طیار اور آمادہ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے پر برابر جمے رہے اور ایذا رسانوں کی ایذا دہی پر صبر کیا کئے خلق خدا کو حق کی جانب بلانے اور انکے لئے دلائل قائم کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کرتے رہے اور جس طریق پر وہ لوگ تھے اسکی برائیاں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جنکی ہدایت منظور تھی اُنکے نزدیک حق واضح ہو گیا پھر عقول سلیمہ آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو مستحسن خیال کرنے لگیں اور جماعتیں کی جماعتیں آپ کی پیروی کو اختیار کرنے لگیں اور اسوقت آپ کو کسیکے ایک قطرۂ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں دیا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جسمیں خدا کا یہ قول موجود تھا (لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) یعنے دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول جسمیں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اہتدیتم) یعنے اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی خبر لو جب تم ہدایت قبول کر چکے تو جو گمراہی میں رہیگا وہ (اور اُسکا گمراہی میں رہنا) تمہارے لئے ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (ومن کفر فعلیہ کفرہ) یعنے جسنے کفر کیا اسکا کفر اُسی پر پڑیگا اور اسیکے مثل اور آیتیں بھی موجود تھیں۔ اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا التزام کر رکھا تھا اور جہاد مشروع بھی نہیں ہوا تھا تبھی ایک جم غفیر آپ کا پیرو بنگیا تھا جیساکہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوذر اور اُنکے بھائی انیس اور اُن کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے اور جب اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کیوجہ سے غفار کا آدھا قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کیجانب ہجرت کرتے اور جہاد مشروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے تراسی مرد مع اٹھارہ عورتوں کے مکہ سے حبش کیجانب مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان مکہ میں باقی رہگئے تھے اور کوئی بیس آدمی نجران کے نصرانیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی ضماد ازدی بعثت کے دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسی بھی ہجرت[*] سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت بڑے شریف آدمی تھے اُن کی قوم اُن کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ یہ اپنی قوم کیطرف واپس گئے اونکی دعوت اسلام کے باعث سے اُنکے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت[*] سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ کی برکت سے ایک دن میں بنی اشہل کا قبیلہ کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو ہاں صرف ایک عمرو بن ثابت رہگئے تھے جو بعد کو اسلام لائے۔ اور ان لوگوں کے اسلام لے آنے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں سے کوئی مکان ایسا نہ رہا تھا جسمیں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں ہاں مدینہ کے دیہاتوں میں سے نجد کیجانب

---

[*] مدینہ کیجانب ہجرت مراد ہے ۱۲ مترجم

کے رہنے والے البتہ اسوقت اسلام لانے سے باقی رہگئے تھے۔ اور جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کیجانب ہجرت کی تو
بریدہ اسلمی نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت مدینہ کے راستہ میں آپ کی اطاعت قبول کی اور اسلام لے آئے حبش کا
بادشاہ نجاشی بھی ہجرت کے قبل ہی مسلمان ہوچکا تھا ابوہند تمیم۔ نعیم۔ اور چار اور آدمی ہجرت کے پہلے ہی شام سے قاصد
بنکر آئے تھے اور مسلمان ہوگئے تھے اسی طرح اور بہتیرے اسلام لا چکے تھے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی۔ (رضی اللہ عنہم) اور
ان کی طرح اور لوگوں کا جو آپ کے مشاہیر متبعین ہیں سے ہیں ہجرت کے قبل ہی اسلام لے آنا ایک مشہور بات ہے (جیسا کہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کی صحیح صحیح تاریخی کتابوں کے دیکھنے سے سارے مذکورہ امور معلوم ہوتے ہیں جسکا
جی چاہے انہیں دیکھ لے) پس منصفانہ غور و تامل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین قبل اسکے کہ آپ
مدینہ طیبہ ہجرت کرکے جائیں اور آپ کی شریعت میں جہاد مشروع ہو مکہ سے لیکر مدینہ تک پہیل چکا تھا عقول سلیمہ اسکو
قبول کرچکی تھیں صحیح طبیعتیں اس کو اچھا سمجھتی تھیں حالانکہ اسوقت تک کسی قسم کے خوف اور دہمکانے کا نام و نشان تک نہ تھا
تو پھر آپ ہی دیکھ لیجیئے کہ اسلام پر یہ تہمت کیونکر لگ سکتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین تلوار سے قائم ہوا ہے اور
آپ کی شریعت زبردستی پہیلائی گئی ہے اتنے بڑے بہتان کا وہ شخص تو ہرگز قائل نہیں ہوسکتا۔ جس کی طبیعت میں ذرا بھی انصاف
پایا جاتا ہو اور جو شخص اسبات کی طرف نظر کریگا کہ آپ کے باقی زمانہ میں اور پھر اسکے بعد بھی آپکے دین میں بلا کسی خوف کے
لوگوں کی فوجیں کی فوجیں برابر داخل ہوتی رہیں اور آجتک داخل ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ باوجودیکہ لوگوں کو یہ بھی خوف ہوا کہ دین کے
دشمن اسلام لانیکے بعد ستائیں گے تاہم وہ اسلام لانے سے باز نہیں رہے تو اب تو اس امر کا خیال کرنے سے
یہ تہمت سرے سے مٹ جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ طبیعت میں انصاف ہو اور عقل سے آزادی کے ساتھ کام لیا گیا
ہو۔ ہاں جب پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعداد کثیر اور وافر ہوگئی اور یہ بات ظاہر ہوئی کہ نصیحت اور دلیل کی قوت ان
مخالفوں میں جو باقی رہگئے ہیں کارگر نہیں ہوسکتی اور مخالفوں کے ساتھ نرمی اور بردباری کا معاملہ ہمیشہ کرتے رہنا انکی
سرکشی کو بڑھاتا رہیگا اور امر دین میں اس کے پیروی کرنے والوں کو مشوش بنائے رکھیگا۔ اور انکو جرأت دلائیگا کہ مسلمانوں کو
خوب ستایا کریں تو اسوقت اس مصلحت سے آپ کے دین میں جہاد مشروع ہوا اور انہیں ایسے عدل کے موافق حدود
مقرر کردئے گئے جسکی وجہ سے ایذا رسانوں کی تکلیف دہی سے نجات مل سکے اور سنگدلی کی حد تک نوبت نہ پہونچنے
پائے چنانچہ یہی دیکھیئے جو لوگ دین محمدی کی پیروی نہ کریں اسلام انسے اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ وہ سلطان اسلام کی اطاعت
اختیار کرلیں اور اپنے مال میں سے کچھ دیا کریں تاکہ اہل دین کو دولت اسلام قایم رکھنے میں مدد پہونچتی رہا کرے اور انکی دنیاوی
ضرورتیں رفع ہوتی رہیں اور اہل اسلام جو ان لوگوں کی جنھوں نے کچھ دنیا قبول کرکے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کرلی ہے حمایت
کریں تو وہ مال اسکے مقابلہ میں بھی ہوجائے رہا ان کا آخرت کا معاملہ تو اسلام اسے پروردگار عالم کے سپرد کرتا ہے یا کبھی اسلام
انپر جو شریعت محمدی کا اتباع نہیں کرتے غلامی کا حکم عائد کرتا ہے تاکہ اسی طرح انکی ایذا رسانی کی خلش مٹے اور اہل اسلام کے
کچھ دنیاوی کام نکل جائیں۔

اور بعض شرایع سابقہ کے ماننے والے دین محمدی میں غلام کے جائز اور مشروع ہونے سے یہ دیکھکر نفرت کرنے لگے کہ

اُنکی وجہ سے غلام پر بڑی روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ اُنہوں نے بعض ممالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح کے ظلم جھیلتے ہیں (جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یورپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض ممالک امریکا میں آج تک جاری ہے) چنانچہ اُن ممالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے اُن کی اہانت کیجاتی ہے ننگے بھوکے رکھے جاتے ہیں چوپایوں کی طرح قید رہتے ہیں اُنسے ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں جنکی وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں اُن کا شمار ہی نہیں خاصکر جبکہ وہ سیاہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ اُن کا آزاد کرنا دین کے کارِ ثواب میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاذ و نادر حالت کے اُن کو کوئی آزاد نہیں کرتا اور وہاں اُن کی حالت ادنی درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو باوجود ان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے بُرے طور سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائع سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس خیال کے اُنہوں نے اپنا رُخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ غور کرنے لگے اور اُن باتوں کو اُنہوں نے نہایت تامل کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو اُن کی دنیاوی ضرورتوں کے بر آنے میں کچھ مدد ملے۔ اعدائے دین پر غلامی کے عائد کرنے سے اُن کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے اُن کی شوکت ٹوٹے۔ اُنکی پرخاش رفع ہو اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ وصیتیں بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح پر اگر وہ وحشی بھی ہو گا تو اسمیں تہذیب اور تمدن آجائیگا۔ اور شریعت محمدیہ اُن سختیوں اور بدسلوکیوں میں سے جنکو بعض بعض قومیں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کرتی ہیں کچھ بھی روا نہیں رکھتی نہایت سختی سے اُن کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے ثواب جزیل کا وعدہ کر کے غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ اُسنے بہت سے ایسے وسائط مشروع کئے جنکا مقتضا یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ اُن کی غلامی کی مدت کم ہو جائے اور اُسنے غلام اور اُسکے مولے کے مابین اگرچہ آزادی کے بعد ہی کیوں نہ سہی ایسا علاقہ قایم کر دیا ہے جو علاقہ نسب کے مانند ہے۔ اسمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے ماننے والوں نے یہ بات دیکھکر کہ شریعت غلام کے ساتھ سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو اُس کا ملنا اُنکو ممکن نہ ہوتا۔ پھر اُنہوں نے شرائع سابقہ کی نصوص کی دیکھ بھال کی تو اُنہوں نے اُن کتابوں میں جو شرائع سابقہ کی جانب منسوب کیجاتی ہیں اسبات کی تصریح پائی کہ غلامی اُن میں بھی مشروع تھی پس دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو اُن کا اعتراض تھا اسوقت اُنہوں نے اُسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس دین کے ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کرتے ہیں کہ اُن کا دین خدا کیجانب سے مشروع ہے اور اُنکے دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنا لینا اُنکے واسطے اسلئے مباح کر دیا ہے کہ وہ اُنکی خدمت سے نفع اُٹھائیں مخالفوں کی

ایذارسانی کی خلش اُنسے مِٹ جائے وہ پرخاش نکلنے سے باز رہیں اور اُنکے مالکوں پر ایسی شرطیں لگا دیں جو احسانات کی پوری کفیل ہیں کہ اُنکے غلاموں کو راحت ملے اور وہ اپنی زندگی بسر کرنے میں اُنہیں کے برابر رہیں اور مالکوں کے لئے اُنکے آزاد کرنے اور اُنکی غلامی کی مدت کم کرنے کے ترغیب دلانے والے ابواب کھولدئیے پس اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتیرے غلاموں کو تہذیب حاصل ہو جاتی ہے اپنی زندگی نہایت خوبی کے ساتھ بسر کرنے لگتے ہیں اور اُنکے ساتھ وہ وہ سلوک اور احسانات کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو اُن کا حاصل کرنا اُنکو نصیب نہ ہوتا اور یہ کہ اُنکے دین نے مالکوں کو اپنے غلاموں کی ایذارسانی اور اُنپر ظلم کرنے سے روک دیا ہے اور اُنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ شرائع سابقہ میں بھی غلامی کی مشروعیت پائی جاتی ہے تو کہنے لگے پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اسلئے دین محمدی اور اُسکے ماننے والوں پر غلامی کے مشروع ہونے سے کوئی الزام نہیں عائد ہوسکتا۔

وہ وصیتیں جو غلام کی راحت کی محافظ اور اس امر کی کفیل ہیں کہ وہ اپنے مالک کے برابر گذران کرسکے تو وہ شریعت محمدیہ میں باقی ہیں نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہم اس موقع پر اتنی ہی پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتی ہیں خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے عہ (اور خدا کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا شریک مت ٹھہراؤ اور (یہ وصیت مانو کہ) اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آیا کرو اور (نیز) اپنے قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت مند اور اجنبی پڑوسیوں سفر کے ساتھیوں اور مسافروں اور اُن لوگوں کے ساتھ جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنے وہ تمہارے مملوک ہیں (احسان سے پیش آیا کرو) بے شک اللہ اُس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑائی مارتا (اور) اتراتا ہو) پس اللہ تعالےٰ نے اس موقع پر جہاں احسانات کا حکم دیا ہے کہ اس کی خالص طور پر عبادت کیجائے جو ایمان کی بنیاد ہے اور یہ کہ والدین کے ساتھ سلوک و احسان کا برتاؤ کیا جائے جنکی نعمتوں کا مرتبہ خدا کی نعمتوں کے بعد ہی ہے اور یہ کہ اُن لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے جنکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کا مقتضا ہے تو اُسکے ساتھ ہی خدا نے ممالیک یعنی غلام اور لونڈیوں کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی بھی وصیت کی ہے اور اُسکو بھی امور مذکورۂ بالا کے مقارن گروانا ہے اور ممالیک کے لئے احسان و سلوک سے پیش آنے کا حکم کرنا تمام احسانات و سلوک کو جو اُنکے ساتھ ممکن ہیں سب کو شامل ہے اور جتنی تکلیفیں کہ اسکی مناقض ہیں سب کا دور کرنا بھی اسمیں آگیا اور اسکی شرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس عہ قول کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں خدا نے اُنکو تمہارے ہاتھوں کے تحت میں یعنی تمہارے قبضہ میں کردیا ہے جو تم کھاؤ اُسی میں سے اُنکو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو اُسی میں سے اُنکو .... بھی پہناؤ اور خدا کے بندوں پر عذاب کرو یعنی اُنکو تکلیف مدو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقارت سے ڈرانے اور اپنی بڑائی کی خیال سے بچنے کے بارہ میں فرمایا ہے جسکا ترجمہ

عہ وہ آیت یہ ہے (واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً)

عہ وہ حدیث یہ ہے (عبیدکم اخوانکم جعلهم اللہ تحت ایدیکم اطعموہم مما تاکلون والبسوہم مما تلبسون ولا تعذبوا عباد اللہ)

عہ وہ حدیث یہ ہے (لا یقل احدکم عبدی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی)

یہ ہے (اور تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا چھوکرا۔ میری چھوکری۔ میرا غلام اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز اور اپنے ممالیک (غلام و لونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کرلیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور سمجھیں کہ آپ کی آنکھوں کو دنیا میں ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (وجعلت قرۃ عینی فے الصلوٰۃ یعنے نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اسکے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو ممالیک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ آپنے اپنے اصحاب سے انتقال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی دونوں باتوں (نماز اور احسان ممالیک) کی وصیت ہے پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کرجانے پر دلالت کرنے میں بالکل کافی و وافی ہے اب اسبارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور ممالیک یعنی غلام و لونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کردیا تھا جسنے اسے اپنی لونڈی کے ساتھ پاکر اسکے ناک۔ کان۔ کاٹ ڈالے تھے اور اسکے ولاء[ع] کو سرکاری کردیا اور مسلمانوں کو اسکی اعانت کی وصیت کردی اور اسکے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس غلام کا نفقہ مقرر کردیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کردیا تھا جسنے اسے گرم توے پر بٹھایا تھا جس کی وجہ سے اسکے سرین جلگئے تھے اور آپ نے اس شخص کو خوب پٹوایا اور ایسے بہت سے واقعے ہیں جنمیں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی رہی ممالیک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اسبارہ میں تو شرعی نصوص اس کثرت سے ہیں جنکا کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم اسیقدر بیان پر اقتصار کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ ممالیک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایک جان کو بھی آزاد کریگا خدا اسکے ہر ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر ہر عضو کو آگ سے رہائی دے گا" یہانتک کہ اسکو سنکر مرد یہ پسند کرنے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اسکے پورے پورے اعضا رہائی پائیں اور عورت یہ چاہنے لگی کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اسکے پورے پورے اعضا رہائی پائیں (ایساہی عقود جواہر منیفہ میں بروایت حماد مذکور ہے اور حماد نے ابراہیم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوع[عہ] حدیث کا سا حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث

ع شریعت کا قانون ہے کہ کسیکا آزاد کردہ غلام یا لونڈی جب مرجائے اور اسکے قرابت مندوں میں سے اسکا کوئی وارث نہ ہو تو اسوقت اسکی میراث اسی آزاد کرنے والے کو ملتی ہے اور اسیکو ولاء کہتے ہیں ۱۲ مترجم عہ مرفوع وہ حدیث کہلاتی ہے جسکا سلسلہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بالتصریح پہونچا دیا گیا ہو۔ اور حدیث جس کا سلسلۂ روایت صحابی تک پہنچاکر سکوت کیا گیا ہو اسکو موقوف کہتے ہیں۔ اور یہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے قیاس سے نہیں معلوم ہوسکتی تو گو اسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح نکی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل سمجھی جائیگی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح بھی کردی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالیٰ اُسکے ہر ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے اعضا میں سے ہر ہر عضو کو آگ سے رہائی دیدیتا ہے یہاں تک کہ اُس کی شرمگاہ کے مقابلہ میں اُسکی شرمگاہ کو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول (فک رقبۃ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا چھوڑانا اُسنے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلاشرکت غیرے اسکو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑانا یہ ہے کہ تو اُس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آقا نے اپنے غلام سے کچھ روپیہ لیکر آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اُس کے آزاد کرانے میں معاون بنجائے

اور اس بارہ میں بہت سی نصوص بھری پڑی ہیں۔

ثالث رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے بہت سے ایسے وسائط اور ذرائع مقرر کئے ہیں جنکا مقتضا یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں اور اُن کی غلامی کی مدت کم ہو جائے سو وہ یہ ہیں کہ اُسنے آزاد کرنا بہت سی جنایتوں کا شرع میں کفارہ قرار دیا ہے جیسے کہ کسی کا دھوکے میں قتل کر ڈالنا رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ ڈالنا قسم کھا کر اُسکے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض ممنوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ ظہار کا اسلئے کہ جو اپنی عورت سے ظہار کرتا ہے اُسکے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کر دے اپنی عورت کے پاس جانا یا اُسکے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور کفارہ میں جس چیز کا اول مطالبہ کیا جاتا ہے وہ یہی آزاد کرنا ہے پھر باوجودیکہ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں مستحسن ہے اور اُسپر ثواب کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اسقدر ہمت نہیں کر سکتے کہ غلام آزاد کر کے اپنے ہاتھ سے اسقدر مال جانے دے سکیں تو شریعت نے اُن کا لحاظ کر کے مکاتبت کو مشروع قرار دیا ہے اور مکاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے ساتھ اسبات پر متفق ہو جائے کہ اگر غلام اتنا مال ادا کر دیگا تو وہ آزاد ہو جائیگا پس اسوقت آقا کو مال حاصل کرنے کی سعی کرنے کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اسقدر مال جتنے پر شرط ٹھہری تھی ادا کر دیگا تو آزاد ہو جائیگا اور شریعت نے آزادی کے لئے ایسا ہی عقد بھی مشروع کیا ہے جسے عتق علی مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے کہے کہ ہزار روپیہ پر مثلاً تو آزاد ہے پس اگر غلام اسے قبول کر لیگا تو فوراً آزاد ہو جائیگا۔ اور اُسکے ذمہ اُتنے روپیوں کا ادا کرنا واجب ہوگا جتنے پر شرط ٹھہری ہے اور نیز شریعت نے اُس شخص کے حال کا لحاظ کر کے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت العمر ضرورت ہیگی مدبر بنانے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے یعنی یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ ہبہ کرنا کسی کو خیرات میں اُسکا دیدینا۔ رہن رکھنا ممنوع ہو جاتا ہے اور وہ

[illegible]

عــہ یعنی کسی کی گردن کا چھوڑانا ۱۲ مترجم

عــہ ظہار شریعت میں اُسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی ماں بہن وغیرہ (جن کے ساتھ اسے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے عضو سے جس کی طرف اُسے دیکھنا جائز نہیں (مثلاً پیٹھ یا شرمگاہ وغیرہ) تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت یا شرمگاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ مترجم

اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جاتا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی لحاظ کیا ہے کہ غلام کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسیکا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ انہیں آزاد کرکے ثواب حاصل کرنے کی ایسی رغبت ہی ہوتی ہے لیکن بسا اوقات وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی رغبت یا کسی مضرت رساں شے سے خوف کے وقت خدا سے یہ امید کرکے نیک کام کر گذرتے ہیں کہ اُسکے سبب سے اُنکا مقصد حاصل ہو جائیگا اسلئے اُسنے آزاد کرنے کی نذر ماننے کو مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں سببوں میں سے کسیکے حاصل ہونے کے وقت وہ نذر کر بیٹھیں یا ایسے لوگ جب اپنے اوپر کسی کام کے کرنے یا اُس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو بسا اوقات اپنے اوپر ایسی شرط لگا لیتے ہیں جس کا کرنا اُن پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا اُنہوں نے التزام کیا ہے اُسے پورا کریں اس لئے اُس نے آزاد کرنے کے حلف کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا اُنہوں نے التزام کیا تھا اُسکے خلاف کر گذریں اور اسی بہانہ سے اُنکے غلام کو آزادی ملجائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کریگا تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ اُن سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو ایسے طریق پر آزادی ملجا جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اُسنے غلاموں کی آزادی پھیلانے اور اُن کی غلامی کی مدت کم کرنے کی غرض سے اتنے ایک وسیلے مقرر کر دئے پھر چونکہ شریعت نے مولے کو لونڈی کے نفس کا مالک بنایا ہے اسلئے اُس کی شرمگاہ کا بھی اُسکو مالک قرار دیا ہے اور اُس کے لئے یہ بات مباح کر دی ہے کہ وہ لونڈی کو سرّیہ بنا لے یعنے اُس سے صحبت کیا کرے کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اُس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اُس کی اولاد کو اختلاط نسب سے محفوظ رکھے پس اسوقت وہ اُسکی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اُس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ اُسمیں یہ بات نہیں پائی منجملہ اُن رعایتوں کے جو اس لونڈی کے ساتھ اس بات کے مقابلہ میں کہ مولے کو اُسکے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے کی گئی ہیں ایک وہ رعایت منجملہ وسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لونڈی کے لئے جو اپنے مولے سے بچہ جنی ہو چاہے وہ بچہ جسکے اعضا ظاہر ہو گئے ہوں کم دنوں کا ہی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ مستولدہ اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اسوقت مولے پر اُس کا بیچنا۔ ہبہ کرنا۔ رہن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور اُسکے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ شریعت کو لونڈیوں کے ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور اُنکے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت وسائل میں سے جنمیں کہ صلہ رحم بھی ہوتا ہے اور قرابت مندوں میں سے باہم وحشت بھی رفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو شخص اپنے ذی رحم محرم[عہ] کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک اُس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ رحمت اور شفقت کی رعایات میں سے یہ امر ہے کہ شریعت ماں اور اُس کے چھوٹے بچے کے درمیان یا اُسکے اور اُس کے باپ کے درمیان یا ایسے دو شخصوں کے درمیان جنمیں محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اُن میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے

عہ ذی رحم محرم سے ایسا عزیز مراد ہے جسکے ساتھ رحم یعنی پیدائش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اُس سے اُسکے عورت ہونے کی تقدیر پر نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسے باپ بیٹے یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بیٹا یا بیٹی آزاد ہو جائیں گے ۱۲ مترجم

دو چھوٹوں کے درمیان اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیع وغیرہ کر کے جدائی ڈال دینا اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے خلاصہ یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی۔ غلامی کی مدت کم کرنے والی۔ اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی اشیاء میں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور اُسکے لئے متعدد ابواب نہ کھولدئے ہوں۔ پس جو انتظام اُسنے غلامی کے بارہ میں کیا ہے اُنہیں سچے طور پر غور کرنے سے ہم یہی پاتے ہیں کہ اُسنے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشروع کیا ہے۔ اور اُسنے ضرورت کو بھی اُسکے انداز پر رکھا ہے اور اُس میں ایسے اسلوب کا لحاظ کیا ہے جس سے مخالفین کی شوکت ٹوٹ جائے اور اُنکی ہر خباثت سے نجات ملے اور پیروانِ شریعت کا کام چلے انکو نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اُس سے تمام ضرر رساں شہادیں دفع ہوں اُسے دشواریوں سے بہ عجلت نجات حاصل ہو اور حتے الامکان اُس سے حرج دور رہے۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اُس کے اور اُس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس بیان اُس کا یہ ہے کہ اُسنے غلام کے آزاد ہونے کے بعد اُن دونوں کے مابین ولار کا حکم کیا ہے۔ اور اس ولار کے احکام میں سے یہ امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطأً مرتکب ہو جس سے دیت (خوں بہا) لازم آئے تو وہ دیت اُس کے مولے اور عصبات مولے سے حصہ رسدی لیجاتی ہے تو گویا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بھائی ٹھہرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت مدنظر رکھے جانے کے ثبوت میں بالکل کافی و وافی ہے کیا ان سارے امور مذکورہ کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان غلاموں کو خصوصاً اُن میں سے حبشیوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گھٹا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اُن کی شریعت انکو آدم اور حوا ہی کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں اُنکے ساتھ ایسے معاملہ کی بھی اجازت دیتی ہے جس سے اُنکا شر دفع ہو اور تاہم انکو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ اُن کی اس روک ٹوک کی مدت کے کم کرنے میں ذرا بھی کوتاہی روا نہیں رکھتی۔

رہا یہ امر کہ پیروانِ شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کر کے کہ اُن کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جسکا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے اور یہ کہ بسا اوقات انکو وہ نعمتیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جنکا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی طرح انکو ممکن نہ تھا پس یہ بات اُن امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل واضح و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ ہیں کہ اُن کا اپنے بردوں اور آزاد کردہ غلاموں پر اوقاف کو وقف کر دینا۔ اُنکے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چنانچہ بہتیرے غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہتیروں نے اپنے مولے

عہ ولار قرابت کو کہتے ہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کر دے تو اُن دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر غلام مثلاً کسیکو خطأً مار ڈالے تو اُس کی دیت غلام کے عزیز و اقارب (عصبہ) کی طرح اُس کے مولے اور اقارب مولے کو دینا ہوگی اور اگر غلام مرجائے اور اُس کا کوئی عزیز وارث نہ ہو تو اُس کی میراث اُس مولے کو ملیگی ۱۲ مترجم

کی لڑکیوں سے شادی کر لی بلکہ بہتیرے موئے ایسے بھی ہیں جو غلام کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں بلکہ اُنکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں یا اپنی بیٹی اُنکو بیاہ دیتے ہیں اور بہتیرے ایسے بھی غلام ہیں جو امیر یا سلطان بنگئے ہیں (جیسا کہ شاہان مصر جنکی شہرت عالمگیر ہے اور کافور اخشیدی کی نسبت تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہے) اور بہتیرے آزاد کردہ غلام مراتب جاہ اور مناصب علیہ جیسے کہ قضاء اور افتاء تک بلکہ مرتبۂ اجتہاد تک پہونچگئے ہیں (اس بارہ میں آپ کو عطاء بن ابی رباح کا حال معلوم ہو جانا کافی ہے جو کہ فقہ کے ایک جلیل القدر امام ہیں خلیفہ اُن کی زیارت کی تمنا میں رہا کرتا تھا اور دروازہ سے اُنکو پیش قدمی کر کے لیتا تھا اور اپنے پہلو میں نشست کے لئے جگہ دیتا تھا) اور یہ امر اسبات کے بیان کرنے کے لئے کافی ہے کہ غلاموں کو غلامی کی بدولت کیا کچھ نعمتیں ملجاتی ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو اُنکو ہرگز نصیب نہوتیں بلکہ وہ اپنے وحشی شہروں میں اپنی اسی موٹی جھوٹی حالت میں پڑے رہتے اب کیا اسکے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ شریعت محمدیہ غلاموں کو آدمیت کے مرتبہ سے گرا ہوا اعتبار کرتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق نہیں دیتی ایسے بہتان سے خدا کی پناہ!۔

اور اگر کہا جائے کہ ہم تو بعض مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنے غلاموں کے ساتھ وہ ایسی ایسی سنگدلی کا معاملہ کیا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں بعض ایسے احمق بھی تو ہیں جو عادل اور مہربان شریعت کے احکام کو چھوڑ کر اپنی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جسکو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی اور نہ شفقت و رحمت اسکی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں۔ تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھکر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے بچے پیدا ہوں۔ بلاشک یہ بیہودہ نتیجہ ہذیانی دلیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقلمند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شایع فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادر الوجود امور پر مبنی نہیں ہوتے بلاشک بعض مہذب و متمدن ممالک میں جو نوکروں اور غلاموں پر ایسی ایسی سنگدلیاں سُنی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور یہ اُنہیں متمدن اور مہذب لوگوں میں شایع ہیں جو انسانی ہمدردی اور شفقت پر حریص ہونے کے دعوے دار کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور اُن کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے برا سمجھنے کی ظاہر وجہ ہو بھی سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش و استقرار اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص بلا دلیل قائم کئے ہوئے محض متعصب اور خود غرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر اعتماد کر کے اسکے خلاف کہیگا تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور اُن کی شریعت پر بدگمانی کر کے غلط اور جھوٹی تہمت لگا کر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے افترا بہتان اور جھوٹ سے پناہ میں رکھے جس سے انسانی شرافت پر بٹہ لگے۔

رہا یہ امر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں اُن میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شرایع کی جانب منسوب کیجاتی ہیں اُن میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے توریت کی بکثرت آیتیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنا لینے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استثناء میں ہے "اور جب تو کسی قریہ کے پاس اُس سے مقاتلہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلا پس اگر وہ قبول کرلے اور تیرے لئے دروازے کھولدے تو جتنے قوم اسمیں ہوں گے وہ

کریں گے اور تیرے غلام ہیں گے تجھے جزیہ دینگے۔ اور سفر عدد سے ماخوذ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے محاربے کے لئے بھیجا تھا تو اُن پر وہ لوگ غالب آئے تھے اور اُن میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور اُن کی عورتوں بچوں اور مواشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ اور قریوں۔ دیہاتوں۔ اور شہروں کو آگ سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ رہنے دیا پھر ہر لڑکے (مذکر بچہ) اور ہر شوہر دیدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رکھنے کا حکم کیا پس اُن لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چھ لاکھ پچھتر ہزار (٦٧٥٠٠٠) بکریاں۔ بہتر ہزار (٧٢٠٠٠) گائیں اکسٹھ ہزار گدھے بتیس ہزار (٣٢٠٠٠) کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تک کہ لڑکوں اور شوہر دیدہ عورتوں کے قتل کئے جانے پر دلالت کرنے کے ساتھ ہی غیر شوہر دیدہ عورتوں کو لونڈی بنا لینے پر بھی دلالت کرتی ہے اور سفر سموئیل میں ہے اور مواعظ کہنے والے داؤد علیہ السلام کے غلام تھے انکو خراج دیتے تھے اور تیموتاؤس کی جانب پولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اُس کی تعلیم پر بہتان نہ باندھا جائے اور جنکے سردار مسلمان ہیں وہ انکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھائی ہیں بلکہ چاہئے کہ اُن کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم دے اور یہی کا وعظ کہہ انتہیٰ۔

اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے مالکوں کو تکلیف دی گئی ہے اگر انکے مالکوں کو اُن کا غلام بنا لینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو انکو انکی اطاعت و خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شریعت سے جو بات معلوم ہوتی ہے اُس کے موافق مکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں کیا جا سکتا جو خدا تعالےٰ کے نزدیک ممقوت و مبغوض ہے۔ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ انپر اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ وہ انکو حقیر نہ سمجھیں اور اُن کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت مسلمانوں کے غلاموں پر اُن کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنائے رکھنے پر مسلمانوں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ سب امور ظاہر ہیں اور ططس کی جانب پولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے" اور غلام اپنے مالکوں سے نیچی سے پیش آئیں انکو تمام چیزوں میں راضی رکھیں اُنکے خلاف کوئی بات نہ کہیں اُنکے ساتھ اچکا پن نہ کریں بلکہ پوری پوری نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آتے رہیں تاکہ وہ ہمارے مخلص یعنی الله کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہیٰ۔ اور یہ نص افادہ میں پہلی نص کے قریب ہی قریب ہے اور اپنے اس قول" انکو تمام چیزوں میں" کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر اسبات کو اور بڑھاتی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب نہیں ہے کیونکہ انہیں وہ قاعدہ ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس غلام پر واجب ہے کہ

خدا کی نافرمانی کے علاوہ اور امور میں اپنے مولےٰ کی اطاعت کیا کرے مگر ہاں جب اُسپر جبر و زبردستی کیجائے اور اُسے قتل وغیرہ کی دہمکی دیجائے تو اسوقت اسبارہ میں اُس کا حکم غیر مملوک اشخاص کا سا ہے یعنے اگر اُنپر ایسی زبردستی کیجائے تو بعض گناہ زبردستی کیوجہ سے اُنکے لیئے مباح ہو جاتے ہیں اور بعض مباح نہیں ہوتے جیسا کہ اس شریعت میں اُسکی تفصیل کی گئی ہے اس موقع پر جو کچھہ مذکور ہوا ہے وہ نص بالا میں اس قول "تمام چیزوں میں" سے جو ظاہری عموم سمجھا جاتا تھا اُسکے موافق بیان کیا گیا لیکن ہاں اگر یوں کہا جائے کہ پولس کے خط میں جو نص موجود ہے اُسکے قول "تمام چیزوں میں" سے جو عموم سمجھا جاتا ہے دوسری نصوص سے اُس کی تخصیص کر لی گئی ہے اور وہ نصوص شریعت عیسوی کیجانب جو کتابیں منسوب کیجاتی ہیں اُن میں اس موقع کے علاوہ اور مواقع میں بھی مذکور ہیں اور پطرس کے پہلے خط کے دوسرے باب میں مذکور ہے اے خادمو پوری ہیبت کے ساتھہ اپنے مالکوں کے لیئے پست ہو جاؤ نہ فقط نیک اور نرمی کرنے والوں ہی کے لیئے بلکہ سختی سے پیش آنے والوں کے لیئے بھی انتہیٰ۔ اور اس نص نے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے غلاموں کو ذکر نہیں کیا بلکہ خادموں کو ذکر کیا ہے لیکن اُس کا قول "مالکوں کے لیئے" یہ قرینہ اس امر کو متعین کرتا ہے کہ خادموں سے غلام ہی مراد ہیں اور اس نص میں اطاعت واجب کی گئی ہے یہاں تک کہ سختی سے پیش آنے والوں کے لیئے بھی اور اگر عناداً اُس قرینہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو ہمیں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لیئے پہلے ہی کی دونوں نص بالکل کافی ہیں۔ پس جب اُس قوم کے لیئے جو شریعت محمدیہ پر غلامی کے بارہ میں اعتراض کرتی تھی امور مذکورۃ الصدر ظاہر ہوئے اور اُنکو اس شریعت میں غلامی کے مشروع ہونے کی حکمت۔ اُسکے حدود اور شریعت کی وہ عنایتیں اور رعایتیں جو اُسنے غلاموں کے ساتھہ مدنظر رکھی ہیں معلوم ہوئیں جنکی وجہ سے غلاموں کی راحت محفوظ رہتی ہے بلکہ کبھی کبھی اُنکو بہتیری نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور جو کہ اُنکی غلامی کی مدت کی کمی کا باعث ہو جاتی ہیں اور اُنہوں نے موسوی وعیسوی شریعت کی اُن نصوص میں بھی غور کیا جو غلامی کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتلاتی ہیں کہ غلامی اِن دونوں شریعتوں میں موجود تھی تو اسوقت وہ کہنے لگے کہ شریعت محمدیہ پر اسبارہ میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اسلیئے کہ وہ عدل کے موافق حکم ہے اسمیں دو ضرروں میں سے ادنےٰ درجہ کا ضرر اختیار کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ عقل کے موافق ہے اور اسمیں شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کی حتی الامکان رعایت مدنظر رکھی گئی ہے اور اسمیں ضرورت کو اُسی کے انداز پر رکھا ہے پس اس بیان کے بعد ہر منصف اور وحی و شرائع کے تصدیق کرنے والے کے لیئے کوئی اعتراض کی گنجایش باقی نہیں رہی۔

رہا دشمنوں کا مال چھین لینا اور اُنپر خراج (ٹیکس) مقرر کرنا سو اسمیں بھی اعتراض وجواب کے اعتبار سے ویسی ہی گفتگو ہو سکتی ہے جو غلامی کے بارہ میں کی گئی اسلیئے اب تطویل کی حاجت نہیں معلوم ہوتی بلکہ غلامی اور جہاد کے مسئلہ کی بابت جو دلائل اور شرائع متقدمہ کی نصوص مذکور ہوئیں وہی کافی ہیں اُنہیں سے اسبارہ خاص میں مستقل گفتگو کرنے سے استغنا ہو جاتا ہے چنانچہ یہ امر سچے طور پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہے۔ خدا اس کی توفیق دے۔ کیونکہ وہی توفیق کا مالک ہے۔

پھر بعد اسکے کہ شریعت محمدیہ میں جہاد مشروع ہوا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھہ محاربہ اور ایسا معاملہ شروع کیا جو خدا نے اِسبارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ اُن میں سے بعضوں کو اُنکی ایذارسانی کے دفع کرنے اور اپنے متبعین

اور دین کی حفاظت و نصرت کی غرض سے قتل کرتے تھے اسلئے کہ یہ تمام اُمور بغیر اُنکے قتل کے پورے نہیں ہو سکتے تھے اور بعضوں کو غلام بنالیتے تھے۔ بعضوں پر خراج (ٹیکس) مقرر کرتے تھے اور آپنے اطاعت کا عہد لیکر اُنکو صاحب ذمہ بنا لیتے تھے اس طرح پر کہ جو حقوق نفع حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہیں اُنکو بھی دئیے جائیں اور جن امور سے مسلمانوں کو ضرر پہونچ سکتا ہے (یعنی خلاف قوانین التعزیرات اسلام کے عمل کرنے کی صورت میں) اور وہ سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اُنہیں امور سے وہ بھی مستحق ضرر و سزا ٹھہریں۔ اور اُن کی حمایت و حفاظت اور اُنکے حقوق کی مراعات و نگہداشت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی تھی۔ جان۔ آبرو اور مال کے اعتبار سے اُن کی ایذا رسانی حرام ہوتی تھی اور آپ اُنپر یہ شرط لگا دیتے تھے کہ شریعت کے چند ایسے احکام کا بھی اتباع کریں جنکے باعث سے دوسروں کے حقوق پر اُن کی افترا پردازی اور تعدی سے حفاظت رہے۔ اور اُنکو اُنکے دین پر رہنے دیتے تھے اور اپنے اعتقاد کے موافق اُنہیں اپنی مذہبی رسمیں ادا کرنے کی عام اجازت ہوتی تھی لیکن ایسے طریق پر جس سے دین محمدی کی شان و شوکت محفوظ رہے اور اُسکے پیروی کرنے والوں کے خیالات کو پراگندگی نہ لاحق ہونے پائے اور اُن کا اخروی اور قیامت کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے تھے اور غلامی یا خراج کو اُسیوقت اُنپر آپ مقرر کرتے تھے جبکہ آپ یہ دیکھ لیتے تھے کہ یہ امر اُن لوگوں کی ایذا رسانی کے دفعیہ کے لئے کافی ہے اور یہ کہ جو کچھ خراج اُنپر مقرر کیا گیا ہے پیروانِ شریعت کے لئے بھی نفع کا باعث ہو گا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ محاربہ کرنے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال کنوئیں پر کے ڈول کی طرح تھا کہ کبھی اُنکے ہاتھ اور کبھی اُنکے ہاتھ یعنے کبھی آپ اُنپر غالب آئے تھے اور کبھی وہ لوگ مسلمانوں پر اور یہ بات خدا کی منجملہ عادات کے ہے کہ اُسے اپنے رسولوں کے بارہ میں برتا کرتا ہے لیکن آخر کار خدا کی جانب سے پوری پوری آپ ہی کی مدد ہوتی تھی اور آپ ہی فتحیاب ہوا کرتے تھے (اور انجام نیک تو متقیوں کے لئے ہے ہی)، یہانتک کہ بہت سے شہروں پر آپ کا تسلط ہو گیا اور متعدد قبائل آپ کی اطاعت میں سرنگوں ہو گئے اور خدا نے اپنے دین کو باقی دینوں پر غالب کر دیا اور وہ برابر غالب رہا اور ہمیشہ رہیگا اور اگر اُسکو سیفی غلبہ کسی زمانے میں نہ بھی ہو تاہم دلیل و برہان اور پختہ عقلوں کے اُسکو مستحسن شمار کرنے کے اعتبار سے تو اُس کا غلبہ کہیں نہیں گیا ہے۔

پھر آپ کے دین کے بعض دشمن قلعوں اور دمدموں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور آپ اُنکے لئے ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے تھے اور اُن کی ہدایت پر حریص ہو کر برابر اُنسے دلائل کے ساتھ مراسلہ کرتے رہتے تھے اور اپنے اتباع کو اُسکی وصیت کیا کرتے تھے کہ ایسے طریق پر جو اُنکے معاملہ میں مشروع ہے جب کبھی موقع اور وقت ملے اُنکو برابر دعوت اسلام کرتے رہیں اُسکو چھوڑیں نہیں۔ اور یہ حکم قیامت تک جاری رہیگا۔

ف

پھر بعض دشمنوں نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ آپ کے دین کے متبع اور پیروانِ دین اور اُسکے نصرت کرنے والوں کی لڑی میں منسلک ہیں اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دلوں میں تکذیب کو چھپائے رکھتے تھے اور اس پر برانگیختہ کرنے والا امر اُنکے لئے یا تو خوف تھا اور یا اُن غنیمتوں کی طمع تھی جو خدا نے آپ کے اور آپ کے اتباع کے ہاتھوں پر فتح کر دی تھیں پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں باوجودیکہ آپ کو اُن کی حقیقت حال اور بدطینتی کی پوری اطلاع تھی تاہم اُنکو اپنے اتباع کے زمرہ میں شمار کر لیتے تھے اور اُنکے مخفی خیالات اور ارادوں کو فاش کر کے اُنہیں رسوا نہ کرتے تھے اور نہ اُنکو ضرر پہونچانا روا رکھتے تھے

ف جو لوگ تکذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے اُنکا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور اُنکی قسمیں اور علامات ۱۲

اِس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شائع کردیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارہ میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور اُنکے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور اُنکو اپنے اغراضِ بد کے لئے مار ڈالا کرتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی جس سے لوگوں کو سنکر نفرت پیدا ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوتے اُنکے ارادے بھی پھر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے نشو ونما کی ابتدائی حالت میں تھا لیکن جب شوکتِ اسلام کو قوت ہوئی اور اُسکے بہت سے مدد کرنے والے ہو گئے اور اُسکا نور چھا گیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہو گئی کہ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خالص شفقت پر مبنی ہے اور ان باطل اشاعات کی کوئی گنجائش نہ رہی تو اسوقت آپ کے مولے و مالک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی فضیحت۔ سرزنش ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو اُنسے اور اُنکے مکر سے ڈرایا کریں پھر اسکے بعد یہ لوگ منقسم ہو کر دو فرقے بنگئے بعض نے تو جب اہل دین سے مخالطت کی اور اس پاک اور عادل بعثت کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور اُنہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور ادنےٰ درجہ کی عادات و رسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو اُنکی نیت خالص اور دل صاف ہو گیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان لائے تھے لیکن پھر حقیقی مومن بنگئے اور پھر اُنکا شمار بھی بہترین اتباع اور بڑے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا گھونٹ پی پی کر اپنے نفاق پر جمے ہی رہے اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو تلوار کی دہار سے بچا بھی لیا تو کیا ہوا آخرت میں اُن کو دردناک عذاب اُٹھانا ہی پڑیگا۔

اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو اُنکے نفاق کا عنوان اور فرومائگی کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جاوے تو خیانت کرے۔ خدا تعالےٰ سے ہم دین۔ دنیا۔ آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب خدا تعالےٰ اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی متواتر سنت سے جسکی اُسنے اپنے رسول پاک کیجانب وحی کی تہی اپنے دین کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا (خدا آپ کو آپ کی شان کے مناسب ہماری جانب سے جزائے خیر دے) تو اُس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے رفیق اعلےٰ کو اختیار کر لیا۔ خدائے سبحانہ نے اپنے دین کو پورا کرکے ہمارے اوپر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو بہت بڑی بزرگی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اُسنے اپنے باکمال رسول پر اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو نازل فرمایا (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً) یعنے آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور کتنا ذی فضل احسان ہے پس ہم اسکے عطا کرنے والے خدائے پاک کی حمد اور اُسکا شکر کرتے ہیں جیسی حمد و شکر کا وہ مستحق ہے اور سارے محامد اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہیں جسنے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ ہمکو ہدایت نکرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیتا تھا جیسا اس بات کو آپ کے صدیق ابو بکر اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گئے اور رونے لگے کیونکہ نور بصیرت سے اُنکے لئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا (اور مومن خدا کے نور سے دیکھا کرتا ہی ہے) کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھیجا جانا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا پس جب

ف دینِ اسلام کے مکمل ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار البقا کیجانب انتقال فرمانا اور اسکی حکمت ۱۲

دین کامل ہوچکا تو بعد اسکے دار فنا رسے دار بقا کیجانب کہ وہی دار قرار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے سوا
اور کیا رہگیا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے خوشی خوشی تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ آپ نے راہ راست دکھلا دی
جو کچھ خدا کے پاس سے لائے تھے سب اسکے بندوں کو آپ نے پہونچا دیا برابر امت کی خیر خواہی میں رہے انکو ایسے روشن
راستہ پہ چھوڑ کر گئے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے انکے دلوں میں اپنی ایسی محبت جاگزین کر گئے ہیں جسکو کبھی کہنگی عارض
ہی نہ ہو اور ایسی الفت جو کبھی نہ جائے ان لوگوں کی روحیں بھی آپ پر فدا ہیں ہر ہر زبان آپ کی حمد و شکر کی ثنا خواں ہے
پس خدا تعالیٰ آپ کو تمام امت کی جانب سے جزائے خیر دے اور آپ کو وسیلہ اور درجہ رفیع و عالی دار البقا میں عنایت فرمائے
اور آپ کے مولے سبحانہ کیجانب سے آپ پہ اور آپ کے ذی کرامت کنبہ والوں پہ جو کہ ہدایت کے انوار ہیں اور آپ کے
ذی عظمت اصحاب پر جو کہ تاریکی کے چراغ ہیں اشرف صلوات اور ازکی تحیات جب تک رات و دن آتے جاتے رہیں اور لیل و
نہار کا دورہ ہوتا رہے نازل ہوا کریں۔ اللہم آمین

ف اور چونکہ یہاں پر آکر ہمارا اصل کلام ختم ہوا اور خدا نے بقدر امکان دین اسلام کی حقیقت اور حقانیت کے بیان کرنے میں ہمکو سہائی
عنایت فرمائی اسلئے ہمیں مناسب ہے کہ ہم اپنے آخری کلام میں ایک خاتمہ اور ایک تنبیہ لکھیں خدا ہی توفیق دینے والا ہے
خاتمہ تو اس امر کی تحقیق میں ہے کہ دین محمدی اپنے عقائد (کہ جنکو اصول کہتے ہیں) اور احکام سمیت (جنکا کہ نام فروع ہے)
قرآن شریف اور ان احادیث نبویہ سے ماخوذ ہے جو ہمارے پیشوا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان اصول و فروع
میں سے کوئی شئے ان دونوں ماخذوں سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ دونوں ماخذ بلاشک دین کے پورے پورے متکفل
ہیں اور دلیل اس کی وہی آیت ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں دین محمدی کے کامل ہونے کی تصریح کرتی
ہے اور عقائد اگرچہ شمار میں آسکتے ہیں کہ الفاظ سے ان کا صراحتاً یا قریب قریب صراحت کے بیان کر دیا جائے لیکن فروع اسقدر ہیں کہ
اگر صراحتاً یا قریب قریب صراحت کے الفاظ سے انکو بتا دینے کا ارادہ کیا جائے تو اسقدر الفاظ کی حاجت پڑیگی جس سے جلدیں کی جلدیں ہیچ ہو جائینگی اور اسکے ثبوت میں ہیچ کیا کم
ہے کہ نئے نئے حوادثات زمانیہ کے آنے سے فروع بھی نئے نئے ہو جاتے ہیں پس قرآن شریف اور احادیث کریمہ نے
بقدر کفایت عقائد اور بہتیری فروع کی تصریح کر دی ہے اور کچھ قواعد کلیہ و ضوابط بتلائے ہیں جو فروع و مسائل کے جم
غفیر کو مشتمل ہیں یا ان میں سے بہتیرے امور پر اشارتاً یا کنایتاً دلالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ دین
محمدی میں جتنی چیزوں کی حاجت ہے قرآن اور احادیث میں صراحتاً یا کنایتاً اور اشارتاً سب کی سب موجود ہیں اور چونکہ ان سب کا
سمجھ لینا امت میں سے ہر شخص کا کام نہیں اسلئے خدائے تعالیٰ نے ان دونوں عظیم اصلوں سے احکام کے نکال
لینے اور عام امت کے لئے شایع کر دینے کے لئے دو اور طریقے مشروع کئے ہیں چنانچہ ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ امت
محمدیہ کا کسی امر پر اجماع و اتفاق کر لینا ہے یعنے ان لوگوں کا اجماع کر لینا جو دین کی کافی معرفت اور شناسائی رکھتے ہیں کیونکہ انکا
اجماع خطا سے محفوظ اور معصوم قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ سوائے ایسے امر کے جس کو انہوں نے نصوص قرآن اور
احادیث سے سمجھ لیا ہوگا اور کسی امر پر ہرگز اجماع نہ کرینگے اگرچہ انہوں نے اپنے ماخذ کی تصریح نہ کی ہو اور دوسرا طریق ایسے شخص
کا اجتہاد ہے جس کو خدا نے دین میں فہم سدید عنایت کی ہو اور قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم کے احکام کی سمجھ عطا فرمائی ہو پس خدا

ف خاتمہ اس بات کے بیان میں کہ دین اسلام کا ماخذ قرآن و حدیث ہے اور اجماع و اجتہاد ... تنبیہ

تعالیٰ نے ایسے شخص کو اجتہاد کی اجازت دی ہے جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا ہو اور یہ منصب ایسے لوگوں کو عطا فرمایا ہے جن کا فضل امت میں ظاہر ہو چکا ہو پس امت نے ان دونوں ماخذوں (قرآن اور احادیث) سے انہیں دونوں طریقوں کے ذریعہ سے احکام استنباط کرنا شروع کئے یہاں تک کہ احکام دین کی تصریح سے اُنکے لئے احکام اجتہادیہ ہی کافی ہو گئے اور اُن کو اپنی عبادات۔ معاملات۔ آداب و حدود میں جتنی چیزیں لازم تھیں سب دستیاب ہو گئیں۔ پھر علمار امت نے اُن صفات سے بحث کی ہے جنکا وجود ایسے شخص (مجتہد) میں ضروری ہے اور جن کی وجہ سے وہ اجتہاد اور قرآن و احادیث سے احکام استنباط کرنے کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے پس انہوں نے اُن کو اُن شرائط میں منحصر پایا جنکا آگے بیان ہوتا ہے۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ شخص قرآن شریف کے علم پر حاوی ہو اس طرح پر کہ اُسکے لغوی اور شرعی معانی سے واقف ہو۔ لغوی معانی سے تو اس طرح پر کہ (الفاظ) مفردات اور مرکبات کے معانی اور اُن کی خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا ہو جو اُن میں معانی کے سمجھنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہوں۔ اور اسکے لئے کئی علموں کی حاجت ہوگی۔ اول تو علم لغت کی جس سے وہ معانی معلوم ہوں گے جنکے لئے عربی لغت کے (جسمیں کہ قرآن نازل ہوا ہے) الفاظ مفردہ وضع کئے گئے ہیں۔

دوسرے علم صرف کی جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کی بنار اور اُنکے صیغوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔

تیسرے علم نحو جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کے وہ حالات جو مرکب ہونے کے وقت اُنکو لاحق ہوا کرتے ہیں اور نیز اسوقت اُن کے مبنی اور معرب ہونے کی کیفیت اور اُنکے ایسے معانی پر دلالت کرنے کا حال جو ترکیب سے پیدا ہو جایا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے علم معانی جس سے کلام عربی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جنسے وہ کلام مقتضائے حال (یعنی موقع و محل کے مقتضا) کے مطابق ہوتا ہے۔

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ تعمیم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو اُسنے پڑھ لکھکر حاصل کیا ہو یا اپنے سلیقہ سے اُنسے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سو اس طرح پر ہے کہ اُن معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں مؤثر ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جاء احد منکم من الغائط) میں یہ جانتا ہو کہ غائط سے مراد حدث ہے (یعنی بدن سے کسی نجاست کا نکلنا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے نجاست کا نکلنا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنے خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ صریح۔ کنایہ۔ ظاہر۔ نص۔ خفی۔ مشکل۔ متشابہ۔ دال بعبارتہ۔ دال باشارتہ۔ دال بدلالتہ۔ دال باقتضائہ۔ مفہوم معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اسکے علاوہ وہ امور جنکا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم دینیہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض جاننا ہی کافی نہیں بلکہ اُس کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں شئے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

ملہ غائط لغت میں اُس میدان کو کہتے ہیں جو پست ہو اور اس سے پاخانہ سے کنایہ کیا جاتا ہے اسلئے کہ اکثر پست زمین میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے ہیں ۱۲ کما فی منتہی الارب۔

وغیرہ وغیرہ۔
اور یہ اخیر (یعنی ناسخ ومنسوخ کا جاننا) نصوص کے نزول کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے اس طرح پر کہ فلاں نص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اُسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغائر اور اُنکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت اُنکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ زبانی یاد ہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اُسیقدر ہے جس کو معرفتِ احکام سے تعلق ہے۔
اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اِس قدر احادیث سے واقف ہو جسقدر کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اِس طرح پر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی اُنکے لغوی اور شرعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور اُنکے خاص و عام وغیرہ اقسام کو پہچانتا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔
اور اُن احادیث کی سند کا بھی علم رکھتا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہونچنے کا طریق ہے خواہ وہ تواتر[1] ہو یا مشہور[2] ہو یا آحاد[3] ہو اور اسمیں حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مندرج ہو جائیگی۔ کہ وہ معدل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے اسمیں صحیح تاریخ سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مجتہدین کے مابین ایک طویل زمانہ حائل ہو گیا اسلئے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھہریگا پس اُن ائمہ کی تعدیل اور تجریح پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مانے گئے ہیں اور اُن پر اسبارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔
اجتہاد کی تیسری شرط وجوہ قیاس کو جاننا ہے یعنے اُس طریق کو جسکے ذریعہ سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان طریقوں کے شرائط۔ اُنکے احکام اقسام اور یہ کہ اُن میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردود ان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اُن مسائل کو جانتا ہو جنپر اُن علماء اسلام کا اجماع ہو گیا ہے جنکا اجماع معتبر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں اُنکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہئیے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ پس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اُسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اُسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

---

[1] تواتر سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عادتاً محال سمجھتی ہو

[2] مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حد تواتر کو تو نہ پہونچی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہوئے ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہے ہوں۔

[3] آحاد سے مراد یہ ہے کہ اُس حدیث کی سند میں تواتر کے شروط نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر خبر آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری عزیز جس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں۔ تیسری قسم غریب ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہگیا ہو ۱۲ نخبۃ الفکر۔

عمل کرنا جائز ہے۔

پھر علماء اہل سنت نے اس بات پر اعتماد کیا ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں خدا کے نزدیک حق ایک ہی امر ہے اور بعد اسکے کہ مجتہد نے حق کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کرلی ہے اگر حق تک اسکی رسائی ہوجائے تو اسے دو اجر ملتے ہیں۔ اور اگر پوری کوشش صرف کرنے کے بعد بھی وہ حق سے چوک جائے تو وہ معذور ہے اور اسے اپنی کوشش اور محنت کا اجر ملیگا اسلئے کہ اسکے ذمہ صرف اپنی کوشش کو صرف کرنا تھا سو وہ کرچکا اور چونکہ امر حق کی دلیل خفی تھی اسلئے وہاں تک اسکی رسائی نہ ہوسکی ہاں اگر امر صواب تک پہونچانے والی دلیل ظاہر ہو لیکن مجتہد اپنی کوتاہی اور تقصیر اور اجتہاد میں کوشش و مبالغہ نہ کرنے کی وجہ سے امر صواب تک نہ پہونچ سکا تب البتہ مستحق عتاب ہے اور بعض سلف سے جو انہیں ایک دوسرے پر مسائل اجتہادیہ میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بات پر مبنی ہے کہ طعن کرنے والے کے گمان میں طریق صواب ظاہر تھا اور یہ سب کچھ مسائل فرعیہ کے باب میں ہے اسلئے کہ ان میں غلبۂ ظن کافی ہوتا ہے اور عمل کرنے کے لئے اسی کا حاصل ہوجانا مقصود ہے رہا اصول وعقائد میں اجتہاد کرنا تو انمیں خطا کرنے والا یا تو بدعتی قرار دیا جائیگا یا وہ گمراہ سمجھا جائیگا یا وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ عقائد کے باب میں مطلوب ہوتا ہے کہ قطعی دلیلوں سے یقینی علم حاصل ہوجائے نہ کہ صرف ظنی۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو استدلال پر قادر ہو اگرچہ وہ دلیل اجمالی ہی سے کیوں نہ استدلال کرسکتا ہو جب کسی عقیدہ میں کسی دوسرے کی تقلید کرلیگا تو استدلال کے ترک کرنے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگا اگرچہ یہ دوسرا شخص جس کی اسنے عقیدہ میں تقلید کی ہے امام ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کسی عقیدہ کی قطعی دلیل موافق قواعد شرعیہ کے موجود ہے چاہے وہ اجمالی ہی دلیل کیوں نہ ہو تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ محض دوسروں کی تقلید میں اس عقیدہ کے خلاف کہنے لگے اور اپنی قطعی دلیل کے مقتضا کو چھوڑ دے پس اس موقع سے آپ کو ان لوگوں سے نہایت تعجب معلوم ہوگا جو بلا کسی یقینی دلیل کے بہت سی باتیں محض اسوجہ سے یقین کرلیتے ہیں کہ علم افلاک کے فلاں جاننے والے علم جیالوجی کے فلاں جاننے والے نے یوں کہا ہے باوجودیکہ یہ باتیں عقیدہ اسلامیہ یا متواتر نص شرعی کے ظاہر کی مصادم و مخالف ہوتی ہیں ایسے رسوا کرنے والے جہل سے خدا کی پناہ۔ ہاں جب اس مخالف کا قول ہمارے نزدیک قطعی دلیل سے ثابت ہوجائے تو اسوقت بیشک ہمارے ذمہ تاویل کرکے دونوں میں تطبیق دینا ضروری ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ (یہ جو کچھ گفتگو اجتہاد پر کیگئی یہ سب کی سب اجتہاد مطلق کے بارہ میں ہے اور یہ مضمون تنقیح اور اس کے حواشی سے ماخوذ ہے اور اسکے ساتھ بغرض توضیح کچھ میں نے بڑھا دیا ہے۔ رہا اجتہاد مقید یعنی کسی خاص مسئلہ میں اجتہاد کرنا سو اسمیں یہ گفتگو نہیں ہے)۔

ف

اور اسی مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف مذاہب[۱] کی کیا وجہ ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا کچھ لوگ امام احمد

---

[۱] دین اس طریق کو کہتے ہیں جو اصول کے لحاظ سے قایم کیا جائے اور کسی دین میں جو فروع کے اعتبار سے طریق قایم کرلیا جائے اسے مذہب کہتے ہیں پس حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان سب کا دین ایک ہی ہے یعنے اسلام اور مذاہب مختلف ہیں۔ اور کبھی لفظ مذہب دین کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۲

بن حنبل کا (رضی اللہ عنہم وارضاہم)[عہ] اور وجہ یہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک ایسے درجہ پر پہونچگیا تھا کہ وہ مطلق اجتہاد کر سکے اور شریعت محمدیہ کی نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے جہاں تک کہ اُس کا اجتہاد پہونچے اور جہاں تک کہ اُسکے کمال علمی اور استعداد سے اسکو رسائی حاصل ہو اُسکے موافق احکام استنباط کیا کرے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ اُن میں سے ہر ایک ٹھیک طریقہ پر چلتا تھا اور امر صواب کے دریافت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیتا تھا۔

پس اِن ائمہ کے اتباع کرنے والے اُن مسائل پر عمل کرکے اُن کی تقلید کرتے ہیں جو ان ائمہ نے استنباط کئے اور شریعت سے سمجھے ہیں۔ اور وہ اس تقلید میں خدا کے نزدیک ضرور نجات پانے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجتہدین کو اجتہاد کرنے کی اور مقلدین کو تقلید کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون)[عہ] اور مجتہدین ہی ایسے لوگ ہیں جنکی بات پختہ ہوتی ہے اور دین میں معرفت رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی مقلد سے اُس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جائیگا جو اُسکے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا کے نزدیک اُس کو نجات ملیگی کیونکہ اُسنے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہے جسمیں اجتہاد کی پوری پوری شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور ابتدائے اسلام میں ان چار مجتہدوں کے علاوہ جنکا ابھی ذکر ہوا صحابہ، تابعین اور اُسکے بعد کے لوگوں میں سے بہت سے مجتہد تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) لیکن اُنکے اسقدر پیروی کرنے والے نہ ہوئے جو اُنکے اقوال کو بطریق تواتر یا اور کسی صحیح طریق پر جس پر وثوق کیا جاسکے نقل کرتے اسلئے اُنکے مذاہب صفحۂ عالم سے مٹگئے باقی رہے یہ چاروں مجتہد سو بتوفیق خداوندی اُنکے پیروی کرنے والے علمائے اعلام ہوئے جنھوں نے اُنکے اقوال کو اس زمانہ تک بطریق تواتر یا ایسے طریق پر جس پر وثوق ہو سکے نقل کیا اُنکو یاد رکھا اور کتابوں میں اُنکو مدون کر دیا گروہ کے گروہ نے یکے بعد دیگرے۔ بعض نے بعض سے بالمشافہ اور بذریعہ درس و تدریس کے اُنکے مسائل کو حاصل کیا۔ اسیوجہ سے اُنکے مذاہب باقی رہے اور آج تک اُنکے پیروی کرنے والے پائے جاتے ہیں اور ان مقلدین میں سے ہر فریق دوسرے فریق کو طعن نہیں کرتا اور نہ اُنکو گمراہ و فاسق کہتا ہے۔ اور ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اماموں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور کسی کی تقلید کرنے کے بعد بھی اُسے جائز ہے کہ ایک امام کی تقلید چھوڑکر انھیں میں سے کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے لگے اور یہ امر اُسکے دین میں معیوب نہ شمار کیا جائیگا۔ جبکہ یہ انتقال اور ایک امام کو چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کرنے لگنا کسی صحیح شرعی غرض سے ہو مسلمانوں کے احوال پر جو کہ اِن اماموں کے پیرو ہیں اطلاع رکھنے والا جن امور کا مشاہدہ کرتا ہے اُنسے یہ باتیں بالکل ظاہر ہوجاتی ہیں چونکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب آپسمیں شادی بیاہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کا آدمی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی عورت لے آتا ہے یا اسکے بالعکس ہوتا ہے اُن سب کی مسجدیں بھی ایک ہوتی ہیں اُن کا خلیفہ بھی ایک ہے ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اُن میں باہم کوئی ایسی شئے نہیں معلوم ہوتی جس سے ذرا بھی عداوت یا طعن سمجھا جاتا ہو۔ اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ حنفی شافعی بنجاتا ہے اور کبھی بالعکس بھی ہوتا ہے۔ غایت سے غایت یہ ہے کہ ہر متبع اپنے امام کے مذہب کی رعایت

عہ خدا اُنسے خوش رہے اور اُنہیں بھی خوش کردے ۱۲

عہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تو ایسے لوگوں سے پوچھ لو جنکی بات پختہ ہوتی ہے ۱۲

کرتاہے جس کی پیروی اسنے اختیار کیلی ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے اور دوسروں پر جو ان مذاہب میں سے اپنے امام کے مذہب پر عمل کرتے ہیں انکار نہیں کرتا پس چاروں مذہب کے اعتبار سے جو مسلمانوں میں شایع ہیں اُن کی مذکورہ حالت سے اور یہ ایسی حالت ہے کہ انکا اصول شریعت پر پورے طور سے منطبق ہوجاتی ہے جو اسبات کو نہ جانتا ہو وہ اب اسے خوب طرح جان لے۔

پھر جب شرائط سابق الذکر میں غور کیا جاتا ہے جنکا موجود ہونا کسی شخص کے مجتہد ہونے اور مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جانے کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ شرعی احکام کے استنباط کرنے کے لایق سمجھا جاسکے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو اُن سب شرائط کا لوگوں میں مجتمع ہوکر پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور آیندہ زمانہ میں بھی رہیگا لیکن بعض علمار اعلام اسبات کے قائل ہوگئے ہیں جیسا کہ علما حنفیہ سے منقول ہے کہ چارسو ہجری (علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) سے اجتہاد کا (یعنی اجتہاد مطلق کا) دروازہ بند ہوگیا۔

اور کیا اوقات بعض لوگوں کے خیال میں یہ آتا ہے کہ ان علمار کا یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کیونکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جب تک یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا مجتمع ہوکر کسی شخص میں پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور آیندہ بھی رہیگا تو اس امر سے کونسا مانع ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد جامع شروط مذکورہ پایا جاوے حتیٰ کہ زمانہ موجودہ میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علما، کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق عین حکمت، اور مقتضائے مصلحت دینیہ ہے اور یہ قول اُن علمار کی باریک بینی۔ دقت نظری) اور زمانہ اور انقلابات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں جو خداوندی اسرار ہیں اُن کی واقفیت پر مبنی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ یہ علمار جو چوتھی صدی ہجری سے باب اجتہاد کے مسدود ہونے کے قائل ہیں انہوں نے قرون ثلثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات) میں غور کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانہ تبع تابعین کے لوگ ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ ازمنہ ثلثہ کے لوگ بتوفیق الٰہی علوم شریعت کی تحصیل پر پورے طور سے جھک پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حاصل کرنے پر بڑے حریص تھے قرآن کریم اور جو تفسیریں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں انسے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاوائے صحابہ وغیرہ سے انہوں نے بخوبی واقفیت بہم پہونچائی تھی اور انکے احکام کے مستنبط کرنے میں وہ جان توڑکر سعی کرتے تھے۔ علاوہ بریں اسی قبیل کے اور امور میں بھی انہوں نے اپنی کوشش کو صرف کیا تھا جسکی وجہ سے اس زمانہ کے علمار اس لایق ہوگئے کہ اُن میں سے بہتیرے مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ اُن کا زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بہت قریب تھا یا اگر دیکھنے والوں کے یا آپکے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں کے زمانہ کے قریب ہو۔ اور یہ خدا تعالےٰ کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اسنے اس زمانہ کے لوگوں کو اس قابل بنا دیا کیونکہ دین کے بارہ میں جتنی چیزوں کی حاجت ہوسکتی تھی سب کی سب اُسی زمانہ میں مکمل اور تام ہوگئیں چنانچہ قرآن شریف جمع کرلیا گیا اُسے بہتیرے لوگوں نے یاد کرلیا کسی قسم کی تبدیل وتغییر کی گنجایش باقی نہیں رکھی گئی تمام فریبوں سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہوگیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں مدون کردی گئیں انکی تحصیل میں دور دراز ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علمائے امت میں سے جنمیں اجتہاد کی قابلیت تھی وہ ان دونوں عظیم اصلوں (قرآن وحدیث) سے احکام استنباط کرنے پر ہمہ تن جھک پڑے یہاں تک کہ اس میں انہوں نے اپنی پوری کوشش صرف کردی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدہ نادر امر کے

جسکے وقوع کا اتفاق قوموں کی قوموں میں کہیں اتفاقی طور پر ہو سکتا ہے کوئی شے باقی نہیں ہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق پر دین کا کام پورا ہو گیا اور یہ ساری کارروائی قرون ثلثہ میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہگیا کہ وہ انہیں احکام کو مدون کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو وہی احکام پہونچا دیں۔

پھر اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم دینیہ کی تحصیل کا ذوق و شوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا اسمیں کمی شروع ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی ہمتوں میں فتور آنا شروع ہوا اور دن بدن اس فتور میں زیادتی ہی ہوتی گئی یہانتک کہ پچھلے زمانوں میں یہ فتور اپنی انتہا کو پہونچگیا۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت رکھتا ہوگا وہ اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا چنانچہ آجکل کے بڑے سے بڑے علما کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا بھی ہے تو اور دوسرے علموں میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر نہیں تو پھر بتلائیے کہ وہ علما میں سے کون شخص ہے جسے ہم ان ایام میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کر سکتے ہوں یعنی وہ قرآن کے معانی نحویہ اور شرعیہ کی معرفت بھی رکھتا ہو علوم عربیہ نحو۔ صرف۔ معانی بیان وغیرہ کا بھی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن شریف میں کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے اور اسمیں کون ناسخ کون منسوخ ہے اور وجوہ قیاس بھی اُسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہو چکا ہے انکی بھی اسے خبر ہو اور احادیث نبویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو جیسا کہ مجتہد کی شرطوں کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا مدعی ہو تو اُسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے ۵

	کل من یدعی بما لیس فیہ *		کذبتہ شواھد الامتحان	

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہوگا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے۔ ابو یوسف۔ محمد۔ زفر۔ حسن۔ رضی اللہ عنہم کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد مطلق کا دعوے نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرمائیگا خصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شروح اور کتب اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبہ اجتہاد کے لئے رکن اعظم ہیں بکثرت ملتی ہیں پس اس سے کونسا امر مانع ہے کہ اس زمانہ میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہو جائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کرے اور یہی علوم جو مرتبہ اجتہاد کے رکن اعظم ہیں انکے لئے یہ کتابیں پوری کفیل ہیں اور اس بنا پر تو ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی بہ نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے لیکن در سفینہ نہ در سینہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اُسکے سینہ ہی میں موجود ہو لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ اُن میں سے ہر شے کے مرجع اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی علم کا مرجع اور اسکی اصل اُسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہانتک کہ حاجت کے وقت بلا تکلف اُس کیجانب مراجعت کر سکے اور اگر انصاف سے

۵ ترجمہ۔ ہر وہ شخص جو اپنی نسبت کسی ایسے وصف کا دعوے کرے جو اسمیں نہو تو شواھد امتحان اسکی تکذیب کرینگے ۱۲ مترجم

دیکھا جاوے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا بھی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ بھلا بتلا یئے وہ کون شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کرکے ہر ہر حکم کے استنباط کرنے کے لئے مستعد ہو اور ان کتابوں میں سے ہر ہر حکم کے مرجع کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح پر کہ اسکے ذریعہ سے اُسے ہر ناسخ و منسوخ آیت اور ہر ناسخ و منسوخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور تواتر و مشہوریت اور آحاد وغیرہ مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ اُن امور سے بھی واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے باب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قائل ہیں انکے قول کی صحت پر براہین قایم کرنا تو طوالت طلب ہے اسکے لئے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے

لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحاج کا کلام جو میں نے مدخل میں دیکھا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی اور ہر منصف شخص کو جو عناد سے بری ہو تسکین حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ مختصر کر لیا ہے علامۂ موصوف (رحمۃ اللہ تعالےٰ وارضاہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الحدیث) پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں مذکورہ زمانے کے لوگوں کے بارہ میں ہے یعنے اُنکے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے ورنہ اُن میں ایسے فرقہ کے لوگ بھی تھے جنکی پیروی نہیں کیجا سکتی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامۂ موصوف نے کہا ہے) اور شارع علیہ السلام کی حکمت کو دیکھو کہ اوروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتیروں میں خیر و برکت پائی جائے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں ایسی فضیلت موجود ہے کہ انہیں اور زمانہ کے لوگ اُنکی برابری نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکو اعلاء کلمۃ اللہ اور اپنے دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ بھی خدا نے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص اُنکی (صحابہ رضی اللہ عنہم) گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُنکو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ بتازہ نازل ہونے کا مشاہدہ کرتے تھے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوا کرتی تھیں انکو برابر یاد کرتے جاتے تھے اس طور پر خدا نے انکو اسکا قابل کر دیا تھا کہ انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف بھی اُس سے ضائع نہیں ہونے پایا پس انہوں نے قرآن کو یکجا کر دیا اور اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کر گئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور جیسا کہ چاہیئے تھا انہوں نے انکو خطا، غلطی، سہو اور غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک کوشش کیگئی کہ امام مالک رح کو جب کسی حدیث میں شک ہو جاتا تھا تو وہ اُسکو قطعاً ترک کر دیتے تھے اور پھر کبھی بیان نہ کرتے تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں پھر جب اُنکی یہ حالت تھی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ)

ف علامہ ابن الحاج کی کلام کہ چوتھی صدی سے باب اجتہاد مسدود ہو جانے کی بابت نقل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے قرون ثلثہ کی فضیلت ثابت ہونا ۱۲

عہ تمام زمانوں کے لوگوں سے بہتر زمانہ کے لوگ بہتر ہیں پھر انکے بعد والے پھر انکے بعد والے ۱۲ مترجم عہ صحابی اُن مسلمانوں کا لقب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے ہیں اور صحابی کے دیکھنے والے مسلمان تابعی کہلاتے ہیں اور تابعی کے دیکھنے والے مسلمان تبع تابعی کہلاتے ہیں ۱۲ مترجم

کی نسبت آپ کیا خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر وہی لوگ پائے جاتے ہیں اور ضبط وحفظ کے لحاظ سے تو ان کی تعریف کا احاطہ ہی ممکن نہیں اسکو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے انکو جزائے خیر دے ہمیں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوت اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے انکو دلیل سے دفع کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسیکی پیروی کرنا چاہے اُسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی کرنا چاہئے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں ان کا دل سب سے زیادہ پاک تھا ان کا علم سب سے زیادہ عمیق تھا اُن میں تکلف سب سے کم تھا انکی خصلتیں نہایت استوار تھیں انکا حال سب سے بہتر تھا خدا نے انکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے انکے فضل کو پہچانو اور انکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ راہ راست پر تھے انتہی۔ پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو انکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تھیں انکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض نے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب وتحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ طے کی اور امر شریعت کو نہایت کامل طور پر منضبط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں ہوں مجھسے پوچھ لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترجمان قرآن ہیں پس جو شخص ایسے ایسے لوگوں سے ملا ہو سمجھ لیجئے کہ اسکا علم وعمل کیسا کچھ ہوگا اس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کی اقامت اور نیز اس اعتبار سے قرن ثانی والوں کو بھی فضیلت کا وافر حصہ ملا کہ انہوں نے صاحب شریعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر ٹھیرے پھر انکے جانشین انکے اتباع کرنے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں ان میں بڑے بڑے فقہاء پیدا ہوئے جنکی کہ لوگ تقلید کیا کرتے تھے اور واقعات میں انہیں کیجانب رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تھے پس انہوں نے قرآن کو بحمد اللہ مجتمع پایا جس سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں بھی انکو منضبط اور محفوظ ملیں پھر انہوں نے جو حدیثیں متفرق تھیں جمع کیا اور قواعد شرعیہ کے موافق قرآن اور احادیث میں احکام کی جستجو اور دیکھ بھال کرنے لگے قرآن واحادیث کے فوائد انہوں نے اخذ کئے اور ایسے قواعد اور احکام کو مستنبط کیا انکو عقلی اور نقلی طور پر بیان کیا انہیں کتابوں میں مدون کرکے لوگوں کے لئے کر دی۔ فروع کو اصول سے استخراج کرکے اور فرع کو اسکی اصل کی طرف راجع کرکے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو فرع سے متمیز کر دکھایا۔ پس دینی حالت نہایت منتظم اور باقاعدہ ہوگئی اور انکے سبب سے امت محمدیہ کے لئے دین میں خیر عظیم قرار پکڑ لیا پس۔ ان لوگوں کو بھی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہوگئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاقی ہوئے اور باوجود اسکے ان لوگوں نے یہ بھی کیا کہ اپنے لوگوں کے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جسمیں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہوں پس جو انکے بعد آئے گئے وہ باعتبار غالب انہیں کے مقلد اور تابع رہے اگر انکے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر قاعدہ انکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قابل رد ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر

ہیں اُن میں سے کسی میں کمی بیشی کریں تو وہ بالاجماع قابل رد ہے باقی رہے وہ فوائد جو اُنکے بعد والوں نے استخراج کیے ہیں اور وہ احکام کے متعلق نہیں ہیں تو وہ سب مقبول ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے بارہ میں فرمایا ہے (اُسکے عجائب[عہ] ختم نہ ہوں گے اور وہ بکثرت پھیر پھیر کرنے پر بھی پرانا نہ ہوگا) یعنے بار بار پڑھنے سے اُسکا لطف جائیگا نہیں بلکہ ہر بار نیا لطف آئیگا پس قرآن اور حدیث کے عجائب قیامت تک ختم نہ ہوں گے ہر زمانہ کے لوگ ضرور اُس سے اُن فوائد کثیرہ کو حاصل کرتے رہیں گے جو خداوند تعالے نے اُن میں مخصوص کر دیئے ہیں اور جنپر کہ انکو مشتمل کیا ہے تاکہ اس امت کی برکت قیامت تک مستمر رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (میری امت[عہ] بارش کے مثل ہے یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ انمیں سے کون زیادہ نافع ہے پہلی یا پچھلی) یعنی خیر وبرکت وعطائے اللہ اور احکام کے بیان کرنے کے اعتبار سے نہ یہ کہ وہ احکام میں سے کوئی نیا حکم نکالیں گے۔ ہاں اگر کوئی نادر الوقوع واقعہ ہو جو ان مجتہدین پیشین کے زمانہ میں قول وفعل بیان کسی اعتبار سے کبھی پیش ہی نہیں آیا پس اسوقت یہ واجب ہوگا کہ اُنکے صریحی بیان کردہ قواعد کے موافق جو اُنسے ثابت ہیں اور جنھیں کہ انہوں نے احکام میں برتا ہے اُس واقعہ کے حکم میں غور کیا جائیگا پس اگر یہ حکم اُنکے مقرر کردہ اصول کے موافق ہوگا تو البتہ مقبول شمار کیا جائیگا پھر جب وہ بھی پاک نفسی کے ساتھ اپنے راستے چلے گئے اور اُنکے بعد والے آئے تو اُنہیں دین میں کوئی ایسا کام نہ ملا جسکی درستی میں وہ مشغول ہوتے اور اُنکو اُسکے ساتھ اختصاص ہوتا بلکہ انہوں نے دین کے کام کو نہایت ہی کامل حالت پر پایا پس سوائے اسکے اور کوئی امر باقی نہ رہا کہ جو کچھ پہلے لوگ مدون مستنبط اور مستخرج کر گئے تھے اور جو کچھ وہ فوائد بتلا گئے تھے اُسکی حفاظت کیجائے پس اسیوجہ سے دین کی اقامت انہیں قرون ثلثہ کے ساتھ مختص کیگئی جنکا کہ حدیث میں ذکر ہے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی چنانچہ اسیواسطے قرون ثلثہ کے لوگ اپنے بعد والوں سے بہتر ٹھیرے اور اُنکے بعد والوں کو دینی بھلائی اور بہتری اسوقت تک کبھی نہیں حاصل ہوسکتی جب تک کہ وہ انہیں قرون ثلثہ کا اتباع نہ کریں جنکے لیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دی ہے اسی باعث سے اُنکے بعد والے اُنکے ہم پلہ نہیں ہوسکتے اور نہ اُنکی نیکیاں اس پایہ کی ہوسکتی ہیں۔ پس آپکے قول (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم) کا مطلب ظاہر ہوگیا۔ علامہ ابن حاج کا کلام جو انہوں نے اپنی کتاب المدخل میں لکھا تھا یہاں تک ختم ہوگیا

اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس جلیل القدر عالم کے کلام میں غور کریگا اور نظر انصاف سے دیکھے گا اُسکے نزدیک اس قول کی صحت جو علمائے حنفیہ سے منقول ہے کہ اجتہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری سے بند ہوگیا ہے ظاہر ہو جائیگی اور اُسکے راز اور خداوندی حکمت کو وہ سمجھ جائیگا۔ خدا کا اسبات پر ہزار ہزار شکر ہے کہ ان علما اعلام نے اس قول کی تصریح کر دی جسکے نہایت کافی ووافی بیان سے تائید ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین آل عثمان کو خدا نے اپنی پسندیدہ شے کی توفیق دی کہ انھوں نے اپنی مسلمان رعایا میں اس قول کو نافذ کر دیا ورنہ اس زمانہ میں جسمیں کہ ورع وپرہیزگاری کی کمی اور

عہ (لاتنقضی عجائبہ ولایخلق علے کثرۃ الرد ۱۲) عہ امتی مثل المطر لایدری ایہ النفع اولہ او آخرہ حدیث کے الفاظ یہی یا اس کے قریب قریب ہیں ۱۲

باطل محووں کی کثرت ہے آپ بہیرے بہیاں لوگوں کو دیکہتے جو اجتہاد کے بعض مواد کے حاصل ہو جانے سے اپنے دل پر مغرور ہو رہے ہیں حالانکہ وہ بہت ہی کم اور اس درجہ پر پہو نچنے کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ کہ وہ لوگ اس جلیل الشان منصب کے مدعی بنے ہوتے اور بعض سید سے سادے آنکے پیرو بہی بنجاتے اور وہ دین میں احکام کے نام سے بہت کچھہ ایجادیں کرتے اور یہ سب بجز بدعتوں اور گمراہیوں کے اور کچھہ نہ ہوتا اور جس طریق پر کہ سلف صالحین تہے جنہوں نے کہ امر دین کا نہایت کامل طور پر استیفا ر اور احاطہ کر لیا تھا یہ سب امور آنکے مخالف ہوتے اور آپ دیکہتے کہ تہوڑے تہوڑے زمانہ میں دین کا حال متغیر ہوا کرتا اور ہمیشہ ردو بدل لگا رہتا جیسا کہ سیاسات اور ملکی قوانین میں زمانہ کے اقتضا کے موافق ردو بدل ہوا کرتا ہے (حالانکہ خدا تعالے نے اسلامی دین کو ایسا بنایا ہے جسکے احکام قیام قیامت تک ثابت رہنے والے ہیں) پس نتیجہ اسکا یہ ہوتا کہ ایسی حالت تک نوبت جا پہونچتی کہ امت اسلامیہ اُس طریقہ سے جسپر کہ آنکے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آنکے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تہے گمراہ ہو جاتے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

پس خدا تعالے علما ر اعلام کو اسکی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اِس امر کو واضح طور پر بیان کر دیا اور خدا تعالے دولت علیہ عثمانیہ کو دائم و قائم رکہے جسے اس دین کو اس کے گمراہ کرنے والے دشمنوں سے حفاظت کرنے کی خدا کیجانب سے توفیق عنایت ہوئی آمین اللہم آمین۔

ف

یہ تو ہو چکا اب اور سُنئے کہ میں نے بعض لوگوں کو جو نظر کے قاصر اور کم فہم ہیں اور اپنے آپ کو علمار محققین کے زمرہ میں شمار کرنے پر (بقول شخصے۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں) فخر کیا کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اُسی شئے کو لیں جسکی قرآن شریف میں تصریح موجود ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اشیار احادیث نبویہ میں واقع ہوئی ہیں وہ انکو نہیں لیتے اور نہیں مانتے اور یہ رائے محض فاسد اور اس امت کے علما ر اعلام کی نظر میں بالکل باطل ہے کیونکہ نص قرآنی اور اُن احادیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جس طرح کہ ہم کو یعنی امت محمدیہ کے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھہ وارد ہوا ہے اُسکے ساتھہ تمسک کریں اسی طرح یہ بہی حکم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ثابت ہیں اُن میں جو امور وارد ہوئے ہوں اُنکو بہی اپنا متمسک ٹہرائیں اور اس بات پر اجماع بہی منعقد ہو چکا ہے اور سنت مطہرہ کے تمسک کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی پیروی کرنے پر دلالت کرنیوالی بکثرت آیات قرانی موجود ہیں چنانچہ خدا تعالے نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے ۵ (اور میری رحمت ہر شئے کو گہیرے ہوئے ہے سو اب میں اُسکو اُن لوگوں کے لئے لکہوں گا جو تقوے کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اُن لوگوں کے لئے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جسے وہ توریت اور انجیل میں

ـــــــــــــــــــــــــــــ

۵ ورحمتی وسعت کل شئے فسا کتبہا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ہم بآیاتنا یومنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندہم فی التوراۃ والانجیل یامرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ہم المفلحون۔ ۱۲

بعض نادان [illegible]

اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ اُنہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا ہے اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور اُنکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اُنپر ناپاک اشیاء کو حرام کرتا ہے اور اُنکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو اُنکے اوپر تھیں اُنسے اُتارتا ہے پس جو لوگ اُسپر ایمان لائے اور (جنھوں) نے کہ اُس کا ساتھ دیا اور اُسکی مدد کی اور نور کی پیروی اختیار کی جو اُسکے ساتھ اُتارا گیا ہے (سو) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وما ینطق عن الھوےٰ ان ھو الا وحی یوحی) [ع] پس اگر اُنکے علاوہ اور آیتیں قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی نہ بھی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی وافی ہیں اچھا اور سب جانے دیجئے یہ تو بتائیے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کامل طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کردی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں اُنکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہوگا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہوجائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اُن میں سے بعض یہاں مذکور ہوتی ہیں۔ ابوداؤد میں عرباض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہمکو نہایت بلیغ نصیحت فرمائی کہ اُسمیں آنکھیں بہ پڑیں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی رخصت کرنے والا نصیحت کرتا ہے۔ پس آپ ہمیں کیا نصیحت کیے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا سے ڈرنے اور اپنے حاکم کے احکام بسر وچشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے زندہ رہیگا وہ عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھیگا پس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو جنھیں کہ خدا نے راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کرلو اُسکے ساتھ تمسک کرتے رہو اور اُسکو (نہایت مضبوطی سے) اپنی داڑہوں سے پکڑلو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں [عہ] ہے۔ اور ابوداؤد [سہ] اور ترمذی میں بروایت مقداد رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ع وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف وحی (سنایا کرتا) ہے جو اُسپر ہوا کرتی ہے ۱۲ عہ فی ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالے عنہ انہ قال صلے بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجہ فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منہا العیون ووجلت منہا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان ہذہ الموعظۃ موعظۃ مودع فما تعہد الینا قال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ۱۲
سہ فی ابی داؤد والترمذی عن المقداد رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کما حرم اللہ الحدیث ۱۲

نے فرمایا سنے ہو مجھے (خدا کی جانب) سے کتاب (قرآن شریف) دی گئی ہے اور اسکے ساتھ اُسکے مثل (اور کچھ بھی) سنتے ہو عنقریب کوئی شکم سیر شخص (مغرور اور غافل سے کنایہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی میں منہمک ہو پس شکم سیری کے ساتھ اُسکا مقید کرنا اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ اس قول مردود کا یہی باعث ہے اور اسمیں یہ تنبیہ ہے کہ شکم سیر ہوکر کھانا حماقت اور غفلت کا سبب ہے اور اسیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہوکر نہیں کھایا شفا میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُنکے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی روایت سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک کبھی پُر نہ ہوا) اپنی مسند پر بیٹھکر کہے گا کہ اس قرآن کو لو پس جو کچھ اسمیں تمہیں حلال ملے اُسکو حلال جانو اور جو کچھ اسمیں تم حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو اور بلاشک اللہ کے رسول کا حرام کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کا حرام کرنا الحدیث اور عسہ ابوداؤد میں بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرمانے لگے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر تکیہ لگا کر یہ سمجھتا ہے۔ یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے سوائے اسکے اللہ نے کچھ حرام نہیں کیا سن لو کہ بیشک میں نے (اچھی باتوں کا) حکم کیا اور نصیحت کی اور بہت سی اشیاء پر آگاہ کردیا کہ وہ قرآن کے مثل بلکہ اُس سے بھی زائد ہیں اور بلاشک اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ بلا اذن اہل کتاب کے گھر میں داخل ہو جاؤ اور نہ یہ کہ اُنکی عورتوں کو مارو اور نہ یہ کہ تم اُنکے پھل کھا جاؤ جبکہ وہ تمکو جو اُنکے ذمہ واجب ہے دیتے رہیں اور اسکے علاوہ اور بہت سی حدیثیں اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہم ان سب کو نقل کریں تو بہت طوالت ہو جائے اور جسقدر ہم نے نقل کردی ہیں (منصف کے لئے) اتنی ہی کافی ہیں۔

اور اگر ان قاصرین کو اس باطل حکم کے لگانے اور اس فاسد رائے کے دینے میں کہ امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف اسی پر اقتصار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہو اُسے ترک کردینا ضروری ہے۔ یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب منسوب کی گئی ہیں ان میں بعض ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہونیکا اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو اخذ احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح ان میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب انکی نسبت سچی نہیں ہے اور اس امر سے اُن لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث سے اعتماد اُٹھ جاتا ہو تو اُسکے جواب میں ہم اُنسے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اسلئے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ دین محمدی کے محقق اور مدقق علما اعلام نے چنبر کہ احادیث کی روایت اور اُنکے راویوں کی سوانح عمریاں اور حالات سے واقفیت رکھنے کے بارہ بھروسا کیا جا سکتا ہے ہم لئے ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی نسبت یہ نہ بیان کردیا ہو کہ اس حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہونیکا کس مرتبہ کا ثبوت موجود ہے اسی طرح جملہ احادیث کی صفات۔ اقسام اور اُنکے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

عسہ فی الشفاء عن عائشہ (رضی اللہ عنہا) وعن ابیہا (رضی اللہ عنہ) لم یمتلی جوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قط ۱۲

عسہ فی ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یحسب احدکم متکئاً علی اریکتہ یظن ان اللہ تعالےٰ لم یحرم شیئاً الا ما فی ہذا القرآن الا وانی قد امرت ووعظت ونہیت عن اشیاء انہا مثل القرآن او اکثر وان اللہ تعالےٰ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اہل الکتاب الا باذن ولا ضرب نسائہم ولا اکل ثمارہم اذا اعطوکم الذی علیہم ۱۲

اونہوں نے احاطہ کرلیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لیے علیحدہ اونہوں نے ایک خاص فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن مصطلح الحدیث ہے اور اوس میں بہتیری کتابیں اور رسالے تالیف کیے ہیں متعدد قصائد نظم کیے ہیں۔ اسی طرح اُنہوں نے احادیث کے راویوں کی سوانح عمریوں کے بارہ میں کیا ہے چنانچہ اس کے لیئے بھی ایک جدا فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن تعدیل و تجریح ہے بعد اس کے اونہوں نے ہر حدیث کے مرتبہ سے آگاہ کردیا ہے۔ جس کا کتب احادیث میں برابر ذکر کیا جاتا ہے اور نیز اس امر پر کہ احکام کے بارہ میں اس کا کیا حکم ہے یعنے اُن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اونہوں نے اس کا بیان کردیا ہے کہ فلاں فلاں احادیث متواتر اور مشہور ہیں جن پر کہ اعتقادات اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے بارہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور فلاں فلاں آحادی صحیح و حسن حدیثیں ہیں جن پر کہ صرف احکام کے بارہ میں اعتماد ہوسکتا ہے اور یہ کہ فلاں فلاں ضعیف حدیثیں ہیں جن پر کہ امور مذکورہ میں سے کسی کے بارہ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں فضائل اعمال میں اُنکو لے سکتے ہیں یعنی اگر اُن میں کسی عمل کا بیان ہے اور شریعت کے خلاف اسمیں کوئی امر نہیں پایا جاتا تو اسپر عمل کے کرلینے میں کوئی مضایقہ نہیں اُسکا عمل کرلینا جائز ہے۔ اسیطرح موضوع احادیث کی بھی اُنہوں نے توضیح کردی جنپر کسی چیز میں بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُنکی پڑھنے والے پر یہ بیان کردینا واجب ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا نام لیکر آپ کی جانب سے جھوٹ کہہ دی گئی ہے اُسکو ہرگز نہ لینا چاہیئے اور جو کتابیں ان بیانات کی تکمیل و استیفار اور حدیث کے مرتبے کے تمیز کرنے کے بارہ میں تالیف کی گئی ہیں وہ علمار امت میں پھیلی ہوئی ہیں یہاں تک کہ اُن میں ان حقایق میں سے کوئی شئے بھی مخفی نہیں۔ پس بعد ان سب باتوں کے کیا نقصان ہوسکتا ہے اگر احادیث نبویہ پر بھی اعتماد کیا جائے جیسے کہ قرآن پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت کے اعتبار سے جو مرتبہ ہو اُسکو اُسی پر رکھا جائے علاوہ بریں یہ خیال فرمائیے کہ لوگوں کی خبروں اور باتوں میں جھوٹی اور سچی سبھی طرح کی خبریں ہوتی ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں میں چونکہ جھوٹی خبریں بھی موجود ہیں اسلیے ہمیں چاہیئے کہ کسی خبر کی بھی تصدیق نہ کریں واللہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ایسی بات کا سوائے نادان کے اور کوئی قائل نہیں ہوسکتا بلکہ امر صواب یہ ہے کہ ہم اسکے جواب میں کہیں کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم جھوٹی خبروں سے بحث کریں تا ہم اُنہیں پہچان کر رد کریں اور اُنپر اعتماد نہ کریں اور اسی طرح سچی خبروں سے بھی بحث کریں یہاں تک ہم اُنکی شناخت کرکے اُنہیں لے لیں اور اُنپر اعتماد کرلیں چنانچہ اسی طرح علمار امت نے بھی اُن احادیث کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب منسوب ہیں اُنسے بحث و تدقیق کی یہاں تک کہ اُنہیں اُن احادیث پر واقفیت حاصل ہوگئی جنکی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل صحیح ہے پس اُنہوں نے اُنکے ثابت ہونے سے لوگوں کو بھی آگاہ کردیا اور خود بھی اُنپر اعتماد کرلیا اور اسی طرح جو احادیث اس کے خلاف تھیں اُنسے بھی واقف ہوگئے اور اُنسے بھی اُنہوں نے لوگوں کو آگاہ کردیا اور جس مرتبہ کی وہ مستحق تھیں اُنکو اسی مرتبہ پر رکھا یعنے اُن میں سے بعض کی نسبت تو یہ حکم لگایا کہ اُنپر احکام کے بارہ میں ہرگز اعتماد نہ کیا جائے (جیسا کہ حدیث ضعیف کا حکم ہے) اور بعض کی نسبت

مطلقاً ترک کر دینے کا حکم کیا (جیسا کہ حدیث موضوع کا حکم ہے) اور اگر یہ قاصرین کہیں کہ ہمیں اس طرح احادیث کے مراتب پر کہاں واقفیت ہو سکتی ہے اور ہم کیونکر پہچان سکتے ہیں کہ اُن میں سے کونسی اعتماد کے قابل ہیں اور کون ناقابل تو ہم اُنسے کہیں گے کہ اسوقت دینی حیثیت سے آپ کا عام لوگوں میں شمار ہوگا کیونکہ جو دین کے علمار ہیں وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں اور اُنپر انہیں سے کوئی شئے بھی مخفی نہیں ہے اسلئے آپ لوگوں کو لازم ہے کہ ایسی ہرگز جرارت نہ کریں اور اپنے دینی امور میں ایسے علمار کی طرف رجوع کریں جو اہل ذکر و معرفت ہیں اور ان امور سے ایسے ہی واقف ہیں جیسا کہ آنکی واقفیت کا حق ہے اور اگر ان قاصرین کا یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ اُن میں ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکا ظاہر قانون عقلی اور اُن امور کے خلاف ہے جنپر کہ عقلی قطعی دلیل قایم ہے اور جنکا پتہ زمانہ حال کے فنون کی تحقیقات و اکتشافات سے لگا ہے اور اس سے اُنکے گمان کے موافق خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ قرآن پر اقتصار کیا جائے اور تمام احادیث نبویہ کو چھوڑ دیا جائے تپس میں کہتا ہوں کہ اُنکا یہ شبہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بودا اور بالکل ہی لچر ہے اور اُن کا اس شبہ سے متمسک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین محمدی کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل ہی قاصر ہیں اور یہ اسلئے کہ شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے جیسا کہ علمار اعلام سے نقل کر کے ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ قرآن اور حدیثوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ظاہری ہی معنی لیں جب تک کوئی عقلی قطعی دلیل اُنکے ظاہر کے خلاف نہ ہو اور اگر عقلی قطعی دلیل ایسی قایم ہو جائے جو ظاہر آیت یا حدیث کے منافی معلوم ہو تو ہمیں اس ظاہر آیت یا حدیث کی تاویل کرنا چاہیئے اور اسکو کسی ایسے معنے کی طرف راجع کرنا چاہیئے جسکا اُس عبارت سے احتمال ہو سکتا ہو چاہے وہ معنے بعید ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس نص شرعی اور اُس قطعی عقلی دلیل میں تطبیق ہو جائے اور جو شخص قرآن شریف اور تمام احادیث نبویہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تلاش کریگا تو اُسے اُن میں کوئی ایسی شئے نہ ملیگی جسکا ظاہر قطعی عقلی دلیل کے مخالف ہو اور اُسکے مناسب تاویل ممکن نہ ہو اور اسمیں اور اس دلیل میں تطبیق نہ دی جا سکے۔ باقی رہیں وہ نصوص جنمیں تاویل کی گنجایش نہیں اور اُنکے معانی متعین ہیں تو اُن میں سے کوئی شئے بھی قطعی عقلی دلیل کے مخالف نہیں پائی جاتی اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے مخالف قائم کیجا سکے اور جس کا گمان اُسکے خلاف ہو اُسے بیان کرنا چاہیئے خلاصہ یہ کہ ان قاصرین کے لئے امر صواب تو یہ تھا کہ اس شبہ کی وجہ سے احادیث نبویہ کو ترک کرنے کے عوض علمار امت سے ہر حدیث کی تطبیق پوچھتے جس کا ظاہر اُنہیں کسی عقلی قطعی دلیل کے خلاف معلوم ہوتا تھا اور وہ اُس کی نہایت استوار طریقہ پر تطبیق بیان کر دیتے اور اُسوقت اُنپر یہ بات ظاہر ہو جاتی کہ دین اسلامی کی نصوص میں سے حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی شئے بھی عقل کے مخالف نہیں اور بعض نصوص میں جو بظاہر مخالفت کا خیال گذرتا ہے اُسکی وجہ یا تو فہم کا قصور ہے یا علم کی کمی ہے یا کسی حکمت آلہی کیوجہ سے وہ نص ہی (اسطرح متشابہات) ایسے طرز پر وارد کیگئی ہے جس سے بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے اب وہ حکمت یا تو یہ کہئے کہ شرعی نصوص

ــــہ جس طرح کہ اس قسم کی آیات میں وہ لوگ بھی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں سو اس امر میں قرآن وحدیث دونوں مشترک و مساوی ہیں پھر ایک کو قبول کر کے دوسرے کو ترک کر دینا محض زبردستی ہے۔ ۱۲ مترجم

کے سمجھنے میں علمار کی آزمایش و امتحان کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ حق کی تلاش اور امر صواب تک رسائی کے لیئے وہ کہاں تک کوشش و اجتہاد کرتے ہیں اور یا اسکے سوا کوئی اور حکمت ہو۔

اور میں ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے والا ہوں جسمیں میرا ارادہ ہے کہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا جنکا ظاہر دلیل عقلی اور انکشافات و تحقیقات جدیدہ یقینیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے بتوفیق خداوندی ذکر کروں اور قاعدہ متقدمہ کی بنار پر قانون عقلی کے موافق ان میں سے ہر ایک کی مناسب تاویل کرکے تطبیق دوں۔ خدا تعالےٰ و سبحانہٗ سے میری یہ دعا ہے کہ مجھپر اپنا احسان کرے اور اسکے تمام کرنیکی توفیق دیکر اپنے دین کی مجھسے یہ خدمت لے لے اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایسی شئے کی جسمیں حق پایا جاتا ہو ہدایت کرے اور ہمارے دلوں کو ایمان پر اور زبانوں کو صدق پر قایم و دایم رکھے اور جس امر میں اسکی رضامندی اور اسکے برگزیدہ رسول کی خوشی ہو اسکی ہمیں توفیق دے اور بطفیل ہمارے سردار سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور ہمکو سعادت ابدی عنایت کرے۔ اللہم آمین۔

باقی رہی تنبیہ اس کا بیان یہ ہے کہ میں اس رسالہ کے ناظرین سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بادی النظر میں ان کی سمجھ میں یہ آوے کہ میں نے خطا کی ہے اور بھول گیا ہوں تو جس مقام کی میں تقریر کر رہا ہوں اسکے پورے طور پر سمجھنے سے پہلے میرے مخطی ٹھیرا لینے میں جلدی نہ کریں بلکہ سیاق و سباق یعنی اسکے ماقبل و مابعد کو خوب دیکھ بھال لیں اور یہ بھی مد نظر رکھیں کہ میں نے اس رسالہ کو کس غرض سے تالیف کیا ہے اور اسمیں کیا ڈھنگ اختیار کیا ہے اور کس کیفیت پر اسکی ترتیب دی ہے پھر جو حق بات اُنکے نزدیک ظاہر ہو اُس کا حکم لگائیں کیونکہ جب تک میرا ان آدمیوں میں شمار ہے جو خطا سے معصوم و محفوظ نہیں اسوقت تک میں بھلا اپنے لیئے خطا سے محفوظ و معصوم رہنے کا کیونکر دعوے کر سکتا ہوں حالانکہ خدا تعالےٰ نے بجز اپنے اور اپنے پیغمبر کے کلام کے کسی شخص کے کلام کے لیے خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم رہنا تجویز نہیں فرمایا غایت سے غایت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بقدر اپنی کوشش اور طاقت کے امر صواب کی جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا پس اب جو کچھ اسمیں حق ہو تو اُسکی جانب بتوفیق خداوندی اور بہ برکت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے خدام میں ایک میں بھی ہوں میری رہنمائی ہوئی ہے اور جو کچھ اسمیں بھول چوک ہوئی ہو وہ میری فہم کی کوتاہی میری کم علمی اور میرے فکر ضعیف کے باعث سے ہے اور میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری لغزشوں پر مواخذہ نہ کریگا اور جسکا قصد میرے کلام کی جانچ پڑتال کرنے اور میری غلطیاں نکالنے کا ہو اُسے اختیار ہے لیکن اُسے اتنا لازم ہے کہ نیت کو خالص کرکے اس پر پیشقدمی کرے کیونکہ میرا تالیف کرنا محض اسلامی دین کی خدمت بجا لانا ہے اسلیئے اگر جانچ پڑتال کرنے اور غلطیاں نکالنے والا اسی دین کا پیرو ہے تو اُسے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ خدا اور رسول کی خوشنودی اور رضا کس شئے میں ہے اور پھر اس کے بعد جو کچھ اُسے کرنا ہو کرے۔

پھر میں اس رسالہ میں اگرچہ بعض فلسفی مباحث میں گھس پڑا ہوں لیکن اس سے میرا یہ قصد ہرگز نہیں ہے کہ دین ہا

فلسفیت کو دخل ہو۔ الغرض میں نے یہ طرز اسلئے اختیار کیا ہے کہ فلاسفروں کی عقول کو تسکین حاصل ہو اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اسلامی دین نے اپنے متبعین کو محض ایسے ہی عقاید حقہ کے یقین کرنے کی تکلیف دی ہے جو قانونِ عقلِ صحیح پر بالکل منطبق ہیں اور صرف ایسے ہی احکام کی بجا آوری کا مکلف بنایا ہے جن کا ثمرہ سراسر دین و دنیا کی بہتری ہی بہتری ہے۔

علمار کلام ہی کو دیکھئے کہ اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے فلاسفہ کے ساتھ مباحث فلسفیہ کی تشریح کرنے کے کیسے کچھ درپے ہوئے ہیں۔ پس میں کوئی ایسی نئی راہ نہیں پاتا ہوں جس پر کہ اسلامی امت کے علماء نہ چلے ہوں اور جو شخص اسباب سے واقف ہوگا کہ فنون فلسفۂ جدیدہ کی کتابیں اور خود یہ علوم اس زمانہ کے لوگوں میں کس قدر شایع ہو رہے ہیں خصوصاً اُن لوگوں میں جو دین اسلامی کی حقیقت پر آگاہی حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ جدید فلسفہ کے شوائب اور آلودگیوں سے جنہیں کہ نئی نئی تحقیقاتیں موجود ہیں اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اس طریق کے اختیار کرنے اور اسپر چلنے کو ضرور مستحسن سمجھیگا اور یہ وہ فلسفہ اور وہ تحقیقات جدیدہ ہیں جنکا پتہ اُن علماء متقدمین کے زمانہ میں نہ لگا تھا جنھوں نے کہ فلسفۂ قدیمہ کے شوائب اور آلودگیوں سے اسلامی عقائد کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

پھر میں بعض بعض مباحث میں اپنے مقابل کے ساتھ ارخائے عنان سے پیش آیا ہوں اور ایسے میں نے یہ اختیار دیا ہے کہ جمہور نہ سہی اس امت کے بعض علمار کے اقوال ہی پر وہ اعتماد کرلے اور اس سے میری صرف یہ غرض ہے کہ میرے مقابل کو آسانی ہو اور وہ بسہولت دین میں داخل ہو سکے۔ کیونکہ اسکا دین میں داخل ہو جانا گو وہ علمار اسلام میں سے بعض ہی کے قول پر کیوں نہ ہو اسکے لئے اہل اسلام کے زمرہ میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہوگا اور صفت ایمان سے وہ محروم نہ رہیگا۔ پس یہ امر اسکے لئے اُس مہلک مخالفت سے جس پر کہ وہ پہلے تھا نجات کا باعث ہو جائیگا۔ امام غزالی ہی کو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب تہافت الفلاسفہ میں مخالفین کے لئے بعض معتزلیوں ہی کے قول پر کیوں نہ ہو الزام حجت کو کافی سمجھا ہے اور اسی پر اکتفا کیا ہے کیونکہ معتزلہ (کیسے ہی کیوں نہ ہوں) مسلمانوں کی شمار سے تو خارج نہیں ہیں۔ انکا کلام قانونِ اسلام پر ہوتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے اور قول معتمد کی بنا پر اُن کا مآل کار ہی نجات ہے۔

اور سب کو جانے دیجئے یہ دیکھئے کہ خدا تعالے نے قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کی اجازت دی ہے کہ وہ اُنسے اس قول کے ساتھ خطاب کریں (وانا او ایاکم لعلٰی ھدی او فی ضلل مبین) حالانکہ جس طریق پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اُنکی ہدایت ہونے میں آپ کو ذرا بھی شک نہ تھا۔ اور یہ تو صرف مباحثہ اور دلیل کی سماعت کیجانب اپنے مقابل کو مائل کرنے کا ایک خطابی طرز ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ دلیل اسکے سامنے بسہولت بیان کر دی جاتی ہے پھر وہ اُسے سمجھ لیتا ہے اور اس طرح وہ دلیل حق پر اُسکو تسکین دلانے کا باعث ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل

ترجمہ عہ اور بیشک ہم یا تم یا تو ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔ ۱۲

ہوجاتا ہے۔ رہا اسلامی دین میں میرا اعتقاد جسکو اپنے دل میں لیکر خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جس کی نسبت میری دعا ہے کہ خدا اسی پر میرا انجام تجویز کرے وہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُن سب کا جسطرح کہ سلف صالحین یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ اعتقاد کرتے تھے اُسیکے موافق اعتقاد جازم کے ساتھ میں بہی معتقد ہوں جو طریقہ کہ اہل سنت والجماعۃ کا ہے۔ اور نصوص شرعیہ کے اعتقاد میں تفویضؔ کی بابت بہی انہیں کے مذہب پر ہوں چنانچہ میرا اعتقاد ہے کہ نصوص شرعیہ میں سے ہر نص حق ہے عقل صحیح کے مخالف نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی اُس سے محال لازم آسکتا ہے اور جو کچھ خدا نے اُس سے ارادہ کیا اُسپر میں ایمان لاتا ہوں اور متشابہات کے معانی میں سے کسی خاص معنی کی تعیین کا علم خدا کے حوالہ کرتا ہوں لیکن جسوقت میری گفتگو اور میرا مقابلہ ایسے شخصوں سے ہو جو ان نصوص شرعیہ میں سے کسی پر معترض ہوں یا اُنسے ایسے معانی کا اعتقاد کرتے ہوں جو اصول دین کے خلاف ہیں اُسوقت میں خلفاء رضی اللہ عنہم کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور اُن نصوص کی جن کا ظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہو ایسی تاویل کر دیتا ہوں جس سے اُن میں اور عقل میں موافقت ہو جائے جیسا کہ اس قاعدہ کا بیان پیشتر ہو چکا ہے اور یہ بات صرف اسلیے کیجاتی ہے تاکہ مخالف کی تسکین ہو جائے اور اُسکو یہ الزام دیدیا جائے کہ نص کو اس تاویل سے سمجھ لینا ممکن ہے اور ہلاک کرنے والی مخالفت کو وہ اس طرح پر ترک کر سکتا ہے اور حقیقی اعتقاد ایسی نصوص میں یہی ہے کہ اس نص کے ضرور کوئی صحیح معنے عقل صحیح کے موافق ہیں اور اُس معنے کو یقینی طور پر معین کر کے ہم نہیں بتلا سکتے بلکہ اُس کی تعیین کا علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے یہی میرا مذہب ہے جسکا میں التزام کرتا ہوں۔ اور یہی میرا مختار ہے۔ پس ہر مقام پر میرے کلام کو اسی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خدا توفیق دینے والا ہے۔ پھر میں نے اس رسالہ کے تحریر کرنے میں حتے الامکان ایسے طریقہ کا التزام کیا ہے جو عام لوگوں کی فہموں کے مناسب ہو اور جسکو وہ بہی سمجھ لیں حتے کہ بعض بعض مواقع پر جب مرجع دور ہو گیا ہے یا کسی قسم کا اُسمیں خفا آگیا تو میں نے عبارت کی عبارت کو بغرض آسانی مکرر کر دیا ہے اور بعض عام لوگوں کے الفاظ بہی میں نے استعمال کئے ہیں اور علاوہ بریں بعض اور اُمور ایسے ہیں جنسے کہ اُن علماء کی تالیفات جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے تالیف کرتے ہیں خالی ملیں گی۔ اور یہ سب کچھ میں نے صرف اسلیے اختیار کیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور مقام کی توضیح ہو جائے شاید خدا تعالے میرے دینی اور سرشت میں شریک بہائیوں کو اس رسالہ سے نفع بخشے میں اپنے انکسار ضعف اور عجز کے ساتھ خدا کے سامنے زاری کرتا ہوں اور صاحب شریعت مطہرہ وملت منورہ مولانا وسیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا توسل کرتا ہوں کہ خدا میرے عمل کو قبول فرماوے اور اپنے بندوں کو اُس سے نفع دے اور میری نیت کو لوجہ اللہ خالص کر دے اور ہمارے مولے امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین (سلطان بن السلطان سلطان عبد الحمید خاں بن سلطان عبد المجید خاں) کی دولت کی تائید اور نصرت

عـہ تفویض سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نص کی مراد نہ معلوم ہو جیسے کہ حروف مقطعات یا کسیکی اصل مراد تو معلوم ہو لیکن اُسکی کوئی خاص کیفیت صاحب شریعت کیجانب سے بیان نہ کیگئی ہو جیسے قیامت میں خدا کی رویت پر دلالت کرنیوالی نصوص تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کچھ تعین نہ کرنا اور تعیین خدا کے حوالہ کر کے اُسکا اجمالی اعتقاد کر لینا جتنا کہ اُن الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

کرے اور اُنہیں (نافع خلایق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافظت کے حرز سے اُنکی حفاظت کرے خداہی سے خیر وجود کا فیضان ہے۔ آمین یارب العالمین۔

ترجمہ خاتمہ کتاب مصنف علّام

خدا تعالےٰ نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کرنے کی توفیق دی اور یہ یوم سعید ایک ہزار تین سو چھہ ۱۳۰۶ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنے عید الفطر کا مبارک دن تہا جسے خدا نے فریضۂ صیام کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لیے باعث راحت و فرحت گردانا ہے اور جسے کہ سال حج کے عبادت کے مہینوں کی آمد پر سبب بہجت و مسرت قرار دیا ہے اُس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جسکے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہونچتے ہیں اور اُسکے تمام انبیاء اور مرسلین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفےٰ نبی امی پر جن کی بدولت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و اصحاب پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نازل ہوں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر ٹہکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

خاتمہ از مترجم

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسۂ جامع العلوم کانپور میں احقر خدام علماء کرام و فضلائے عظام عاجز اسحاق علی عفی عنہ مدرس سوم عربی مدرسۂ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ بتائید خداوندی اور بتوجہ مربی و مولائی و استاذی و سندی جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرما دے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو ریا و سمعہ سے محفوظ اور اسکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے آمین ثم آمین

تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خان صاحب

مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کانپور

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

خرد گرچہ صد عقدہ واند کشود — خدا و نبی را نیارد ستود
ہماں بہ کہ از دل بجا آورم — خدا را سجود و نبی را درود

اما بعد مخفی نہ رہے کہ اس ہردلپسند ترجمہ (سائنس اور اسلام) کی نقل و تبییض جامع علوم عقلی و نقلی مکرمی و مخدومی جناب مولوی سید اسحاق علی صاحب مترجم ارشاد فیض بنیاد اور حضرت اقدس قبلہ و کعبہ مجمع اسرار آلہی منبع فیوض نا متناہی معدن معارف خفی و جلی استاذی و مرشدی و مولائی جناب حافظ قاری حاجی مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تہانوی عم فیضہ کی بابرکت دعا اور توجہ سے مدرسۂ جامع العلوم کانپور (حفظہ اللہ تعالےٰ عن الفتن والشرور) کے درجۂ فارسی میں جمادی الاخریٰ ١٣١٦ھ کی چودھویں تاریخ کو دوشنبہ کے دن فجر کی نماز کے بعد ذرۂ بےمقدار ناچیز و خاکسار محمد انعام اللہ عفی عنہ کے ہاتھوں اختتام کو پہونچی نقل و تبییض کی حالت میں جو اس نفیس ترجمہ کو اول سے آخر تک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معانی لطیفہ اور مضامین عجیبہ کا ایک بیمثل اور بےنظیر گنج پایا حق تو یہ ہے کہ جس طرح مصنف کتاب نے اس تصنیف سے اپنے ہمچشموں میں گویا خرق عادت کر دکھایا ہے اسی طرح مترجم باکمال نے بھی بامحاورہ ترجمہ اور تفہیم مضامین و مطالب کی داد دیکر اپنا رتبہ بڑھایا ہے مصنف کے جو باجمال اور نفیس مضامین عربی کی عبارتوں کے پردہ میں پوشیدہ اور مستور تھے وہ (اردو کے جاننے والوں پر) اس اردو کے زیبا بامحاورہ ترجمہ سے سب کے سب ظاہر و باہر ہو گئے الحق

نکو رو تاب مستوری ندارد
چو در بندی سر از روزن بر آرد

انصاف پسند ناظرین جس وقت اسکو ملاحظہ فرمائیں گے اور تحقیق و تدقیق سے ہر ایک بحث کو پر اور مالامال پائیں گے تو قوی امید ہے کہ انکے دل کسی وقت اسکی مفارقت کو گوارا نہ کرینگے

بریں دعویٰ کہ کردم شاہدے ہست

اب اللہ تعالےٰ سے یہ دعا ہے کہ صاحب مطبع کو بہت جلد صحت کے ساتھ اس ترجمہ کو طبع کرنے کی توفیق دیکر خاص و عام کا مقبول بنائے اور مصنف اور مترجم اور حضرت اقدس مولانا مرشدنا شاہ محمد اشرف علی صاحب کو جو اصل میں اس ترجمہ کے باعث ہوئے ہیں اور نیز اس ناچیز اور خاکسار ناقل (محمد انعام اللہ) اور ان مخدوم و مکرم کو جو اسکو چھپوائیں گے جزائے خیر عطا فرما کر ایمان کے ساتھ اس دار فنا سے دار بقا میں لیجائے اور بہت بڑے بڑے مراتب سے سرفراز کرے

چہ روئے سفید و چہ بخت سیاہ
نگردید محروم زیں بارگاہ ††

آمین ثم آمین کاتب الحروف خاکسار محمد انعام اللہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع احبابہ واساتذہ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخر حمیدیہ میں مؤلف رسالۂ حمیدیہ کا تعدد ازدواج عورتوں کے پردہ اور طلاق کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ لگا تھا تتمیم فائدہ کے لئے اسکا ترجمہ بھی اسکے ساتھ کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے خدا کی رحمت کا محتاج حسین الجسر طرابلسی

ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اسلام کے مہم مسائل میں سے تعدد ازدواج - عورتوں کے پردہ اور طلاق کا مسئلہ
ہے اور چونکہ اس اثنا میں کشفی مسلم کی کتاب ان مسائل پر نکتہ چینی کے بارہ میں میری نظر سے گذری ہے اور اس شخص
نے اُس میں پہلے کے دونوں مسئلوں سے تعرض کیا ہے چنانچہ خاصکر پہلے کی نسبت اُسنے یہ کہا ہے "کہ تمام ممالک میں مردم
شماری کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ عنایت ایزدی اور حکمت
الٰہی نے جو یہ رعایت مد نظر رکھی ہے اسکی یہ وجہ ہو کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ اُنکے موت
کے اسباب عادتاً کچھ زائد ہیں جیسے کہ سفر کی مشقتیں اٹھانا بحری خطروں کو جھیلنا - لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت
کرنا وغیرہ وغیرہ - اور (مرد و عورت کی) اس نسبت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندی حکمت نے مرد کے لئے ایک
زوجہ سے زیادہ جائز نہیں رکھی ہیں اسلئے زوجات کا تعدد امر طبعی کے مخالف ہے الخ" اور ہمیں مرد کی ایک سے زیادہ
شادیاں کرنے پر جیساکہ یہ ہماری پاک شریعت کا حکم ہے اور اس بات پر کہ یہ حکم نظام طبعی کے خلاف ہے اس مؤلف
نے جھونک (تعریض) کی ہے اور اس کتاب میں اس مؤلف نے خاصکر دوسرے مسئلہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ حق اور
انصاف کی بات نہیں ہے کہ عورت کی حقارت کیجائے یا اُسپر ظلم روا رکھا جائے یا اُسکو لکھایا پڑھایا نہ جائے یا اُسکے
ساتھ بدگمانی کرکے اُسکو گھر میں بند کردیا جائے جیسے کہ قیدی بند کئے جاتے ہیں باوجودیکہ مردوں کا گناہ میں
پھنس جانا بہت قریب ہے اور یہ سب سنگدلی کی رسمیں ہیں الخ اور ہمیں عورتوں کے پردہ اور اُنکے گھروں کے
اندر رہنے کے بارہ میں ہماری عادل شریعت کے حکم پر جھونک (تعریض) کی ہے اسلئے ہمنے چاہا کہ اس معاملہ میں
جو حق بات ہو اُسکو عقلی قانون کے موافق ہم بیان کردیں کیونکہ مؤلف مذکور کو شرعی احکام تسکین نہیں دے سکتے اسلئے
کہ وہ شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے سو ہمنے بیان کا ایسا طرز اختیار کیا ہے جس سے ہر عاقل کو تسکین
ہوسکے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مؤلف مذکور نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے قطع نظر کرلی اُن کا خیال نکیا
اور بیان اسکا یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد قریب قریب ہے اسکے بعد بھی یہ امر مخفی نہیں کہ
خداوندی حکمت کا مقتضا ہے کہ مرد و عورت کے مابین نوع انسانی کا توالد و تناسل ہوتا رہے اُسکے افراد بڑھتے رہیں اور اس طرح
پر یہ نوع جب تک خدا کو منظور ہو باقی رہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی نقیض ثابت ہوگی اور ہمارے ذمہ واجب
ہوگا کہ مختلف ذریعوں سے توالد و تناسل کی تقلیل اور انسان کے نیست و نابود کرنے میں کوشش کریں حالانکہ یہ بات
واقع کے خلاف ہے اب یہ دیکھئے کہ توالد و تناسل مرد کے حاملہ کرنے اور عورت کے تخم سے انجام پاتا ہے اور یہ بات معلوم
ہے کہ مرد میں حاملہ کرنے کی ہمیشہ صلاحیت باقی رہتی ہے اگرچہ سو برس کا کیوں نہ ہوجائے اور اس عمر کو پہونچ جانا ممکن بلکہ
موجود ہے کوئی نادر بات نہیں یہاں تک کہ بعض حکما اسکے قائل ہیں کہ اگر انسان کو موت جلدی نہ آگھیرے تو اُسکی خلقت
اور قدرتی ساخت کا مقتضا یہ ہے کہ سو برس تک زندہ رہے (بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو بیس برس کی
ہے) رہی عورت - پس چونکہ جنین کے بار اٹھانے - وضع حمل کی مصیبت برداشت کرنے اور دودھ پلانے سے
اُسکی قوت ضایع ہوجاتی ہے اور ان سب باتوں کی اُسیوقت وہ متحمل ہوسکتی ہے جبکہ اُس کا جسم اسقدر قوت کو پہونچ جائے

لہذا خداوندی حکمت اسباب کو مقتضی ہوئی کہ عورت میں بچہ جننے کی استعداد سن احتلام (سن بلوغ) سے لے کر پچاس برس
کے سن تک ہے (جیسا کہ بعض کا قول ہے اور اوروں کی رائے ہے کہ پچپن برس کی عمر تک اسمیں بچہ جننے کی قابلیت
رہ سکتی ہے) اور یہاں سے چونکہ اسکی طبعی قوت زائل ہونا شروع ہوتی ہے اسلئے باری تعالے حمل کو اس سے روک دیتا ہے
اور اس کا خون حیض منقطع کر دیتا ہے جو کہ جنین کی غذا ہے اور بمقتضائے لطف و احسان تخم سے جس سے بچہ بنتا ہے
اسکو محروم کر دیتا ہے پس عورت میں بچہ جننے کی قابلیت کل پینتیس ۳۵ برس رہتی ہے اسلئے کہ اکثر وہ پندرہ برس میں بالغ
ہوتی ہے اور جب یہ بات ٹھہر چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ عورت اپنے بچہ جننے کی قابلیت کی مدت میں جب بالغ مرد کے
پاس رہیگی خواہ اسکی عمر کا کوئی زمانہ کیوں نہ ہو تو مرد میں حاملہ کرنے کی برابر استعداد پائیگی اور وہ اس امر سے قاصر نہ رہیگا
ہاں اگر کوئی غیر طبعی و عارضی سبب ہو جائے تو بات ہی دوسری ہے رہا مرد اسکی یہ حالت ہے کہ جب وہ عورت کے
پاس دونوں کے بالغ ہو جانے کے بعد رہے اور ایک ہی عورت کا ہو رہے تو بسا اوقات اسے اپنی عمر کی کچھ مدت
نسل سے معطل رہنا پڑے گا اپنی تخم ریزی کا کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکیگا بیان اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں کا ایک دوسرے
کے پاس رہنا دونوں کے ابتدائے بلوغ سے فرض کیا جائے تو عورت کے سن ایاس تک دونوں سے توالد و تناسل
ہونا ممکن ہے اور اسکے سن ایاس کو پہونچنے کی مدت پچاس برس ہیں پس اگر دونوں ساٹھ برس تک زندہ رہیں گے تو
مرد پر عورت دس برس معطل رہیگی یعنی عورت کیوجہ سے مرد کو دس برس تک نسل سے معطل رہنا پڑیگا اور اگر دونوں ستر
برس جئیں گے تو مرد پر بیس برس معطل رہیگی اسی طرح یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ اگر دونوں سو برس زندہ رہیں گے تو مرد
سے پچاس برس تک معطل رہنا پڑے گا۔ اور ایسا ہی اسوقت بھی کہا جا سکتا ہے جبکہ مرد و عورت دونوں ہم سن
ہوں اور عورت سن ایاس کو پہونچ گئی ہو اور اسوقت کسی وجہ سے دونوں میں مقارنت ہوئی ہو۔ اور جب یہ صورت
ہے کہ سن کے اعتبار سے دونوں میں مخالفت ہو تو مرد کو عورت سے بڑا فرض کرنے کی بنا پر غالب یہ ہے کہ
عورت اسوقت بھی مرد پر معطل ہی رہے گی حتے کہ اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ جسوقت عورت اور مرد میں مقارنت ہوئی
ہے اسوقت مرد پچاس برس کا اور عورت پندرہ برس کی تھی اور پھر دونوں کی عمر سو برس کی ہوئی تب بھی عورت مرد پر
پندرہ برس تک معطل رہیگی۔ لیکن اگر عورت عمر میں مرد سے بڑی فرض کیجائے تو اب مرد کا بہت بڑا نقصان ہوگا
اور اسوقت معطل رہنے کا زمانہ مرد و عورت کے سن کے فرض کرنے کے اعتبار سے متفاوت نکلے گا اور زیادہ سے
زیادہ جو یہاں متصور ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اسوقت مرد و عورت میں مقارنت ہوئی ہو جبکہ مرد
پندرہ برس کا اور عورت کا سن ایاس سے کچھ پہلے ہو پس اگر یہ عورت اس مرد سے ایک بچہ جنکر آئسہ ہو جائیگی تو مرد
کی سو برس کی عمر فرض کرنے کی بنا پر عورت پچاسی برس تک اس پر معطل رہیگی پس اگر مرد کے لئے ایک سے زیادہ
عورتوں کے ساتھ مقارنت کے مباح کرنے کے سوائے اس تفاوت کے اور کوئی سبب مقتضی نہ بھی ہوتا تب بھی
یہ بالکل کافی تھا اسلئے کہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مرد اپنی تولید کی قابلیت کے زمانہ میں عورت پر ایک دن بھی معطل
نہیں ہوتا اور وہ بہتیرے برسوں تک اس پر معطل رہتی ہے پس مرد کے لئے ایک سے زیادہ مقارنت مباح کر دینے

اُسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اُس کا تدارک کرنا ممکن ہوگا۔

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنظر اسکے کہ خدا نے بخلاف عورت کے مرد ہی کو کمانے کی قوت اور اُسکے شدائد کے تحمل کی طاقت عنایت کی ہے اسلئے مرد ہی اہل و عیال کا خبرگیراں قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اُسکے ذمہ ہے اور اُسکے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور اولاد کی پرورش کرے اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبعی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اسکی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اُس طریق کے خلاف چلتے ہیں جسکے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مالوف ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور ایسے لوگ جو زوجہ کے نان و نفقہ کے بار اُٹھانے سے قاصر ہیں بہ نسبت مالداروں کے جو اسکی قدرت رکھتے ہیں اکثر ممالک میں بکثرت ہیں اگرچہ بعض بعض ممالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں۔

پس جو ممالک پہلی قسم کے ہیں انہیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہتیرے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے بار اُٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کرینگے تو اُنکو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک تو جبکہ خاوند عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اُس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جسکو عقلیں نا گوار سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان ایام میں ہم ایسے عاجز مردوں کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر انکے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملالیں تو مجرد مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوتا ہے کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی انجام دہی کے زمانہ میں انہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبرگیراں کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرد مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی توالد و تناسل سے معطل رہیں گی اور جو خداوندی حکمت نوع انسانی کی زیادتی اور اُسکے ازدیاد کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دیجائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اُس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو تھیں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور اسوقت ان بیچاریوں میں جو توالد و تناسل کی استعداد پائی جاتی تھی وہ ضایع نہ جائیگی اور نظام خداوندی مختل ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اُنسے ثمرہ حاصل نہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے۔

رہے دوسری قسم کے ممالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد ایک ہی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں مرد خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اسلئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اُسے فاضل عورت ملے ہی گی نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضا ہے کہ صرف پہلی قسم کے

ممالک کے رہنے والوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتیں مباح کر دیجائیں نہ کہ دوسری قسم کے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ممالک محتاجی اور مالداری کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتے بلکہ زمانہ کے دوران میں ہر مملکت پر دونوں قسم کے حال آتے جاتے رہتے ہیں اور اسکا منضبط کرنا اور اسکے لئے زمانہ کی کوئی حد مقرر کر دینا ممکن نہیں اور بالفرض اگر اسکا انضباط ممکن ہو اور اسکی کوئی حد مقرر بھی کی جاسکے تو جب اس معترض کے کہنے کے موافق حکم دیا جائیگا تو نتیجہ اُس کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ اختلاف رہے اور زمانہ کی ہر مدت میں حکم اپنی ضد سے بدلتا رہے اور بسا اوقات یہاں تک نوبت پہونچ جائیگی کہ ایک سال تو مرد کے لئے بہتیری عورتوں سے شادی کرنا جائز کر دیا جائے اور اُسکے بعد والے سال میں اس سے روکنا پڑے یا اسکے بالعکس معاملہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ مملکت ایک ہی سال میں مالدار ہو جائے اور پھر محتاج بھی بنجائے یا اسکا اُلٹا معاملہ ہو اور خداوندی احکام اس مرتبہ کے نہیں ہو سکتے کہ آئے دن بدلا کریں اور اُن میں تبدیل و تغییر کے ایسے ابواب نہیں کھل سکتے جس سے خود غرض اور شہوت راں انسان اُن احکام کو کھیل بنائیں پس تقریر سابق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مؤلف مذکور کے قول کے خلاف متعدد زوجات کا جائز ہونا ہی امر طبعی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔ رہا ازواج کا چار ہی میں منحصر کر دینا اُس سے مؤلف مذکور نے کچھ تعرض نہیں کیا ہے لیکن اب ہم اُسی تقریب میں اُسکی حکمت بھی ذکر کئے دیتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ اس حکم میں ایک شرعی حکمت بھی ہے مگر اُسکے ذکر کا یہ موقع نہیں کیونکہ مؤلف مذکور ہماری شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ شرعی حکمتوں سے اُسکے خیالات کو تسکین حاصل ہو سکے ہاں اُسکی عقلی حکمت ایسی ہے جو اُسکے امور مالوفہ کے طرز پر ہے اور اُس سے مؤلف مذکور کی تسکین ہو سکتی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ نان و نفقہ سے عاجز آدمی شادی کرنے سے باز رہا کرتا ہے اور جو اسپر قادر ہوتا ہے وہ اسپر پیشقدمی کرتا ہے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ تلاش و استقرار سے کسب معاش کے چار ہی قسم کے عادی ذریعے نکلتے ہیں حکومت تجارت صناعت۔ زراعت۔ پس گویا باری تعالےٰ نے ہر ہر سبب کے مقابلہ میں ایک ایک زوجہ جائز رکھی پس جب کسی مرد کو سارے اسباب میسر آجائیں گے تو وہ چار عورتوں کو رکھ سکیگا اور جب ان ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اُس سے مفقود ہو جائے تو وہ تین ہی عورتوں پر اقتصار کریگا علےٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ جب کسی سے سارے ذرائع مفقود ہو جائیں تو وہ شادی نہ کرے اور یہ امر مالداروں کے حوالہ کرے اور جب کسیکو ایک ہی ذریعہ سے اس قدر فراغت نصیب ہو جائے کہ دوسرے ذریعہ کے قایم مقام ہو سکے بلکہ اُس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بقدر اپنی وسعت کے شادیاں کر سکیگا۔ اب اگر آپ تقریر گذشتہ اور اس تقریر کو سمجھ گئے ہوں گے تو آپ پر اسکا راز بھی کھل جائیگا کہ مرد کو لونڈیوں میں سے چار سے زیادہ عورتوں کو سرّیہ بنانا (یعنے انکو جماع کے لئے متعین کر لینا) کیوں جائز کیا گیا اسلئے کہ ایسی عورتیں جس مملکت میں کہ لائی جاتی ہیں وہاں اُنکے مقابلہ میں مردوں کی تعداد نہیں پائی جاتی۔ پس جس حالت میں کہ نادار لوگ اُنکے مالک بننے کی قدرت نہیں رکھتے اور مالداروں کے لئے بھی اُن میں سے کئی عورتیں جائز نہ ہوتیں تو وہ نسل سے معطل ہو جائیں پس مالداروں کے لئے لونڈیوں میں سے کئی عورتیں عین حکمت ہے اور اسقدر بیان سمجھنے والے آدمی کے لئے بالکل کافی معلوم ہوتا ہے۔

رہا جو کچھ کہ مؤلف مذکور نے خاصکر دوسرے مسئلہ کے بارہ میں اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور مراد اس سے عورتوں کا پہنل
تو اسکی نسبت ہم کہتے ہیں کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا تو ایک ایسی بات ہے جسے عقل سلیم ضروری سمجھتی ہے
کہ انسانیت نظام خداوندی اور قانون طبعی سب کے نزدیک مستحسن ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کر
ہیں کہ نان ونفقہ کے سامان کی تکلیف طبعی طور پر مرد ہی کو دی گئی ہے رہی عورت وہ صرف انتظام خانہ داری اور ا
کی پرورش کی مکلف ہے اور یہی علی العموم مالوف طریقہ ہے اور اسیکو عقلیں بھی مستحسن شمار کرتی ہیں۔ اور اسمیں کچھ بھی شک
نہیں کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط میں بےحیائی کے ارتکاب کرنے کے بہت سے سبب اٹھ کھڑے ہوتے
ہیں کیونکہ دونوں طرف سے اس کا پورا مقتضی موجود ہوتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ دیکھنے بھالنے کو اس امر قبیح کے
ارتکاب میں بڑا دخل ہوتا ہے جسکو کہ تمام شریعتیں حرام بتاتی ہیں اور عقلیں برا سمجھتی ہیں کیونکہ اس سے نسب مخلوط ہوتے
ہیں اور باہمی ہمدردی کو ضعف لاحق ہوتا ہے اور اسکی برائی اسقدر ہے کہ جسکی کوئی حد نہیں اور اسکے ثبوت میں اتنا ہی کافی ہے کہ خدا تعالے نے بہت
امتوں کو اس فعل شنیع کے ارتکاب کے باعث سے ہلاک کر ڈالا ہے پس جس قانون سے کہ اسکی کثرت رک سکتی
وہ صرف یہی ہے کہ اجنبی مردوں اور عورتوں کو باہمی اختلاط سے روکا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ امر بغیر اسکے کہ د
فریق میں سے ایک کو گھر کے اندر رہنے کا پابند کردیا جائے انجام نہیں پا سکتا اور جب ہم مردوں کو دیکھتے ہیں
انکو گھر کے باہر تمام مصارف خانہ داری حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے اسلئے وہ
گھر میں رہنے کے پابند کئے نہیں جا سکتے البتہ بنظر اسکے کہ عورتیں خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی مکلف ہیں
تو گھروں کے اندر رہنے کا پابند ہونا انہیں کے مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس کام کی کہ عورتیں مکلف ہیں
یہ اسکے موافق ہے پس عورتوں کا گھر کے اندر ہی رکھنا عین حکمت ہے اور اگر کہا جائے کہ عورتوں کو گھروں کے
اندر ہی رکھنے سے انکو ضرر پہونچےگا تو ہم کہیں گے کہ اس سے کیسا ہی کچھ ضرر کیوں نہ فرض کر لیا جائے لیکن مردوں
اور عورتوں کے اختلاط سے جو ضرر ہوگا وہ ضرر اس سے کہیں بڑھکر اور نہایت شدید ہوگا اور دو ضرروں میں سے
ادنے درجہ کے ضرر کا ارتکاب کر لینا معقول بات ہے اور شرع کے بھی موافق ہے اسلئے شریعت نے عورتوں
پر پردہ کا حکم لگایا ہے اور یہ حکم عورتوں کی مصلحت کے جسکی کہ وہ مکلف ہیں اور نیز نوع انسانی کی مصلحت یعنی حفاظت
نسب کے بالکل موافق ہے علاوہ بریں جو عورتیں اپنے بچپن سے پردہ ہی میں اٹھتی ہوئی ہیں انپر تو اس ضرر کا نام
نشان بھی نہ پایا جائیگا اور یہ اسلئے کہ یہ امر انکی عادت مالوفہ میں داخل ہو جائیگا اور یہ مخفی نہیں کہ عادت سے ایسی ا
چیزیں قبول کر لینے کی انسان میں قابلیت آجاتی ہے جنسے کہ عادت نہونے کی صورت میں وہ بالکل عاجز ہوتا چنانچہ
مؤلف مذکور نے خود اپنی اسی کتاب میں کہا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ انسان بہت سی اشیاء کا عادی بن سکتا
چاہے وہ زہریلی ہی کیوں نہوں اس طرح پر کہ وہ ایسی مقدار انمیں سے کہا سکتا ہے کہ اگر ایسا شخص جسکو عادت نہو
اسقدر کہائے تو اسے سخت ضرر پہونچے پس ہم عورتوں کو جو پردہ کی عادی ہو رہی ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ پردہ میں رہنے
پر فخر کرتی ہیں اور اسکو اپنی آبرو کی حفاظت کا بہت بڑا سبب شمار کرتی ہیں اور بے پردہ عورتوں کو جو پردہ کا خیال نہ

کرتیں عار دلاتی ہیں اور انکو بیحیائی اور اپنی آبرو کی حفاظت نکرنے کی جانب منسوب کرتی ہیں اور اسکی وجہ سوائے اسکے
اور کچھہ نہیں کہ وہ پردہ کی عادی ہورہی ہیں اور اسکے ساتھہ مالوف ہوگئی ہیں اور بے پردگی کے ساتھہ پھرنے سے پردہ
کو انہوں نے اپنے حق میں بہتر پایا ہے پس جب یہ بات ٹہری تو ظاہر ہوگیا کہ عورتوں پہ پردہ کا حکم انکے حقوق کو
تلف نہیں کرتا اور نہ ظلم و سنگدلی شمار کیا جاسکتا ہے اور اس مولف مذکور کا قول اسکے خلاف ہے جسے کہ عادل شریعت
کے اسرار سے ذرا بھی واقفیت نہیں اسنے جو چاہا الکل پچو ہانک دیا۔

رہا مولف مذکور نے جو عورتوں کی تحقیر اور انپر ظلم کرنے اور انکو نوشت خواند سے محروم رکھنے کے بارہ میں کہا ہے تو یہ خود
ایک ایسا امر ہے جسکو ہماری روشن شریعت جائز نہیں رکھتی اور اسکے خلاف کا حکم کرتی ہے اور اس تحقیر یا ظلم کے
ارتکاب کو شرع کے مقدس احکام کی مخالفت شمار کرتی ہے پس مولف مذکور نے اس امر کا جو اپنی کتاب میں ذکر
کیا ہے تو ہمارے خیالات کو اس سے کوئی واسطہ اور لگاو نہیں ورنہ اسبارہ میں ہمیں اس سے گفتگو کرنیکی کوئی ضرورت
ہے کیونکہ ایسی تحقیر و ستم سے خود ہماری شریعت منع کرتی ہے۔

رہا طلاق کا مسئلہ سو مجھے اب خبر پہونچی ہے کہ ایسے ہی لوگوں میں سے کسی شخص نے ایک کتاب کی تالیف شروع
کی ہے جسکا نام اسنے "الطلاق" رکھا ہے بظاہر یہی ہے کہ اس فرقہ پر جسکے مذہب میں طلاق جائز ہے اسے روکرنا
مقصود ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ اسمیں وہ کیا دلیل پیش کریگا لیکن اب ہم ایسی تقریر بیان کرتے ہیں جس سے
یہ امر مدلل اور مبرہن ہوجائے کہ طلاق کا جائز ہونا عقل کے موافق ہے اور اس سے منع کرنا نظام خداوندی
اور ترتیب طبعی کے منافی ہے سوائے اپنی بڑائی کے زعم میں ہٹ دہرمی کرنے والے کے اسکا کوئی مخالف نہیں
ہوسکتا پس ہم کہتے ہیں کہ اس رسالہ کے شروع میں پیشتر یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ حکمت الٰہی اس امر کو مقتضی ہے کہ نوع
انسانی میں توالد و تناسل جاری رہے اور اسکی کثرت ہوتی رہے اور یہ کہ مرد میں سن احتلام سے لیکر مرتے دم تک تولید
کی استعداد و قابلیت رہتی ہے اور عورت میں سن احتلام سے لے کر صرف سن ایاس ہی تک تولید کی قابلیت پائی جاتی
ہے اسکے بعد نہیں رہتی اور اس مدت کی کل مقدار بتیس سال ہوتے ہیں پس جب خاوند و زوجہ میں مقارنت ہو اور
ان دونوں میں توالد و تناسل نہ پایا جائے اور یہ بہت ہوتا ہے تو اس صورت میں لتنے احتمال ہوں گے کہ اس کا مانع
یا تو خاوند کی جانب سے ہے پس جس حالت میں کہ طلاق ممنوع ہو تو ان دونوں کی ساری عمر بلا نسل کے گذر جائیگی
اور اگر ان دونوں میں سے کسی میں تولید کی استعداد موجود ہوگی تو اسے نسل سے ناحق معطل رہنا پڑیگا اور کبھی
کبھی اس معطل رہنے کی مدت پچاسی برس تک متصور ہوسکتی ہے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو وہ کچھہ دن صبر کرنے
کے بعد اس عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت سے مقارنت کرسکیگا۔ اور اس عورت کو بھی دوسرے
مرد سے مقارنت کرنا ممکن ہوگا۔

پس ان دونوں میں سے جس میں تولید کی استعداد ہوگی اسوقت وہ نسل سے کامیاب ہوسکے گا اور معطل نہ رہیگا اور
جسمیں استعداد نہوگی اسپر اپنی حقیقت حال کے ظاہر ہوجانے سے اسکے دلکو راحت نصیب ہوجائیگی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ اُن دونوں میں تولید نسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن اُن دونوں کے آلہ تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہوجائیگی تو اُن میں سے ہر ایک کو ممکن ہوگا کہ کسی دوسرے سے مقارنت کرکے نسل حاصل کرسکے اور اپنی تولید کی استعداد کے ثمرہ سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پھر ہم اُس امر کیطرف رجوع ہوتے ہیں جسکی بحث ہم پہلے کررہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اُس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اُس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اُسے (تعدد ازدواج کی بناپر) ممکن ہوگا کہ اسباب کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کسکی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مقارنت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کیجانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہیگا تو اُسے بدستور عقد میں باقی رہنے دے اور اُس فضل واحسان کو جو اُسکے اور زوجہ کے مابین ہے نہ بھولے اسلیئے کہ اب اُسکے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مقارنت کرکے نسل تو حاصل کرہی نہیں سکتی اسلیئے کہ اُسمیں سبب مانع حمل موجود ہے اب اُسکے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلیئے اگر خاوند چاہے تو اُسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اُسی خاوند ہی کیجانب سے ہے تو اُسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اُسے اسوقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مقارنت کرسکے کیونکہ اُس عورت میں استعداد تولید کا پایا جانا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ اسمیں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں بھی استعداد تولید موجود نہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کیئے جانے کا ایک اور بڑا اہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند وزوجہ میں نفرت پیدا ہوجائے اور اُسکے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مزمن مرض کا لاحق ہونا۔ بدصورت ہو جانا۔ آلہ تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارہ میں اس طرح اُس سے خیانت کرنا کہ اسکو خاوند ظاہر نہ کرسکتا ہو اور حاکم کے روبرو ثابت کرنا اُسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہوجائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور اُن دونوں کی آنکھوں میں فساد اور بے حیائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تنگی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانیکا قصد کرینگے اور بیحیائی کے ارتکاب اور دیوث بننے سے محفوظ اور پاک وصاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں کیوں رکھی گئی عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے اور عورت کے خیالات ذراسی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ امر علی العموم مسلم ہے اور پہلے یہ گذر چکا ہے کہ عورت کے نان ونفقہ کی مرد ہی کو تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت سے اُسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہوجائیگی تو مرد کے نزدیک راجح یہی امر ہوگا کہ جہانتک ہوسکے اسکو برداشت کرلے اس نظر سے کہ اسکی عقل ثابت اور قوی ہے اور نیز اُسے یہ خوف بھی لگا ہوگا کہ جو کچھ اُسنے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہوجائے پس اسوجہ سے اُسے طلاق دینے اور اُسکی مفارقت اختیار کرنے سے

حتے المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک نفقہ) خالی ہے نہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا تامل طلاق دینے اور اوسکی مفارقت اختیار کر لینے پر آمادہ ہو جاویگی اور اسکو چھوڑ دوسرے کو جا ڈھونڈھیگی۔ پس اسیواسطے خداوندی حکمت کا یہ مقتضا ہوا کہ طلاق مرد ہی کے ہاتھ میں رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے پس سمجھدار سوائے اُس حالت کے کہ وہ بالکل مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کریگا۔ رہا بعض بیوقوف انکا ذرا سی بات میں طلاق دینے پیشقدمی کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقلی کے خلاف ہے اور خدا اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ ائمہ اعلام نے اسکی تصریح کی ہے منصف کے لئے اسقدر بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متمدن (سویلائزڈ) فرقوں کے کچھ حالات جس سے کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے جو اشیاء ہماری شریعت نے مباح کی ہیں انکو مستحسن شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں میں سے بعضوں نے دو شادیاں جائز کر دی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اوسکی اولاد کی بڑی بدنصیبی ہے کیونکہ نہ اسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور نہ اوسکی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مؤلف عورتوں کے لئے یہاں کیا کہیگا اور بعض ممالک میں طلاق بھی جائز کر دی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شایع و ذایع ہو چکی ہے۔ جملہ توصیف و ثنا کا خدا ہی مستحق ہے جسنے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اُسکے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اُسکے نظام معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مؤلف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نکیا کریں جنکو انکے پڑوسیوں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ اِسکے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور فخر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں اُن کی ضعیف رائیں انمیں خلل نہیں ڈال سکتیں اور اُسکے اس کثرت سے حامی کار لوگ موجود ہیں جو اُس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور قیامت تک دفع کرتے رہیں گے۔ الحمد للہ رب العالمین

فقط ۔ ۴ رجب ۱۳۳۵ ہجری کو بعد ظہر یہ ترجمہ مترجم صاحب سے ختم ہوا۔ نقلہ خاکسار محمد انعام اللہ عفی عنہ

تقریظ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

بسملاً و حامداً و مصلیاً

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست ــــــ آمد آخر ز پس پردہ تقدیر پدید

مدت سے یوں دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب جمع کیجاوے جس سے اُن خیالات کی اصلاح ہو جو بوجہ ناواقفیت علوم دینیہ کے بعض نوجوانوں کو تعلیم فلسفہ جدیدہ سے اسلامی فروع و اصول میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی بنا

میں اتفاقاً ایک کتاب حمیدیہ نام نظر سے گذری جو اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی ووافی ثابت ہوئی چونکہ وہ ع
زبان میں تھی اسلئے اپنے ہموطن بھائیوں کے لئے اردو میں اوس کا ترجمہ ہونا مناسب معلوم ہوا چنانچہ بفضل خداوند
عزیزی حبیبی مولوی سید اسحاق علی کانپوری سلمہ اللہ تعالے بالفیض الخفی والجلی کے ہاتھوں یہ کام بحسن وخوبی اتمام کو پہنچا
اول سے آخر تک میری نظر سے گذرا اصل وترجمہ کی خوبی کا بیان کرنا شاید مبالغہ شاعرانہ پر محمول ہو اسلئے اہل انصاف فہم سلیم کے ملاحظہ
اصل وترجمہ کی تطبیق پر اسکو حوالہ کیا جاتا ہے اتنا البتہ کہنے کو بے اختیار دل چاہتا ہے کہ مصنف ومترجم نے اپنے سمجھو بہیں گے یا خرق عادت کہلایا
تعالے عن جمیع المسلمین خیر الجزاء وجعل عقباہما خیرا من الابتداء اب خدا تعالے سے یہ دعا ہے کہ یہ ترجمہ چھپے
اور ہر طالب علم عربی وانگریزی مدارس کا اس سے منتفع ہو اور ان سب کے لئے یہ سرمایہ ہدایت واہتدا ہو آمین
رب العالمین وصلے اللہ تعالے علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کاتب الحروف ناچیز اشرف علی تھانوی غفرلہ ولوالدیہ - ۲۸ رجب ۱۳۱۵ ہجری

تمام شد

غلطنامہ سائنس اور اسلام

فہرست کتاب

کالم	سطر	غلط	صحیح
اول	۳	پہلا فرقہ لوگون کا شاہی خط پہچانکر اس کی سفارت الخ	پہلا فرقہ اور اُس کا شاہی خط پہچان کر سفارت الخ
"	[illegible]	دوسرا فرقہ شاہی الخ	دوسرا فرقہ اور اُس کا شاہی الخ
"	۵	تیسرا فرقہ لوگون کا الخ	تیسرا فرقہ اور اُس کا الخ
"	[illegible]	چوتھا فرقہ الخ	چوتھا فرقہ اور اُس کا الخ
"	[illegible]	پانچوان فرقہ الخ	پانچوان فرقہ اور اُس کا الخ
"	[illegible]	چھٹا فرقہ اس کے الخ	چھٹا فرقہ اور اس کا سفیر کے بنائے ہوئے
"	[illegible]	آٹھوان فرقہ گذشتہ	آٹھوان فرقہ اور اُس کا گذشتہ
"	[illegible]	تصدیق کرنے کی	تصدیق کرنے کو
"	۱۵	دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال الخ	دلیل قرار دیکر استدلال الخ
"	۱۶	تمام	اُس کا تمام
"	۱۸	ایک فرقہ	دسوان فرقہ
"	۲۱	ایک متعصب	گیارھوان متعصب
کالم دوم	۱۵	جاحز	جاحظ
کالم اول	۳	ایک نیا	نیا
"	۱۳	ہین	×

کالم	سطر	غلط	صحیح
"	[illegible]	زکوٰۃ ادا کرنے	زکوٰۃ نہ ادا کرنے
"	۳	لکھ لئے ایام	لکھو لئے اور ایام
"	[illegible]	سیاست بدن	سیاست مدن
"	[illegible]	[illegible]	یہ امر
"	۱۱	[illegible]	تعدد

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	۱۶	ہین	×
۶	"	۱۳	پھر خدا	پھر قدرت خدا
"	"	۲۳	آسنے	کرنے
۹	"	۲۴	توبیہ	توجیہ
۱۲	"	۰	×	تعدد ازدواج پردہ طلاق کے بارہ میں ایک رسالہ ۲۸۷

غلطنامہ اصل کتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۲	الجبر	الجبسر	۴۵	۱۷	غلیت	غلبیت
۴	۳	الجبر	الجبسر	۴۸	۱۱	مقر ہونا	مقر ہوتا
۹	۱۲	آخر کار نہین	آخر بکار نہین	//	۲۵	حقسبحانہٗ	حق سبحانہٗ
۱۰	۵	ڈو	ڈرو	۵۱	۲۶	امن وامان ہی	امن وامان بھی
۱۲	۲۲	آیت قرآن	آپ قرآن	۵۷	۱۱	واجب	فرض
۱۴	۱۸	اسکام مین	احکام مین	۵۹	۱۳	اور اپنا	اور وہ اپنا
۲۰	۲۰	بنی اسرائیل	بنی اسرائیل کے	۶۳	۳	رعایت	عایت
۲۲	۲۲	سلع کیلئے والے (حاشیہ)	سلع کے بسنے والے	۶۴	۳	سمجھنے	سمجھے
۲۹	۶	ازدن	اردن	۷۰	۲۴	اجارت	اجازت
۲۹	۱۰	النجرت فی العرب (حاشیہ)	النبوۃ فی العرب	۷۱	۴	ایک عورت	ایک ایک عورت
۳۰	۱۲	شہرون مین	شہرون مین سے	۷۳	۲۶	حکمت ..	حکمت نظری
۳۱	۲۷	ممبر	منبر	۷۹	۲	معلوم ہوتا	معلوم ہوتی
۳۳	۱	فقیری	فقیرہی	۸۰	۱۹	ایسا ہی سبب	ویسا ہی قوی سبب
۳۵	۱۳	اس شخص کے ساتھ برابر	اُسکے شخص کے برابر			اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
۳۶	۲۰	مقتفنی	مقتضی			نہوتے تو یہ تمام مخالف عقلا (تنقیض مقدم)	تو یہ تمام مخالف عقلاء (استثنا نقیض تالی)
//	۱۰	اس کے جانب	اس کی جانب سے	۸۱	۱۴و۱۵	جو بڑے متعصب تھے آپ کی (تنقیض مقدم الخ)	اتفاق نکرتے ... وجا
//	۲۵	خلاط	اختلاط			تصدیق پر اتفاق نکرتے الخ	ان تمام ...... جمع ...
//	۲۷	لِأَتُهِمَ (حاشیہ)	لِأُتَّهَمَ	//	۲۷	سائن لسٹ	سائن ٹسٹ
۳۷	۳	خداتھے	خداسے	۹۱	۲۱	انفکاک	انفکاک
//	۲۵	ورع	ورع	۹۲	۱۹	پرٹو بلااسما	پرٹو بلااسم
۴۰	۱۵	حصوصیت	خصوصیت	۹۴	۱۶	تعلیم	تسلیم
//	۲۶	ضرب سستم	ضرب ششم	۹۶	//	آکسیجن	آکسیجن مین